www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھرڈ ایجنسی

بیسویں صدی کا سب سے بڑا جاسوسی ناول

Third Agency

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست

تھرڈ ایجنسی	۷
۲۱ر نومبر ۱۹۸۱ء کی دوپہر	۲۵
۸ر مارچ ۱۹۸۲ء	۴۱
تھکا دینے والی جنگ	۷۲
گوریلا کیمپوں کی کہانی	۸۶
تباہی کی منصوبہ بندی	۱۱۴
فلائٹ ۱۸۲	۱۲۶
"را" کی بھیانک سازش	۱۴۰
زندہ۔ شہید یا	۱۶۳
ایک معمّہ ہے !	۱۷۰
ٹارگیٹ پاکستان	۱۹۱
تجارتی دوست	۲۱۱

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ ایک سُپر انٹیلی جنس ایجنسی کی کہانی ہے۔

بھارتی حکومت کی خفیہ فائلوں میں اس کو "تھرڈ ایجنسی" کا کوڈ نام دیا گیا ہے۔ اِس ایجنسی کا نصب العین تھا ——— "بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی مکمل وفاداری خواہ اس کے لیے بھارتی آئین ہی کی دھجیاں کیوں نہ بکھیرنی پڑیں ——— اِس ایجنسی کے ذرائع لامحدود اور اس کا کرتا دھرتا "را" کا سابقہ ڈائریکٹر جنرل آر این کاؤ تھا۔ تھرڈ ایجنسی کا آپریشنل ایریا پنجاب، مقبوضہ کشمیر، راجستھان، آندھرا پردیش، کرناٹک، اور سری لنکا کے علاوہ ہر وہ غیر ملک تھا جہاں سکھ آباد ہیں۔ مشرقی پنجاب میں جب سکھوں کی شورش میں اضافہ ہُوا اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور اُس کے ساتھیوں نے بھارتی پولیس اور پیرا ملٹری فورسز کو ننگا ناچ نچانا شروع کیا تو نہرو کی بیٹی اور بھارت کی کالی ماتا سابقہ مسز اندرا گاندھی کو فوراً یہ خیال آیا کہ کیوں نہ اس صورتِ حال کو اپنے حق میں استعمال کیا جائے۔

جب اس نے یہ تجویز اپنے سیکورٹی ایڈوائزر اور "را" کے ڈائریکٹر آر این کاؤ کے سامنے رکھی تو اُس کے شیطانی ذہن نے فوراً ایک منصوبہ تیار کرکے مسز اندرا گاندھی کے سامنے رکھ دیا۔ اس منصوبے کی تفصیلات کا علم شاید دُنیا کو کبھی نہ ہو پاتا اور مسز اندرا گاندھی کی موت کے ساتھ یہ کہانی بھی دفن ہو کر رہ جاتی اگر ایجنسی کے ایک باغی آفیسر کا رابطہ بھارت کے صفِ اوّل کے انگریزی ہفت روزہ "سوریہ" سے نہ ہوتا۔

اس آفیسر نے جو بعد کی اطلاعات کے مطابق پُراسرار حالت میں مارا گیا، "سوریہ"

کے رپورٹ نو ستمبر ۱۹۸۴ء میں تھرڈ ایجنسی کی گھناؤنی وارداتوں سے آگاہ کیا اور پہلی مرتبہ دُنیا کے علم میں یہ بات آئی کہ ہندو سامراج اپنی ہوسِ اقتدار میں کہاں تک جا سکتا ہے اور انسانیت کی سطح سے کتنا نیچے آ سکتا ہے۔

آر این کاؤ نے مسز اندرا گاندھی کے سامنے "را" اور "آئی بی" کے خصوصی افسران کی جو ایک طرح سے بھارتی وزیراعظم کے ذاتی غلاموں کا درجہ رکھتے تھے، فہرست پیش کی اور بتایا کہ اس شیطانی ٹولے کی مدد سے ایک خصوصی انٹیلی جنس یونٹ تیار کیا جائے جو اپنے اعمال کے لیے صرف بھارتی وزیراعظم کو جوابدہ ہوگا اور جس کے احکامات پر بھارت کی دیگر انٹیلی جنس ایجنسیوں کو آنکھیں بند کر کے عمل پیرا ہونا ہوگا۔

اس انٹیلی جنس یونٹ کو "تھرڈ ایجنسی" کا کوڈ نام دیا گیا۔ اس کے مقاصد میں ایسے جائز اور ناجائز اقدامات تھے جن کی مدد سے مسز اندرا گاندھی کی بادشاہت ہمیشہ کے لیے قائم رکھی جا سکتی تھی۔ تھرڈ ایجنسی کے افسران کو لامحدود اختیارات اور سرمایہ فراہم کیا گیا اور اُس کے خفیہ دفاتر کا جال بھارت اور غیر ممالک میں پھیلا دیا گیا۔ چونکہ آر این کاؤ سیکورٹی ایڈوائزر بھی خود ہی تھا اس لیے آئینی اور قانونی طور پر بھی انٹیلی جنس معاملات کے لیے وہی حکومت اور وزیراعظم کو جوابدہ تھا۔ یوں تو اس ایجنسی نے بہت سے "کارہائے نمایاں" انجام دیتے ہیں لیکن پنجاب میں ان کا رول خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔

تھرڈ ایجنسی والوں کو سب سے پہلے یہ مشن سونپا گیا کہ وہ پنجاب میں سرگرمِ عمل سکھ دہشت گردوں کی ہر ممکن معاونت کریں، خصوصاً سکھوں کے کھاتے میں خود بھی ہندوؤں کے قتل کی وارداتیں ڈالتے رہیں۔ تھرڈ ایجنسی کے ہونہار افسران نے سب سے پہلے پیشہ ور ہندو بدمعاشوں کی خدمات حاصل کیں اور انھیں جیلوں سے فرار کروا کر پنجاب میں اپنے ہی بھائی بندوں کے قتلِ عام پر مامور کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایجنسی نے "دربار صاحب" میں موجود سکھ حریت پسندوں کو اسلحے کی سپلائی شروع کر دی۔

تھرڈ ایجنسی نے پس پردہ رہ کر صرف پنجاب میں ۲۷ ریلوے اسٹیشنوں کو نذرِ آتش کر دیا اس کے تربیت یافتہ ایجنٹ سکھوں کے احتجاجی جلوسوں میں سکھوں کے بھیس میں داخل

ہو جاتے اور موقع ملتے ہی ایسی فضا پیدا کر دیتے کہ پولیس اور سکھوں میں ٹھن جاتی اور دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو جاتی۔ اس طرح اُن کا اصل مقصد یہ تھا کہ پنجاب میں فضا اتنی مسموم کر دی جائے کہ یہاں مرکزی حکومت کو فوج داخل کرنے اور صوبائی حکومت کو ختم کرنے کا جواز مل سکے کیونکہ اس نام نہاد جمہوری ملک میں کسی بھی صوبائی حکومت کے اختیارات سلب کرنے کے لیے معمولی بہانہ کام نہیں آتا جب تک امن و امان کی حالت اتنی خراب نہ ہو جاتے کہ وہاں مرکزی حکومت کا عمل دخل ضروری خیال کیا جانے لگے۔

اس مشن میں جو افسران خصوصی خدمات انجام دے رہے تھے انھیں صورت حال کو اس نہج تک پہنچانے میں اُن کی "پیشہ وارانہ خدمات" کے اعتراف میں پولیس میڈلز، نقد انعامات اور ترقیاں اسناد دے ہی نہیں نوازا گیا بلکہ اُن میں سے بیشتر کا بطور انعام تبادلہ غیر ممالک میں بھی کر دیا گیا۔

سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب میں اکال تخت کو مسمار کر دیا گیا، شرپسندوں پر قابو پانے کی آڑ میں سکھوں کے اتہاس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور ٹینکوں اور توپ خانے سے ان کی تاریخی اور مذہبی نوعیت کی عمارات کو تباہ اور دستاویزات کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا گیا۔ سارے پنجاب میں سکھوں کے اہم ترین گوردواروں کے تقدس کو جن کی تعداد ۴۰۰ تھی، بھارتی فوج نے اپنے بوٹوں سے پامال کر دیا۔ پھر وہ دَور بھی آ گیا جب اکال تخت کی مرمت کر دی گئی۔ بھگوڑے سکھ فوجیوں کو خصوصی عدالتوں سے سزائیں سنائی جانے لگیں۔ اس راز پر پردہ ہی پڑا رہتا اگر "را" کے باغی افسران کا ایک گروپ "سوویت" سے رابطہ نہ کرتا۔

اہم افسران اور انٹیلی جنس کے خصوصی ذرائع کے ان انکشافات نے تو دُنیا کو چونکا دیا کہ سنت بھنڈرانوالہ کے خروج سے دربار صاحب پر بھارتی فوج کے حملے تک کا سارا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈرامہ پہلے ہی سے تیار کردہ تھا اور اس کے کرداروں کو بالکل لاعلم رکھ کر یہ سارا کھیل اپنے انجام کو پہنچا دیا گیا۔ اس گھناؤنے کھیل کو لکھا تھا کانگریس آئی نے اور اس کو سٹیج کروایا۔ بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے

اپنی نگرانی میں، اپنی مرضی کے مطابق

اپنے لیے پہلے سے متعین کردہ اہداف کے حصول تک بھارت کی کالی ماتا نے یہ ڈرامہ رچائے رکھا۔

اِن ذرائع کے مطابق یہ سارا آپریشن بڑی چالاکی اور سُوجھ بُوجھ سے "را" اور "آئی بی" کے افسران کو بالکل لاعلم رکھ کر لیکن ان کی مدد سے مکمل کیا گیا۔ استعمال ہونے والے انٹیلی جنس افسران کو یہ علم ہی نہ ہو سکا کہ اُن کے ساتھ کیا ہوتا رہا۔ افسران کے مطابق مسز اندرا گاندھی کے اس شیطانی ٹولے نے اپنی من مانیوں کے لیے "را" اور "آئی بی" کو بطور ڈھال استعمال کیا۔ اُن کے لیے آج تک ایک گمنام اور ناشنیدہ جاسوسی تنظیم نے انھیں گدھوں کی طرح استعمال کیا اور ایک ایک کر کے ظلم کے سارے مناظر کامیابی سے فلماتے۔ اسی سُپر انٹیلی جنس ایجنسی نے جس کا کوڈ نام "تھرڈ ایجنسی" ہے، پنجاب کا سارا آپریشن پلان کیا اور اُس پر عمل کروا لیا۔

تھرڈ ایجنسی کے تین اہم مقاصد تھے۔

۱۔ ہندو ووٹر جو کانگریس کی پالیسیوں سے نہرو خاندان سے بدگمانی کا اظہار کرنے لگا تھا دوبارہ کانگریس کی جھولی میں آن گرے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ سکھوں کے ہاتھوں ہندو کا ناطقہ بند کروا کر اُن کے مذہبی جذبات کو اپنے حق میں کامیابی سے استعمال کیا جائے۔

۲۔ اپوزیشن کی کشتی کو اِس طرح ہَوا کے مخالف رُخ پر ڈال دیا جائے کہ وہ مرکزی حکومت پر الزام تراشیاں کرنے اور اُسے پنجاب کی بگڑتی ہوئی حالت کا ذمہ دار گردانے کے بجائے خود مرکزی حکومت کے سامنے گڑگڑا کر التجا کرے کہ وہ پنجاب میں سکھوں کی دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کے لیے فوج روانہ کرے۔ اس طرح دربار صاحب پر حملے کا جواز اپوزیشن کی طرف سے حکومت کو فراہم کروایا جائے۔

۳۔ آئی بی کے نااہل افسران اور "را" کی شیخیاں زیادہ بگھارنے والی اور کام کم کرنے والی قیادت کو لگام ڈالنے کے لیے "تھرڈ ایجنسی" کے ذریعے کارہائے نمایاں انجام دیئے جائیں تاکہ دونوں انٹیلی جنس ایجنسیاں نفسیاتی طور پر "تھرڈ ایجنسی" کے مقابلے میں خود کو کمتر خیال کرتے ہوئے اپنی استعدادِ کار کو بڑھائیں۔

سینئر انٹیلی جنس افسران جنھوں نے اس گھناؤنی سازش کا پردہ چاک کیا، تین ایسے جواز فراہم کرتے ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب کا سارا آپریشن مرکزی حکومت اور اُس کے انٹیلی جنس نیٹ ورک کا تیار کردہ تھا۔

۱۔ تمام انٹیلی جنس افسران جن کا تعلق "را" اور بھارت کی دوسری سیکورٹی ایجنسیوں سے تھا، انھیں پنجاب میں سکھوں کی جماعت اکالی دَل کے ایجی ٹیشن کے شروع ہوتے ہی مختلف حیلوں بہانوں سے پنجاب، راجستھان اور جموں کشمیر سیکٹر سے تبدیل کر دیا گیا۔ کچھ کو پولیس میں واپس جانا پڑا، کچھ دوسرے صوبوں کو سدھار گئے اور کچھ ایسے خوش نصیب بھی تھے جنھیں غیر ممالک میں بھارتی سفارتی مشنوں میں تعینات کر دیا گیا یعنی اپنی مرضی کا انٹیلی جنس نیٹ ورک نئے سرے سے قائم کر دیا گیا۔

۲۔ دربار صاحب سے جو اسلحہ برآمد ہُوا اس میں زیادہ تعداد ایسے اسلحہ کی تھی جو راجستھان کی سرحد سے سمگل کر کے یہاں لایا گیا اور اس سمگلنگ کی نگرانی "را" کر رہی تھی۔

۳۔ ایس کے ترپاٹھی جو "را" کی طرف سے وسط ۱۹۸۲ء سے ۳ مئی ۱۹۸۴ء تک امرتسر کا انچارج رہا، اُس کی طرف سے مرکزی حکومت کو ایک "کوڈڈ ٹیلی گراف" روانہ کیا گیا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ایک پلان کی تفصیلات درج تھیں۔ اس پلان کے مطابق پنجاب میں چالیس ریلوے سٹیشنوں کو سکھ حُریت پسندوں نے بیک وقت تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس طرح وہ پنجاب میں ریل کے ذریعے نقل و حمل ختم کرنے والے تھے۔ حکومت نے ترپاٹھی کے اس ٹیلی گراف پر آنکھیں بند کیے رکھیں اور کسی بھی سیکورٹی ایجنسی کو صورت حال سے نمٹنے کی ہدایات جاری نہیں کیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اصل میں تھرڈ ایجنسی کا قیام کانگریس کی الیکشن مہم کامیاب بنانے کے لیے عمل میں آیا تھا۔ یہی اس کا بنیادی کام تھا لیکن "را" کے بہت سے منصوبوں کے اچانک انکشاف کے بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب "را" بھی "آئی بی" کی طرح نالائق ہوتی جا رہی ہے اور تھرڈ ایجنسی نے پھر جاسوسی کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں اور انٹیلی جنس آپریشن کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

آر شنکرن نائر ڈائریکٹر پرائم منسٹر سیکرٹریٹ جس کے شیطانی ذہن نے سب سے پہلے "را" کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ گزشتہ اٹھارہ ماہ سے بھارتی وزیراعظم کے چیف سیکورٹی ایڈوائزر آر این کاؤ کے ماتحت کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا۔ ایجنسی کا ہیڈکوارٹر بیکانیر ہاؤس شاہجہان روڈ نئی دہلی میں قائم کیا گیا۔ "را" کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر جی این مشرا کو دوبارہ ملازمت پر بحال کر کے اُسے "سیاسی ڈیسک" کے انچارج کی حیثیت سے یہاں بٹھا دیا گیا۔ یہ تو ایک "کور" تھا۔

حقیقت میں مشرا پنجاب، راجستھان اور مقبوضہ جموں و کشمیر میں انٹیلی جنس آپریشنز کو سکینڈ لیول پر کمانڈ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ کرنل بی لونگر کو منسلک کیا گیا تھا جو ایمرجنسی کے دوران مسز اندرا گاندھی کی انٹیلی جنس سروسز کی سیاسی برانچ کا انچارج تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جب جنتا دل نے اقتدار حاصل کیا تو لونگر کا بوریا بستر گول کر دیا گیا تھا لیکن ۱۹۸۰ء میں جب دوبارہ زمامِ اقتدار مسز اندرا گاندھی کے ہاتھ آئی تو انھوں نے لونگر کو پھر سے سیاسی آپریشن کے انچارج کی حیثیت سے واپس بلا لیا۔

سیاسی جوڑ توڑ کے ماہر اور سیاسی دشمنوں کا چپکے سے صفایا کروا دینے کے ماہر کرنل لونگر نے پنجاب کے بحران میں بنیادی کردار ادا کیا۔ "سوریہ" کو فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق دربار صاحب پر حملے کا آپریشن کرنل لونگر نے ہی تیار کیا تھا۔ لونگر نے اقتدار کی دیوانی اندرا گاندھی کو تجویز پیش کی تھی کہ دربار صاحب پر حملے سے پیدا ہونے والی صورت حال کے نتیجے میں جو سیاسی صورت حال جنم لے گی اس کا رُخ کانگریس کے حق میں موڑا جا سکتا ہے اور یہ کرنل لونگر ہی تھا جس نے آر این کاؤ اور گرنش سکسینہ

(موجودہ گورنر مقبوضہ جموں و کشمیر) کو یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ آپریشن "بلیو سٹار" کے ساتھ ہی الیکشن کا اعلان بھی کر دیا جائے۔

پنجاب آپریشن کے لیے کرنل لونگر نے ایسے انٹیلی جنس افسران کا بطورِ خاص انتخاب کیا جو بظاہر کاہل اور سست الوجود سمجھے جاتے تھے لیکن اصل میں اپنے کام میں یکتائے روزگار تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حکومت یا اپوزیشن کی نگاہوں میں زیادہ اہمیت کے حامل نہیں تھے اور ابھی تک حکومت یا اپوزیشن کی توپوں کا رُخ بھی اُن کی طرف نہیں ہوا تھا۔

ایسے ہی لوگوں سے لونگر ایک بڑا اور خطرناک کھیل کھیلنے جا رہا تھا۔!

ایجنسی کی استعدادِ کار کو بڑھانے اور اس سے معجزانی کارنامہ انجام دلوانے کے لیے ضروری تھا کہ اُسے لامحدود اختیارات، جدید ترین ہتھیار اور بہترین ذرائع نقل و حمل فراہم کیے جاتے۔ اس کے ساتھ ہی بہترین لیکن شیطانی ذہن کے حامل افسران کی ایک ٹیم بھی ضروری تھی جو اس کو کمانڈ کرے۔ اس کے بعد ہی بڑے پیمانے پر خفیہ آپریشنز کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ ایچ جے کرپلانی کی خدمات جو اس سے پہلے کاؤ کا باڈی گارڈ رہ چکا تھا، سینئر مشیر کی حیثیت سے حاصل کر لی گئیں۔

کرپلانی مخالفین کو قتل کروانے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اُسے مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کے آپریشنز کا انچارج بنا دیا گیا اور زنتا کرراؤ کو جو "را" کا سابقہ آفیسر تھا، دوبارہ طلب کر کے اُسے کوآرڈی نیشن اور نگرانی کی مکمل ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔

تھرڈ ایجنسی کے لیے ایجنٹوں کی بھرتی "را" اور دیگر سیکورٹی ایجنسیوں سے کی گئی یہ لوگ اپنے اعمال کے لیے صرف وزیراعظم اندرا گاندھی کو جواب دہ تھے۔ اُن کے اور مسز اندرا گاندھی کے درمیان واحد درمیانی رابطہ آر این کاؤ تھا۔ پنجاب میں پاکستان کے علاقہ غیر اور افغان مجاہدین سے حاصل کردہ اسلحہ کو پھیلانے میں سب سے اہم کردار "را" کے سینئر فیلڈ آفیسر پربھودیال سنگھ نے ادا کیا جس کی نگرانی میں اسلحہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی اچھی خاصی کھیپ سمگل کر کے پنجاب پہنچائی گئی ۔

پربھودیال سنگھ حریت پسندوں اور بیانگر ہریانہ کی سرحد پر آباد کروڑ پتی سمگلروں کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرتا رہا ۔ وہ سکھ حریت پسندوں سے کمیشن ایجنٹ کی حیثیت سے رابطہ قائم کرتا اور اُن کے لیے اسلحہ پاکستان سے خرید کر سمگل کروا دیتا کاؤ سنٹر انٹیلی جنس سیکورٹی (سی آئی ایس) کے چیف کی طرف سے اسے راجستھان کی ساری سرحد کو اپنے خفیہ آپریشنز کے لیے استعمال کرنے کی اجازت مل چکی تھی ۔ شراب اور ہیروئن کے دھندے کی آڑ میں افغان مجاہدین سے حاصل کردہ کلاشنکوفوں کے گٹھے بھی سرحد سے آر پار ہونے لگے ۔ اس طرح پنجاب میں سکھوں کی ایک مسلح فوج تیار کی جانے لگی جو بھنڈرانوالہ کی فوج تھی ۔

۱۹۸۲ء میں پربھودیال سنگھ کا تبادلہ کر دیا گیا اور اُس کی ذمہ داریاں جب "را" کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایتابھ ماتھر کو سونپی گئیں تو پربھودیال سنگھ نے سرحدی علاقے میں اپنے ذرائع (CONTACTS) ماتھر کو منتقل کرنے سے انکار کر دیا ۔ پریشان حال ماتھر نے اس صورتِ حال سے گھبرا کے جب دہلی سے مدد مانگی تو "را" کے چیف گریش سکسینہ نے اسے فی الوقت خاموشی سے کام کرنے اور صرف اُن چند ذرائع پر انحصار کرنے کی ہدایت کی جو پربھودیال نے اُسے دیئے تھے ۔

اس دوران پربھودیال کو ریٹائرمنٹ کے احکامات جاری ہو گئے ۔ اُسی سال فروری کے مہینے میں پربھودیال اچانک غائب ہو گیا ۔ کسی کو علم نہ ہو سکا وہ کہاں ہے ۔ درحقیقت وہ تھرڈ ایجنسی کے ایک اور خفیہ مشن پر یورپ میں ایک بھارتی مشن سے منسلک ہو چکا تھا ۔

انڈین پولیس سروسز کے اے ارجن کو جو سی آئی ایس کا پنجاب اور مقبوضہ جموں و کشمیر کا انچارج تھا، تھرڈ ایجنسی کا چارج تھما دیا گیا ۔ آر ۔ کے ہڈی کو جو سری نگر میں ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۲ء تک "را" کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا کو جموں و کشمیر میں " گوریلا ٹریننگ کیمپ" میں بھیج دیا گیا جہاں سکھوں کو گوریلا کارروائیوں

کی تربیت دی جاتی تھی ۔

اسے کچھ خصوصی ہدایات کے ساتھ ان کیمپوں میں داخل کیا گیا تھا جہاں اس نے متعلقہ ہدایات پر بڑی کامیابی سے عمل کیا ۔ اس کی خدمات کا اعتراف کر کے بطور انعام اُسے ایک نفتول سے تربیتی کورس پر جاپان بھیج دیا گیا ۔ تھرڈ ایجنسی کی طرف سے اُسے انڈسٹریل جاسوسی کی خدمات سونپی گئی تھیں ۔

وکرم سود نے "را" کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے سری نگر میں ہڈی کی جگہ سنبھال لی ۔

انڈین پوسٹل سروسز کے اس سابقہ آفیسر وکرم سود کو دراصل اس خفیہ مشن پر سری نگر میں بھیجا گیا تھا کہ وہ آئی بی (انٹیلی جنس بیورو) کی مدد سے مقبوضہ جموں و کشمیر میں جی ایم شاہ کی وزارتِ اعلیٰ کے لیے راہ ہموار کرے اور مقبوضہ جموں و کشمیر میں مجاہدین کی سرگرمیوں پر بھی کڑی نگاہ رکھے ۔ وکرم سود سری نگر میں خدمات انجام دیتا رہا لیکن وہ صرف جموں و کشمیر کا انچارج تھا ۔ امرتسر کا کنٹرول اب براہِ راست بیکانیر یا دہلی کو منتقل ہو چکا تھا ۔

اے آئی وساودا ۱۹۸۲ء کے وسط تک امرتسر کا انچارج رہا ۔ اُسے چوک مہتہ امرتسر سے بھنڈرانوالہ کی گرفتاری کے بعد سیاسی فضا کو بدستور خراب کرتے رہنے کے خفیہ فرائض سونپے گئے تھے کیونکہ یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ بھنڈرانوالہ کی گرفتاری سے کہیں سکھوں کی احتجاجی تحریک دم ہی نہ توڑ دے ۔ وساودا نے اپنا کام بڑی کامیابی سے جاری رکھا ۔ اس خفیہ مشن کی احسن طریق سے ادائیگی سے خوش ہو کر بھارت سرکار نے اُس کی پوسٹنگ ملک سے باہر کر دی ۔

آخری اطلاعات کے مطابق وہ کویت کے بھارتی سفارت خانے میں تھرڈ سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا ۔ گو کہ امرتسر میں وہ "را" کے آفیسر کی حیثیت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے تعینات تھا لیکن دراصل وہ "تھرڈ ایجنسی" کے لیے کام کر رہا تھا۔

اس کے ترپاٹھی نے دساوا سے ۱۹۸۲ء کے وسط میں چارج لیا۔ اپنا چارج سنبھالنے تک کسی کو اُس کے متعلق علم نہیں تھا کہ یہ انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔ اس نے اپنی حیثیت ایسی بنا رکھی تھی کہ اب بھی وہ باسانی دربار صاحب کے اندر آتا جاتا تھا۔ جب گورداسپور میں سکھوں کے ہاتھوں ایک بس لوٹ کر آٹھ ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا واقعہ ہُوا تو اپنی نوعیت کی پنجاب میں یہ پہلی دہشت گردی تھی جو سکھوں کی طرف سے عمل میں آئی۔

لیکن !

اس دہشت گردی کے پسِ پردہ ترپاٹھی کا شیطانی ذہن کام کر رہا تھا۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ملٹری ایڈوائزر جنرل شوبیگ سنگھ نے جو بعد میں آپریشن "بلیوسٹار" (دربار صاحب پر حملے کا آپریشن) کے دوران حریت پسند سکھوں کی کمانڈ کرتے ہُوئے بھنڈرانوالہ کے ساتھ ہی مارا گیا تھا، اس واقعہ کے فوراً بعد دربار صاحب میں ایک پریس کانفرنس بُلائی اور اعلان کیا کہ اس سانحہ کے ساتھ سکھوں کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ترپاٹھی کا کارنامہ ہے۔ جنرل شوبیگ سنگھ نے ثابت کیا کہ ترپاٹھی جائے حادثہ پر تین گھنٹے پہلے موجود تھا اور اُسی کے ہدایت یافتہ دہشت گردوں نے یہ کارروائی کی ہے۔

اسی سال اپریل کے مہینے میں جب بیک وقت پنجاب کے ۴۹ ریلوے سٹیشنوں پر حملہ کیا گیا تو ترپاٹھی ہی تھرڈ ایجنسی کی طرف سے اس حملے کی کمان کر رہا تھا۔

کرنل لونگر کے شیطانی منصوبے میں مرکزی کردار اسی پیشہ ور قاتل انٹیلی جنس آفیسر ترپاٹھی نے ادا کیا تھا۔ اُس نے لونگر کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور مسلسل ایسے کام کرتا رہا جن سے فضا ایسی مکدر ہو گئی کہ پھر بھارتی آرمی کو دربار صاحب پر حملے کا بہانہ مل گیا۔

آپریشن "بلیوسٹار" سے تین ہفتے پہلے کی بات ہے کہ پنجاب پولیس نے اسلحے کے دو ٹرک پکڑے۔ ترپاٹھی نے راتوں رات پنجاب کے پولیس کمشنر بھنڈر کی مدد سے یہ ٹرک پولیس

کی گرفت سے چھڑا کر دربار صاحب میں پہنچا دیئے۔

اپریل کے آخر تک ترپاٹھی کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ وہ ایک کامیاب اور کامران آفیسر کی حیثیت سے دہلی پہنچا جہاں سے اُس کو فارن انٹیلی جنس سروسز کے لیے یورپ بھیج دیا گیا۔ اس کی اعلیٰ کارکردگی اور پیشہ ورانہ مہارت کو ہر قدم پر سرکاری سطح پر سراہا گیا لیکن بے چارے "را" کے افسران اپنے اس ذہین آفیسر کے "کارناموں" سے کبھی آگاہ ہی نہ ہو سکے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر ترپاٹھی نے وہ کونسا ایسا کارنامہ انجام دے دیا ہے جس پر اُس کو ایسے انعام و اکرام سے نوازا جا رہا ہے۔ بے چارے "را" والے یہ جان ہی نہ سکے کہ "را" کی آڑ میں دراصل وہ تھرڈ ایجنسی کے لیے کام کر رہا تھا۔

بھارتی عوام کی طرح انٹیلی جنس کے بھی بہت سے افسران کا خیال ہے کہ بھنڈرانوالہ غیر ملکی طاقت کے اشارے پر کام کر رہا تھا۔ بھارتی انٹیلی جنس کو اسی لیے اس سلسلے میں ناکامی کا منہ بھی دیکھنا پڑا اور تھرڈ ایجنسی بھی توقعات کے عین مطابق نتائج حاصل نہیں کر سکی۔

دو سال تک آر این کاؤ نے بڑی کامیابی سے شو چلایا۔ سنتوکھ کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے پنجاب کا چارج سنبھالنے کے بعد یہاں انٹیلی جنس کے ڈھانچے میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہونے لگے کیونکہ سنتوکھ کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ وہ اندرا گاندھی کا آدمی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنتا پارٹی کی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد مرارجی ڈیسائی نے اُسے کاؤ کی جگہ "را" کا ڈائریکٹر بنا دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اقبال سنگھ نامی ایک سابقہ "را" کے ڈپٹی ڈائریکٹر کو پنجاب میں کاؤ کی طرف سے یہ خصوصی مہم سونپی گئی کہ وہ پنجاب پولیس کی طنابیں کھینچے۔ "را" کے اعلیٰ افسران کی طرف سے من مانی کے مسلسل واقعات اور ہر معاملے میں "را" کے عمل دخل سے مقامی انتظامیہ اور دوسری سیکورٹی ایجنسیوں میں شدید ردّ عمل اور معاصرانہ چپقلش پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے "را" کو یہاں مشکل حالات سے پالا پڑنے لگا۔

"پنجاب آپریشن" تھرڈ ایجنسی نے تیار کیا اور اُس پر کامیابی سے عمل درآمد ہو گیا۔ اندرا گاندھی کی ہدایت کے مطابق پہلے بھنڈرانوالہ کو دہشت گردی کی علامت کے طور پر نمایاں

کیا گیا اور جب بھنڈرانوالہ کا بھوت خوف بن کر ہندو اور مقامی پولیس کے ذہنوں میں ناچنے لگا تو اس کھیل کا کلائمکس ہوا اور حملہ کر کے فوج نے اکال تخت مسمار کر دیا۔ یعنی اندرا گاندھی کا خواب پورا ہو گیا۔ فتح کے نشے میں سرشار اندرا گاندھی نے یہ باور کر لیا کہ کامیابی اور کامرانی اس کے گھر کی لونڈیاں ہیں۔ اُس کا حوصلہ مزید بڑھا اور ابھی پنجاب کے لوگ فوج کی اس ظالمانہ کارروائی سے سنبھل ہی نہ پاتے تھے کہ ایک اور دھماکہ خیز خبر نے بھارت کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔

اس مرتبہ سیاسی دھماکہ مقبوضہ جموں و کشمیر میں ہوا تھا جہاں فاروق عبداللہ کی حکومت کی چھٹی کروا دی گئی۔ فاروق عبداللہ کی جڑوں پر یہ کلہاڑا این ٹی راما راؤ نے چلایا تھا جو حال ہی میں دل کے آپریشن کے بعد واپس آیا تھا۔ مقبوضہ جموں و کشمیر میں کانگریس کے اس خونخوار سیاسی آپریشن کا انچارج این نارا سمہن اسسٹنٹ ڈائریکٹر "را" تھا۔ اُسے مقبوضہ کشمیر، کرناٹک اور آندھرا پردیش کی حکومتوں کے دھڑن تختے کا مشن سونپا گیا تھا اور نارا سمہن نے یہ "کارِ خیر" بڑے قرینے سے انجام دیا۔

اگست کے پہلے ہفتے میں اُسے یہ "کارنامہ" انجام دینے پر واشنگٹن میں تعینات کر دیا گیا۔ اس کی واشنگٹن روانگی کے بعد اے۔ کے ورما ڈپٹی ڈائریکٹر "را" کو اس کی جگہ تعینات کیا گیا ورما کو ہدایت تھی کہ اُس نے "تھرڈ ایجنسی" کی الیکشن سٹریٹجی کا کل پرزہ بن کر اُس کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔ ورما نے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لا کر کانگریس کے لیے فنڈ اکٹھے کیے اور کامیابی سے کانگریس کا خزانہ بھرا۔

ورما کو بعد میں نارا سمہن کے ساتھ واشنگٹن اس مشن پر روانہ کیا گیا کہ وہ امریکی کانگریس اور سینیٹ میں کانگریس کی لابی لابنگ کریں اور امریکیوں کو یہ باور کرا دیں کہ بھارت میں کانگریس کی حکومت ہی امریکہ کے بہترین مفاد میں ہے۔

اس کے ساتھ ہی "تھرڈ ایجنسی" کی طرف سے آر گووندراجن کو اس ذمہ داری کے

ساتھ لندن بھیجا گیا کہ وہ یہاں کانگریس کی انتخابی مہم کی نگرانی بھی کرے اور خصوصی جائزہ لے کہ پنجاب میں سرگرم عمل خالصتان نواز گروپوں کو لندن سے جو سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے اُس کا "چینل" کیا ہے؟ اور کون سے غیر ملکی سکھوں کے گروپ ایسے ہیں جو خالصتانی حریت پسندوں کی مدد کرتے ہیں۔ گووندراجن کے ساتھ مشہور سکھ لیڈر گنگا سنگھ ڈھلوں نے جنیوا میں ملاقات کی تھی۔

جنیوا میں کاؤ بھی دہلی سے سیدھا پہنچا تھا۔ اُن تینوں کے درمیان یہاں ایک ڈیل طے پا گئی تھی لیکن جونہی کاؤ جنیوا سے واپس آیا نرپاٹھی کی وارننگ پر واقعی عمل ہو چکا تھا اور پنجاب میں ریلوے سٹیشن نذر آتش ہونے لگے تھے۔ اس دوران بھنڈرانوالہ ایڈ کمیٹی کو جب ڈھلوں کی طرف سے ایک "پرائیویٹ معاہدے" کی پیش کش پہنچی تو اُس نے اُسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

نرپاٹھی پنجاب سے نکلا اور فوج داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کانگریس نے شمالی انڈیا کی ہندو بیلٹ کی نبض پر اپنا ہاتھ مضبوط کر لیا تھا۔ اب ہندو ووٹ کانگریس آئی کی جیب میں تھے — اتنی معمولی سی سرمایہ داری کا اتنا بڑا انعام ملا تھا — اکال تخت کی مسماری اور انعام، اندرا گاندھی کا دوبارہ بھارت پر مکمل کنٹرول۔

بھارت میں پہلی AK ۴۷ (کلاشنکوف) تھرڈ ایجنسی نے ہی روشناس کروائی اور یہ سلسلہ پھر ایک عرصہ تک جاری رہا۔ جب جودھ پور سے "را" کے کنٹرول آفس نے دہلی کو رپورٹ بھیجی کہ گنگا نگر میں کانگریس کا ایم ایل اے اور راجستھان کا وزیر برائے سماجی بہبود ڈلارام ہتھیاروں کی سمگلنگ میں ملوث ہے اور اُسی کے ذریعے پاکستان سے اسلحہ سمگل ہو کر دھڑا دھڑ بھارت میں آ رہا ہے تو جودھ پور کے کنٹرول کو خاموشی اختیار کرنے اور اس معاملے سے لاتعلق رہنے کی تلقین کرتے ہوئے گنگا نگر کنٹرول کو چارج سنبھالنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔ ڈلارام کو فرار کروا دیا گیا، مقدمہ چلایا گیا اور پھر بری بھی کروا لیا گیا کیونکہ تھرڈ ایجنسی ڈرامے کو حقیقت کا رنگ دینا چاہتی تھی۔

"را" کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ڈی پی بھیروا نامی ایک اور ایم ایل اے بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلحہ کی سمگلنگ میں ملوث تھا لیکن "را" کو حکم ملا کہ اس معاملے سے الگ ہی رہے۔ "را" کے ساتھ ساتھ اس علاقے میں موجود دیگر تمام سیکورٹی ایجنسیوں کو بھی خاموشی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اب ڈلا رام اور بھیر دا اپنی تجوریاں نوٹوں سے بھرنے لگے۔ سکھوں کو اسلحہ ملنے لگا اور تھرڈ ایجنسی کانگریس کے حق میں فضا ہموار کرنے لگی۔

کانگریس کے لیے جو فنڈ حاصل کیے جاتے تھے، اُن کا بیشتر حصہ تھرڈ ایجنسی کے حوالے کر دیا جاتا، چونکہ یہ فنڈ ملک اور غیر ممالک میں موجود بھارتی سرمایہ داروں سے عطیات کی شکل میں کانگریس آئی کے لیے موصول ہوتے تھے، اس لیے کسی کے ان پر معترض ہونے کا جواز ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ تھرڈ ایجنسی "عطیات" وصول کرنے کے لیے ہر غیر اخلاقی اور غیر انسانی حربہ جائز سمجھتی تھی۔

سرمایہ داروں کو بلیک میل کرنا، حکومتی اہلکاروں سے جو رشوت وصول کرتے تھے، اپنی کمیشن دھونس دھاندلی سے وصول کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اِس ضمن میں ایم این کاکا "را" کے جائنٹ ڈائریکٹر کو جینوا بھیجا گیا جس نے کچھ زیادہ ہی ہاتھ دکھانے شروع کر دیئے۔ "را" کو اس پر اعتراض ہونے لگا۔ جن چار افسروں نے "کاکا" کے متعلق زیادہ واویلا کیا تھا انہیں "را" سے ایک مختصر تادیبی کارروائی کے بعد فارغ کر دیا گیا۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ "بھارت ماتا" کو کانگریس سرکار پر اولیت دینے لگے تھے۔

کولمبو میں "را" کی طرف سے بی سردپ اچھا بھلا کام کر رہا تھا لیکن جب تھرڈ ایجنسی نے یہاں عمل دخل شروع کیا تو سردپ کے لیے یہ مداخلت ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ اُس نے اس صورتِ حال پر سخت احتجاج کیا تو گریش سکسینہ "را" کا ڈائریکٹر چکر میں پڑ گیا کہ اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے حاصل کرے کیونکہ وہ تھرڈ ایجنسی کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا۔ طوعاً و کرہاً اُس نے سردپ کا تبادلہ یہ کہتے ہوئے افغانستان میں کر دیا کہ اُسے آرام کی ضرورت ہے، کیونکہ اُس نے کولمبو میں واقعی توقع سے بڑھ کر کام کیا تھا اور تاملوں کی حکومت کے خلاف بغاوت کو نہ صرف منظم کیا بلکہ کولمبو اور مدراس کے درمیان براہِ راست رابطہ بھی قائم کر لیا۔

سروپ کو جافنا میں یہی مشن دے کر بھیجا گیا تھا کہ وہ "تامل ٹائیگرز" کا رابطہ بھارتی حکومت سے بحال کرواتے اور اُن کے لیے تربیتی کیمپوں کا اہتمام بھی کرے۔ اس طرح سری لنکا کے تامل گروپوں کی ہمدردی حاصل کر کے کانگریس سرکار تامل ناڈو میں اپنا ووٹ بنک مضبوط کر رہی تھی۔ اب یہ مشن براہِ راست تھرڈ ایجنسی کو سونپا گیا تھا جس نے پنجاب میں ایک سنہرے حروف کی تاریخ کانگریس کیلئے پہلے ہی لکھ دی تھی۔

سردپ کی جگہ سری لنکا میں رابندرا نے لی جو اس سے پہلے راجستھان میں "گن رننگ آپریشن" چلا رہا تھا۔ رابندرا نے سب سے پہلے جافنا ہی میں تاملوں کے لیے پہلا تخریب کاری تربیتی کیمپ قائم کیا۔ اس کیمپ کو تھرڈ ایجنسی چلا رہی تھی، جہاں بنگلہ دیش میں کارہائے نمایاں انجام دینے اور "را" کے افسران کو ریٹائرمنٹ کے بعد دوبارہ طلب کر کے اُن سے تاملوں کو وہی تربیت دلائی جا رہی تھی جو اس سے پہلے مکتی باہنی کو دے چکے تھے۔ جن لوگوں کو خصوصی تربیت دینا ہوتی تھی انہیں ڈیرہ دون کے نزدیک "چکراتا کیمپ" میں لایا جاتا تھا، جہاں اس کا خصوصی اہتمام تھرڈ ایجنسی نے کر رکھا تھا۔

"چکراتا" میں دو ہزار تاملوں کو "را" کی خصوصی ایجنسی سپیشل سیکورٹی بیورو نے اپنے کاؤنٹر انٹیلی جنس کے افسران نگرانی اور اے ار جن کے زیرِ کمان تخریب کاری کے خصوصی داؤ پیچ سکھا کر سری لنکا میں داخل کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس پُرامن اور چھوٹے سے ملک میں تخریب کاری کے گھناؤنے حربوں سے سنہالی اور مسلم آبادی پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اس کیمپ سے راجا بس سروس نامی ایک پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کمپنی کے ذریعے تامل دہشت گردوں کو دہلی لایا جاتا جہاں انھیں خصوصی بریفنگ کے بعد مدراس بھیج دیا جاتا اور پھر مدراس سے وہ جافنا (سری لنکا) پہنچ جاتے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں تھرڈ ایجنسی کی کارروائیوں کو مانیٹر کرنے کے لیے مغربی انٹیلی جنس ایجنسیاں بھی موجود تھیں جن میں اسرائیل کی "موساد"، برطانوی ایس اے ایس اور امریکن نیشنل سیکورٹی ایجنسی شامل ہیں۔ اس کے باوجود بھارتیوں نے بے دھڑک اپنا کام جاری رکھا۔ سری لنکا کی بے گناہ آبادی پر اپنا ظلم و ستم جاری رکھا اور بنگلہ دیش

کی ہیروئن "تامل ایلم کی دیوی" بھی بن گئی ۔

اب سکرپٹ تیار تھا کہ شمال میں پنجاب، جنوب میں جافنا اور درمیان میں مسز اندرا گاندھی کی کمان میں ہندو بلوائیوں کی فوج جن کی ملکہ دہلی میں راج سنگھاسن پر بیٹھی انھیں "اشوکا راج" کے خواب دکھا رہی تھی ۔ پنجاب کا معرکہ اُس نے سر کر لیا تھا۔ جافنا آپریشن جاری تھا اور یہاں تھرڈ ایجنسی نے جس تباہی کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اُس کا مقابلہ کرنے میں اسرائیل کی مشہور و معروف انٹیلی جنس "موساد"، امریکن سی آئی اے، برٹش ایس اے ایس بھی خود کو بے بس پا رہی تھیں ۔ ایک معاہدے کے تحت یہ لوگ سری لنکا کے آدمیوں کو تربیت دے رہے تھے لیکن اس وکٹ پر کم از کم وہ بھارتی انٹیلی جنس سے پیچھے ہار چکے تھے۔

پنجاب میں فوج کے ہاتھوں نہتے اور بے بس سکھوں کا قتل عام جاری تھا۔ سکھ اور زیر زمین مٹھی بھر سکھ جانیں ہتھیلی پر رکھ کر بھارتی سیکورٹی فورسز سے ٹکرا گئے تھے۔ جعلی پولیس مقابلوں کی آڑ میں نوجوان سکھوں کو گھروں سے اغوا کر کے قتل کیا جا رہا تھا۔ غرض ایسی فضا بنا دی گئی تھی جس سے ہر ایسے سکھ کو جو ہتھیار نہیں اُٹھانا چاہتا تھا مجبور کر دیا گیا کہ وہ زیرِ زمین چلا جائے۔

"را" کے افسران نے "سوریہ" کو بتایا کہ مُلکی سالمیت کو پسِ پُشت ڈال کر برسرِاقتدار پارٹی کے راج پاٹ کو استحکام دیا جا رہا ہے کیونکہ یہ حالات ہی کانگریس کے اقتدار کو بچائے رکھنے کے لیے ضروری ہیں ۔ اس حقیقت سے بھارتی سیاست کار کبھی انکار نہیں کر سکتے کہ اُن دنوں کانگریس آئی اور کاؤنٹر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

"را" کے جن اعلیٰ افسران نے بھارتی پریس تک "تھرڈ ایجنسی" کی کہانی پہنچائی اُن کا کہنا تھا کہ جب ہمیں "تھرڈ ایجنسی" کے کرتوتوں کا علم ہوا تو ہم بھونچکا کر رہ گئے۔ ان افسران کا کہنا ہے کہ دربار صاحب پر فوج کے حملے کا حکومتی جواز تو یہی فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ یہاں موجود سکھ تخریب کاروں کا صفایا چاہتے تھے لیکن اصل میں اس حملے کا مقصد تھرڈ ایجنسی سے متعلق اُن تمام شواہد کو ضائع کرنا تھا جو اس ایجنسی کا اِس کھیل میں ملوث ہونا ثابت کر سکتے۔

ایک سازش کے تحت اب بھارتی عوام کی توجہ پنجاب میں پولیس اور فوج کے ظلم و ستم سے ہٹا کر جنوب میں جافنا کی طرف مبذول کروائی جا رہی تھی اور ملکی پریس کو ایسے "فلر" دیئے جا رہے تھے جن سے اس افواہ نے جڑ پکڑنا شروع کی کہ بھارتی نیوی جافنا پر حملے کے لیے تیاری کر رہی ہے ۔ دُنیا کے اِس خطے میں کسی پیش آمدہ جنگ سے خوفزدہ سی آئی اے اور جارحیت کے خواہاں اسرائیل کی "موساد" مل کر بھی بھارتی حکمران پارٹی کے گھناؤنے عزائم کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے میں ناکام ثابت ہوئیں ۔

تھرڈ ایجنسی نے اندرا گاندھی کے زرخرید غلاموں کا کردار بڑی خوبی سے ادا کیا، لیکن اِس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں کہ اس صورت حال نے "را" اور "آئی بی" میں اندرا گاندھی کے خلاف افسران کی ایک فوج پیدا کر دی تھی۔ اگر اندرا گاندھی کی موت سے پہلے الیکشن ہو جاتے تو یہ لوگ اُس کے خلاف محاذ بنا کر سرگرم عمل ہوتے اور عین ممکن تھا کہ اندرا گاندھی کو کامیاب بھی نہ ہونے دیتے ۔

مسز اندرا گاندھی کے قتل کے بعد جو تحقیقاتی کمیشن قتل کے اسباب کا جائزہ لینے کے لیے کام کر رہا تھا اُس کی تیار کردہ رپورٹ اسمبلی میں بحث کے لیے پیش نہیں کی گئی۔ اس کو "ٹھکر کمیشن رپورٹ" کا نام دیا گیا ٹھکر کمیشن رپورٹ میں جس بنیادی نقطے پر بحث کی گئی ہے وہ یہ تھا کہ بھارتی کاؤنٹر انٹیلی جنس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسز اندرا گاندھی کی جان کو خطرہ لاحق ہے اُس کی حفاظت کے لیے جو اقدامات کیے وہ ناکافی تھے۔

کیا اس کا سبب بھارتی کاؤنٹر انٹیلی جنس کے افسران کی مسز اندرا گاندھی سے ناراضگی نہیں جس نے اُن کے مقابلے میں تھرڈ ایجنسی کھڑی کر کے انھیں ایک طرح سے

"کھڈے لائن" لگا دیا تھا؟

بات کچھ بھی ہو لیکن اِس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی وزیراعظم کی حفاظت کے لیے خاطر خواہ بندوبست نہیں کیا تھا۔

ٹھکر کمیشن رپورٹ بتاتی ہے کہ اس وارننگ کے باوجود کہ مسز اندرا گاندھی پر سکھ سات دنوں کے اندر اندر قاتلانہ حملہ کرنے والے ہیں۔ دہلی کے پولیس کمشنر نے مسز اندرا گاندھی کی گارد میں سکھوں کو برقرار رکھا۔

اِس بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے آیئے یورپی ممالک خاص طور پر کینیڈا میں اِس ایجنسی کے کردار پر ایک نظر ڈالیں جس سے آپ اندازہ کرسکیں گے کہ ہندو کا دماغ شیطان کی فیکٹری ہے جہاں سوائے شر کے اور کچھ نہیں پنپ سکتا۔

---

۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کی دوپہر

کینیڈا کے شہر ٹورنٹو کا یہ علاقہ جو گیرڈ سٹریٹ ایسٹ پر واقع ہے اسے عُرفِ عام میں "چھوٹا انڈیا" کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہاں ایشیائی لوگوں کی کثیر آبادی ہے اور آج اس سڑک پر پانچ سو سکھوں کا ایک جلوس بڑے جوش و خروش سے نعرہ بازی کرتا کمیونٹی ہال کی طرف جا رہا تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف بھارت نژاد ہندوؤں اور سکھوں کی دُکانوں پر کاروبارِ زندگی معمول کے مطابق جاری تھا۔

کمیونٹی ہال کے اندر پنجابی زبان میں بحث و مباحثہ جاری تھا۔ لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر چیختے چلاتے ہوئے اپنا استدلال پیش کر رہے تھے۔ اچانک ایک کینیڈین نژاد گورا جس کو سفید کپڑوں میں ملبوس سیکورٹی والوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا، ہال میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ڈپلومیٹس کی فوج بھی اندر گھس آئی تھی۔

یہ کینیڈا کا امیگریشن منسٹر لائیڈ ایکس وردی تھا۔

لائیڈ کو احساس تھا کہ آج یہ لوگ کتنے غم و غصے میں ہیں اور اُس نے کس طرح انہیں کنٹرول کرنا ہے۔ اس نے بظاہر بڑے اطمینان سے اپنے لیے مخصوص سیٹ سنبھال لی۔

ہال میں داخل ہونے کے بعد باہر ہڈیوں میں سرایت کر جانے والی سردی کا احساس دم توڑنے لگتا تھا۔

امیگریشن منسٹر نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ کر خود کو اندر موجود حرارت سے آشنا کیا۔ ہم پنجابی اور اب وہ یہاں موجود غصیلے سکھوں کی طرف متوجہ تھا۔

نومبر کا آخری ہفتہ تھا اور برف باری کا آغاز۔ سٹیج سے اس کا تعارف کروایا گیا تو مجمع خاموش ہو گیا۔ لائیڈ ایکس وردی نے حالات کے تیور کو بھانپ کر اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کے سامنے وہ کسی سیاسی چکر بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اسے ڈپلومیسی ایک طرف رکھ کر دو ٹوک بات کرنا تھی۔ اس کے پاس حال ہی میں کینیڈا میں داخل ہونے والے ۲ ہزار غیر قانونی سکھوں کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔

یہ لوگ بحری جہازوں کے ذریعے کسی نہ کسی طرح دُنیا کے مختلف سمندروں میں مصائب کا سامنا کرتے بالآخر کینیڈا پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اب کینیڈین گورنمنٹ سے "ریفیوجی سٹیٹس" کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بھارت میں ان پر زندگی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ ان کا گناہ یہ تھا کہ انھوں نے دُنیا کے جابر ترین آمریت نما جمہوریت کے دعویداروں سے اپنے گھر کا مطالبہ کر دیا تھا۔

یہ لوگ سکھوں کے لیے آزاد خالصتان کا مطالبہ کر رہے تھے اور ان کا یہ جُرم ناقابلِ معافی تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جان بچا کر بھارت سے نکل آئے تھے اور اب یہاں زندگیوں اور عزتوں کے لیے امان طلب کر رہے تھے۔

امیگریشن منسٹر نے خود کو نارمل رکھنے کے لیے دو تین مرتبہ کھنکار کر گلا صاف کیا اور مجمع سے مخاطب ہوا

"محترم خواتین و حضرات! دو ہزار سکھ جو حال ہی میں غیر قانونی طور پر کینیڈا میں داخل ہوتے ہیں، حکومت کینیڈا انھیں پناہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ اقوامِ متحدہ کی ریفیوجی کے لیے موجود تعریف پر پورے نہیں اُترتے۔۔۔!"

اس کا فقرہ مکمل ہوتے ہی سکھ عورتوں اور مردوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔

اس نے ناراض ہجوم کو احساس دلانا چاہا کہ اس طرح وہ لوگ کینیڈا کے امیگریشن نظام، کینیڈا کی روایات اور قوانین کو گالی دے رہے ہیں۔

"جھوٹا! جھوٹا!"

اس کے ہر فقرے کے مکمل ہوتے ہی سارا مجمع یک زبان ہو کر چلاّتا۔

"میرے خیال سے یہ میٹنگ بے سود اور وقت کا ضیاع ہے کیونکہ آپ لوگ میری کسی بات کا سنجیدگی سے نوٹس ہی نہیں لے رہے" یہ کہتے ہوئے کینیڈا کا امیگریشن منسٹر جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اچانک ہی ایسٹ انڈین ریفیوجی کمیٹی کا عہدیدار زرل ڈنشا اپنی جگہ سے تقریباً اُچھل کر اس کے عین سامنے جا پہنچا۔ اس نے لائیڈ ایکس وردی کے سامنے رکھے مائیک کا رُخ اپنی طرف موڑا اور چلاّتے ہوئے کہا۔

"تم متعصب اور جھوٹے ہو۔ تم لوگ صرف گوری چمڑی والے ریفیوجی قبول کرتے ہو۔ تمھیں صرف پولینڈ کے لوگ مظلوم دکھائی دیتے ہیں"

ایک لمحے کے لیے رُک کر اس نے منسٹر کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا:

"لوگ بھارت اور افغانستان میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں"

امیگریشن منسٹر نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ یہ صورت حال اس کے لیے نئی نہیں تھی لیکن اسے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے ناراض لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔

وہ چُپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ واپس لوٹ آیا۔ شام کو کینیڈین کابینہ کی ہنگامی میٹنگ طلب کی گئی۔ ایک مرتبہ پھر کینیڈا میں امیگریشن کرائسس پیدا ہو رہا تھا۔ جب سے تقریباً ۵۰ ہزار ایشیائی باشندے ویت نام اور کمبوڈیا کی جنگوں کے خاتمے پر بھاگ کر کینیڈا میں داخل ہوتے اور انھیں یہاں "ریفیوجی سٹیٹس" دیا گیا۔ اس کے بعد سے کینیڈا کی گوری اکثریت نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔

اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ ایک تو ان لوگوں کی آمد سے لیبر بہت سستی ہو گئی تھی اور گوروں کے ہاتھوں سے نوکریاں نکل کر اب رنگدار لوگوں کو منتقل ہو رہی تھیں۔ یہ محنتی لوگ اور یہاں نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہے تھے۔ جلد ہی انھوں نے کینیڈین معاشرے میں اپنے پاؤں جما لیے۔

اِس کے برعکس گوروں کے پاؤں اُکھڑنے لگے . . . !اب انھوں نے ایشیائی لوگوں کی کینیڈا میں داخلے کی مخالفت شروع کردی تھی اور کینیڈین ممبران پارلیمنٹ پر ان کے گورے ووٹرز کا دباؤ اس ضمن میں بڑھتا ہی چلا جارہا تھا۔ یہ تھی وہ صورت حال جس میں بھارت سے دوہزار سکھ کینیڈا پہنچ کر اپنے لیے امان کے طلبگار ہورہے تھے .

بھارت کینیڈا کی بڑی منڈی تھی ۔اس سے کینیڈا کے بہت سے تجارتی مفادات وابستہ تھے اور بھارت کی طرف سے ان لوگوں کی آمد کے ساتھ ہی کینیڈا کو یہ دھمکی بھی دے دی گئی تھی کہ اگر انھیں پناہ دی گئی تو دونوں ممالک کے تجارتی تعلقات کو زبردست دھچکا لگے گا . ایکس وردی نے امسال ہی بھارت کا دورہ کیا تھا اور بھارتی پنجاب میں چل رہی خالصتان تحریک کو بہت قریب سے دیکھا تھا ۔ایکس وردی کی بھارت موجودگی کے دوران سینکڑوں کی تعداد میں سکھ سیکورٹی فورسز کے ساتھ مقابلوں میں مارے جا چکے تھے . وہ لوگ بھارت سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ سکھ ہوم لینڈ سے اپنی فوجیں باہر نکال لے .

ایکس وردی بھارت میں تھا جب سکھ حُریت پسندوں نے ایک جہاز اغوا کر کے پاکستان کے شہر لاہور میں اُتارا ۔اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ لوگ خالصتان کے حصول کے لیے کتنے سنجیدہ ہیں .

اس دورے سے واپسی پر اس نے بھارت ہی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مَیں نے سکھوں کی انتہاپسندی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور میں بخوبی اندازہ لگا سکتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے معاملات میں کتنے سنجیدہ ہیں ۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بعد شاید کینیڈا سے کوئی جہاز اغوا کیا جائے گا اور یہ ہمارے لیے بہت خطرناک بات ہوگی ۔ اس سے پہلے کہ صورت حال کوئی سنگین رُخ اختیار کرے اور کینیڈا کے مسائل بڑھیں ہمیں سنجیدگی سے حالات کو ٹھیک کرنے پر توجہ دینا ہوگی "

ڈنتا کی طرف سے اتنے شدید اور بھرپور احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں نہیں رینگی ۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور اگلے ہی روز اس نے پریس کانفرنس میں کہا۔

"کینیڈا حکومت ان دوہزار غیر قانونی تارکین وطن کو پناہ نہیں دے سکتی ۔ بھارتی حکومت نے بتایا ہے کہ یہ لوگ علیحدگی پسند ہیں اور انھوں نے بھارتی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آئین سے بغاوت کی ہے ۔ یہ لوگ بھارتی حکومت کو مختلف مقدمات میں مطلوب ہیں ۔ ہم انھیں کیسے "ریفیوجی" تسلیم کریں ۔ بھارتی حکومت ہم سے یہ توقع رکھتی ہے کہ ہم اس معاملے میں سخت رویّہ اختیار کریں " معاملہ ختم ہوا.

اب ہونا یہی تھا کہ کینیڈا حکومت دوہزار سکھوں کو بھارت واپس بھیج دیتی اور پھر بھارت کا اپنا معاملہ تھا وہ ان سے کیسے نمٹتا . . . !

لیکن . . . . !

یہ کچھ اتنا آسان بھی نہیں تھا. کینیڈا انٹیلی جنیس کی رپورٹ حکومت کو مل چکی تھی کہ کینیڈا میں خالصتان تحریک بہت مضبوط ہے اور اگر ان دوہزار سکھوں کو ایک ہی وقت میں بھارت کی طرف واپس دھکیلا گیا تو یہ لوگ کینیڈا میں ایک طوفان کھڑا کر دیں گے ۔ کینیڈین حکومت کو احساس تھا کہ صرف بھارت کی فراہم کردہ خبروں پر انحصار کرنا کینیڈا کی اندرونی سلامتی کے لیے مسائل کھڑے کر سکتا تھا۔

بھارت میں فرسٹریشن روز بروز بڑھ رہی تھی ۔مسز اندرا گاندھی نے حالات کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر پنجاب میں فوج داخل کردی تھی اور بھارتی پنجاب کی جیلیں خالصتانی حُریت پسندوں سے بھرنے لگی تھیں ۔سینکڑوں کی تعداد میں اندرون اور بیرون ملک موجود سکھوں کے پاسپورٹ منسوخ کر دیئے گئے تھے ۔خصوصًا یورپ ، امریکہ اور کینیڈا کے کئی سکھوں کی بھارت میں داخلے پر پابندی عائد کردی گئی تھی .

" اینٹی ٹیررورسٹ ایکٹ " پنجاب میں نافذ ہو چکا تھا اور حکومت جس کسی کو چاہتی اس مخصوص ایکٹ کے تحت گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیتی تھی ۔ ظاہر ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس صورت حال کا ردعمل مغربی دُنیا میں بسنے والے سکھوں میں بھی اتنا ہی شدید تھا۔

بھارتی حکومت کا بڑا نشانہ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھا۔ جس نے ۱۹۶۰ء میں بھارت میں سکھوں کے لیے الگ وطن کا نعرہ بلند کر دیا تھا۔ یہی چنگاری پھر خالصتان کا رُوپ دھار گئی اور اب سکھوں کے دلوں میں آگ بن کر دھک رہی تھی۔ وہ لوگ بہرصورت الگ وطن حاصل کرنے پر تُل گئے تھے۔

اس ڈاکٹر پر بھارتی انٹیلی جنیس نے کڑی نگاہ رکھی ہوتی تھی لیکن یہ شخص بھارتی سیکورٹی کو جُل دے کر کسی نہ کسی طرح مغرب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اب وہاں بڑی تندہی سے خالصتان تحریک چلا رہا تھا۔

○

اس کا نام تھا ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان۔

کارزار سیاست میں بادیہ پیمائی کے بعد وہ ایک منجھا ہوا سیاست دان بن چکا تھا۔ اس کا کہنا تھا۔

"ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میرا ہاتھ قوم کی نبض پر ہے۔ مَیں بھارتی کسان کا درد زیادہ شدت سے محسوس کر سکتا ہوں۔ مَیں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس کا استحصال کس بُری طرح ہو رہا ہے۔"

اس نے اکالی سیاست کے برعکس پنجاب میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخاب میں حصّہ لیا اور صوبائی اسمبلی میں جا بیٹھا۔

دوسری کوشش میں اس نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا میں شمولیت اختیار کی لیکن یہ تجربہ اسے بہت مہنگا پڑا۔ چوہان کے باپ نے بھی اپنے بیٹے کو ووٹ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اگلا الیکشن ہار گیا۔

اب وہ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ اگلی مرتبہ اس نے سیاست میں ڈرامائی تبدیلی کا تاثر دیا اور اچانک اکالی دل میں شمولیت اختیار کر لی جو سکھوں کی واحد سیاسی اور مذہبی جماعت ہے۔ اکالی دل کے ٹکٹ پر کامیاب ہو کر وہ دوبارہ اسمبلی

میں آ گیا۔

۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان بھارتی پنجاب کا وزیرِ خزانہ بن چکا تھا۔

برصغیر کی سیاست میں تبدیلیاں اتنی تیزی سے آتی ہیں کہ کوئی سیاسی پنڈت مشکل ہی سے ان کی صحیح پیشن گوئی کر پاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور اگلی مرتبہ ناقابلِ یقین صورتحال سے ڈاکٹر چوہان کو سابقہ پڑا اور وہ الیکشن ہار گیا۔ دوسری طرف اسے اکالی دل کا جنرل سیکرٹری بنا دیا گیا۔

ان دنوں پنجاب کے سکھوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں آئے روز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ پنجاب میں سکھوں کی ۵۶ فیصد آبادی تھی لیکن اتنی اکثریت کے باوجود وہ پنجاب میں بھی نظریاتی تفاوت اور سیاسی انارکی کے سبب اپنی حکومت قائم نہیں کر سکتے تھے۔

۱۹۶۶ء میں پنجاب میں ایک نئے سیاسی طوفان نے سر اُٹھایا، جب بھارتی حکومت نے ہریانہ نام کے ہندو صوبے میں پنجاب کا بہت سا علاقہ دھونس اور دھاندلی سے شامل کر دیا۔ چنڈی گڑھ جیسا خوبصورت شہر جسے مشہور زمانہ فرانسیسی ماہر تعمیرات لی کاربیوزئیر نے تعمیر کروایا تھا۔ پنجاب اور ہریانہ کا مشترکہ دارالحکومت قرار دیا گیا۔ سکھوں کے لیے یہ انتظامات اور مرکز کے فیصلے ناقابلِ قبول تھے۔

اس صورت حال کے خلاف بطور احتجاج سکھ لیڈر درشن سنگھ پھیرومان نے بھوک ہڑتال کر دی۔ حکومت نے اس احتجاج پر کان نہیں دھرے اور بالآخر ۷۴ دن کی مسلسل بھوک ہڑتال کے بعد ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو درشن سنگھ پھیرومان مر گیا۔

ڈاکٹر چوہان کہتا ہے کہ پھیرومان نے مرنے سے پہلے اسے خاص طور سے اپنے پاس بلایا اور اسے تاکید کی کہ وہ اس مشن کو زندہ رکھے اور جب تک سکھ آزادی حاصل نہ کر لیں یہ جنگ جاری رہنی چاہیئے۔ چوہان کا کہنا ہے کہ دم توڑتے بوڑھے سکھ کی آخری خواہش تھی کہ اس کی قوم ہندوؤں کی غلامی کا جوا اتار دے اور اپنا الگ وطن حاصل کرے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۱۹۸۰ء میں چوہان بھارت سے اچانک غائب ہو گیا۔ اپنی بیوی اپنا کلینک اور گھر... اس نے سب کو الوداع کہہ دیا تھا۔ بھارت سے فرار ہو کر وہ پاکستان پہنچا۔ بھارتی سیکورٹی کا کہنا ہے کہ خالصتان تحریک کا آغاز بھی پاکستان نے کروایا تھا اور تحریک کے لوگوں کو پاکستان کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ ڈاکٹر چوہان نے اسی لیے پاکستان کا رُخ کیا تھا۔

اس کے برعکس اکالی دل کے حلقوں کا کہنا ہے کہ پاکستان کے دورے کا مقصد وہاں موجود سکھوں کے تاریخی گوردواروں خصوصاً ننکانہ صاحب پر سکھوں کا کنٹرول تھا اور چوہان کو انہی معاملات پر مذاکرات کے لیے پاکستان بھیجا گیا تھا۔ اکالی دل پنجاب میں عوام کی حمایت سے محروم ہو رہا تھا اور ان کا خیال تھا کہ اگر چوہان کا مشن کامیاب رہا اور حکومت پاکستان گوردواروں کو شرومنی اکالی دل کے کنٹرول میں دینے پر رضامند ہو گئی تو اکالی دل کو ایک مرتبہ پھر پنجاب میں اپنے قدم مضبوط کرنے کا موقع مل جائے گا کیونکہ اس کامیابی سے انھیں دوبارہ مقبولیت حاصل ہو جائے گی۔ بات کچھ بھی رہی ہو...!

جب ڈاکٹر چوہان پاکستان میں تھا تو پاکستان اور بھارت کے درمیان تیسری جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اس موقع پر اکالی دل نے انتہائی منافقانہ کردار ادا کرتے ہوئے خود کو کسی الزام سے محفوظ رکھنے کے لیے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کی نہ صرف ممبرشپ منسوخ کر دی بلکہ اس کے دورہ پاکستان کو بھی اس کا ذاتی فعل قرار دیتے ہوئے اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

ان حالات میں جب کہ اپنے وطن کے دروازے ساتھیوں کی غداری نے اس پر بند کروا دیئے تھے۔ چوہان نے بھارت واپس جانے کے بجائے مغرب کی طرف نکل کر قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا یقین راسخ ہو چکا تھا کہ سکھوں کے لیے اب آبرومندانہ زندگی کا ایک ہی راستہ باقی ہے کہ وہ اپنا آزاد وطن خالصتان حاصل کریں۔ پاکستان سے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان سیدھا لندن پہنچا۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو نیویارک ٹائمز کے قارئین

کو آدھا صفحہ کے ایک اشتہار نے چونکا دیا۔ اس اشتہار میں ری پبلک آف خالصتان کا اعلان کیا گیا تھا اور اقوام متحدہ سے اسے شرفِ قبولیت بخشنے کی اپیل کی گئی تھی۔ یہ اشتہار ڈاکٹر چوہان نے شائع کروایا تھا جس نے بعد میں خالصتان کی اس جلاوطن سرکار کے صدر کا عہدہ بھی خود ہی سنبھال لیا۔

اس اشتہار نے جہاں دُنیا کو چونکا دیا وہاں بھارت کو پریشان کر دیا۔ بھارتی حکومت کے لیے ایک نئے اور مشکل دردِ سر کا آغاز ہونے جا رہا تھا۔ بھارت سے باہر جہاں دُنیا کو بھارتی پنجاب میں ہونے والے مظالم کی کبھی کبھی خبر لگ جاتی تھی وہاں اب انھیں تازہ ترین اطلاعات فراہم ہونے لگیں اور اس طرح خالصتان کا مسئلہ ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

چوہان پہلی مرتبہ ۱۹۷۲ء میں کینیڈا پہنچا...!

ٹورنٹو ایسٹ اینڈ میں جس گروپ سے اس کا پہلا باقاعدہ رابطہ ہوا وہ ببیپ گوردوارے کی شرومنی سکھ سوسائٹی تھی۔ گو کہ اس گروپ کے لیڈر پہلے ہی سے اس کو جانتے تھے لیکن اس کی آمد کی خبر پر یہاں جو سینکڑوں سکھ اکٹھے ہو گئے تھے انھوں نے چوہان پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی... وہ لوگ جاننا چاہتے تھے کہ خالصتان کے متعلق اس کے نظریات کی بنیاد اور حقیقت کیا ہے اور وہ کیسے سمجھتا ہے کہ اپنا آزاد اور الگ وطن بنا کر سکھ زیادہ بہتر اور باعزت زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ چوہان نے اس سوال کا جواب ایک مثال کی صورت میں دیا۔ اس نے بتایا کہ پنجاب میں اس کے گھر دو کُتے تھے۔ ایک بڑا بارعب اور اونچی آواز والا اور دوسرا چھوٹا کمزور آواز والا... جب کبھی کوئی گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا تو دونوں کُتے بھونکنے لگتے تھے اور بڑے کی آواز چھوٹے پر غالب آ جاتی تھی۔ لیکن چھوٹے کی بہرحال اپنی آواز تھی...!

اس نے کہا میری مثال اس چھوٹے سے کُتے کی ہے۔ میں بھاری بھرکم آوازوں کے درمیان آپ لوگوں کو جگا رہا ہوں۔ خالصتان آپ لوگوں نے اپنے لیے بنانا ہے وقت آنے والا ہے جب سکھ دُنیا بھر میں گلیوں بازاروں میں چلا چلا کر خالصتان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خالصتان پکارا کریں گے۔

جولائی ۷۷ء میں دوبارہ پنجاب جانے تک چوہان نے خالصتان کے متعلق اپنا پرچار بیرونی دُنیا میں جاری رکھا۔ دو سال بعد اس نے دہلی سرکار کو یہ کہہ کر کھلا چیلنج دے دیا کہ وہ دربار صاحب امرتسر میں ایک ریڈیو سٹیشن قائم کر رہا ہے جس کے ذریعے وہ بھارتی استبداد کا پردہ چاک کرے گا اور دُنیا کو سکھوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے آگاہ کرے گا۔

۱۹۸۰ء میں اس نے مزید جرأت کا مظاہرہ کیا اور آزاد خالصتان کا پرچم بھی امرتسر میں سکھوں کی اس متبرک ترین عبادت گاہ ہرمندر صاحب پر لہرایا۔ یہ بھارتی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت تھی۔ جسے دُنیا کی کوئی حکومت بھی نظر انداز نہیں کیا کرتی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسز اندرا گاندھی دوبارہ وزیراعظم منتخب ہوئی تھی اور اب وہ اپنی پارٹی کے صوبائی الیکشن کی مہم کے سلسلے میں گولڈن ٹیمپل امرتسر آئی تھی۔ اسے چوہان کی مدد درکار تھی لیکن اس کے عوض چوہان اس سے بہت کچھ مانگ رہا تھا۔ اسے پنجاب کی اپنے معاملات میں ضرورت سے زیادہ خودمختاری درکار تھی۔ چوہان کے اس مطالبے کا جواب اندرا گاندھی کی طرف سے مسکراہٹ کی شکل میں موصول ہوا۔

اِس مسکراہٹ کے پس پردہ موجود دھمکی کو ڈاکٹر چوہان نے اپنے وجدان سے محسوس کر لیا تھا۔ وہ جانتا تھا اب بھارت میں زندگی اس پر اجیرن کر دی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ بھارتی انٹیلی جنس اس کے خلاف متحرک ہوتی ایک مرتبہ پھر وہ بھارت سے فرار ہو گیا۔

اپنی جنم بھومی سے یہ اس کا آخری فرار تھا . . . !

اس کے بعد وہ دوبارہ کبھی بھارت نہیں گیا۔ اِس مرتبہ پھر اس کی بیوی بھارت میں رہ گئی۔ اس کی جائیداد پر بھارتی حکومت نے قبضہ کر لیا تھا۔

ایشیا، یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں خالصتان کا پرچار کرتا ہوا ڈاکٹر چوہان بالآخر

لندن پہنچ گیا اور پھر یہ لندن ہی اس کا ہیڈکوارٹر بنا۔ لندن کے "چھوٹے انڈیا" یعنی ساؤتھ ہال میں اس نے خالصتان ہاؤس کھول لیا۔ جس کو آرام دہ فرنیچر اور دیگر ضروری اشیاء سے آراستہ کر دیا گیا۔

چند ماہ بعد ہی اس نے خالصتان کا پاسپورٹ، ڈاک ٹکٹ اور کرنسی شائع کروا کر اپنی خودساختہ حکومت کے لوازمات بھی پورے کرنے شروع کر دیتے۔ خالصتانی کرنسی بھارت میں مروجہ نوٹوں کے بجائے ڈالر کے انداز میں شائع کی گئی تھی۔

شاید اس وقت کسی نے اس کو درخور اعتنا نہ جانا ہو لیکن جب ایسی ہی کرنسی اور دوسری چیزوں کی اشاعت کینیڈا سے شروع ہوتی تو بھارتی حکومت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب خالصتان کی جلاوطن حکومت کے قونصلیٹ بھی کھلنے شروع ہو گئے ہیں اور پہلا قونصلیٹ آفس ٹورنٹو کے مشرق میں موجود اونٹاریو شہر میں قائم کیا گیا تھا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان تمام معاملات کو سب سے زیادہ شہرت بھی بھارتی پریس کی وجہ سے ملی جس نے خالصتان سرکار کی معمولی خبروں کو بھی بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔

ڈاکٹر چوہان گو کہ بھارت سے فرار ہو چکا تھا لیکن بھارتی انٹیلی جنس نے اسے کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا اور ہمیشہ اس پر کڑی نظر رکھی۔

اِس بات کا ثبوت اس کے دسمبر ۸۱ء میں نارتھ امریکہ کے دورے سے ملا۔ چوہان نیویارک کے جان ایف کینیڈی ائرپورٹ پر اُترا اور بے شمار مسافروں کے ہجوم میں چُپ چاپ لاؤنج تک آ گیا۔ اس کا پاسپورٹ تو انڈیا گورنمنٹ نے منسوخ کر دیا تھا اور وہ اقوام متحدہ کے کاغذات پر سفر کر رہا تھا۔ اپنی برف جیسی سفید داڑھی کے ساتھ وہ بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ تمام مراحل سے گزر گیا۔

ہوائی اڈے کے باہر اس کا استقبال کرنے کے لیے سکھوں کا ایک چھوٹا سا گروپ موجود تھا۔ یہ تمام لوگ تھری پیس سوٹوں میں ملبوس تھے۔ ان سکھوں نے اپنے روایتی لباس پہننے سے احتراز برتا تھا تاکہ اپنی شناخت چھپاتے رکھیں۔ اس لاؤنج میں ہمیشہ کی طرح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے انڈین بھی موجود تھے جو عام مسافروں کے رُوپ میں چوہان کے ساتھ ہی سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے لیکن یہ عام لوگ ہرگز نہیں تھے۔ یہ بھارتی انٹیلی جنیس کے کارندے تھے . . . !

بھارتی انٹیلی جنیس ایجنٹوں نے خالصتان کے خودساختہ صدر کی تمام سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی اور اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کرتے رہے۔ انھوں نے کینیڈا اور امریکہ میں چوہان کی تقاریر کے مکمل نوٹس لیے اور ان لوگوں کی مکمل فہرست حاصل کی جو اس سے ملنے یا اس کی تقاریر سننے آتے تھے۔

یہ لوگ جو اپنی دانست میں بہت ہوشیار بن رہے تھے ڈاکٹر چوہان کی نظروں سے کبھی اوجھل نہ رہ سکے۔ ایک سابقہ وزیر اور بھارت کی اہم سیاسی شخصیت ہونے کے ناطے وہ انھیں ایک میل دُور سے پہچان لیتا تھا۔

امریکہ میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد چوہان کینیڈا چلا گیا۔ ٹورنٹو میں اس کا قیام اپنے بچپن کے ایک دوست کے گھر رہا۔ یہ شخص میٹرو ٹورنٹو ایریا میں رہنے والے پچاس ہزار سکھوں کا لیڈر شمار ہوتا تھا بعد میں اس کا شمار ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کے ابتدائی ساتھیوں میں ہوا جنھوں نے خالصتان تحریک میں اس کا ساتھ دیا۔

کینیڈا کے ایک صحافی نے ایک انٹرویو کے دوران اس سے دریافت کیا کہ بھارتی حکومت غیر ممالک میں اس کے خالصتان سے متعلق پرچار کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

چوہان نے اس سوال کے جواب میں نیویارک کے ہوائی اڈے پر اس کے استقبال کو آنے والے سی بی آئی (انڈین انٹیلی جنیس) کے پندرہ ایجنٹوں کی نشاندہی کر دی۔ جن کو وہ پہچانتا تھا۔

اس نے کہا۔

"میں ان حرکتوں سے ہراساں ہونے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ بھارتی حکومت کے ایسے اقدامات سے مجھے مزید تحریک اور حوصلہ ملتا ہے۔ خالصتان پر میرا عزم اور

پختہ ہوتا ہے اور بھارتی انٹیلی جنیس کے ایجنٹ بھی کوئی ڈھنگ کا کام کرنے کے بجائے اس کے ساتھ ہی مصروف رہتے ہیں۔ اس طرح بھارتی حکومت کو بعض اہم اطلاعات سے محرومی کا سامنا بھی یقیناً رہتا ہوگا۔"

چوہان نے عندیہ ظاہر کیا کہ جس تیزی سے مغرب میں خالصتان کے حامیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اس کے بعد یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں اسی کے حامیوں کے حوصلے مضبوط ہو رہے ہیں اور اب کم از کم مغربی دُنیا میں بھارتی حکومت اس کے حامیوں کو معاف نہیں کرے گی اور ان کے لیے مصیبتیں کھڑی کرتی رہے گی۔ اس نے بتایا کہ خالصتان تحریک کو کچلنے کے لیے بھارتی حکومت نے دہلی میں ماسٹر پلان تیار کر لیا ہے۔ اس منصوبے کے مطابق بھارتی انٹیلی جنیس کے ایجنٹ کینیڈا میں بسنے والے سکھوں کے ہر طبقے میں نفوذ حاصل کر چکے ہیں خصوصاً خالصتان تحریک کے حامیوں کا رُوپ دھار کر ہماری صفوں میں بھی گھس آتے ہیں۔

اپنے اگلے فقرے میں شدت پیدا کرنے کے لیے اس نے اپنے ایک ہاتھ کی دونوں انگلیاں جوڑ کر اشارہ کرنے کے انداز میں کہا۔

"بھارتی ایجنٹوں نے ابھی سے خالصتان تحریک میں اپنا رول ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ تماشائی بن کر ہمارے درمیان نہیں رہیں گے بلکہ انھوں نے ہوشیاری اور چالاکی سے خالصتان کے حامیوں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور اس تحریک کے اہم عہدوں پر قابض بھی ہو چکے ہیں۔ خالصتان تحریک کو کچلنے کے لیے بھارتی حکومت نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیتے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے آگے بھی وہ لوگ کہاں تک جا سکتے ہیں؟"

کینیڈین انٹیلی جنیس آفیشلز نے ڈاکٹر چوہان کے اس دعوے کو دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیا کہ کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنیس کے لوگ داخل ہو چکے ہیں اور وہ کینیڈا کے سکھوں کی سلامتی کے لیے یہاں لا اینڈ آرڈر کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا کر سکتے ہیں۔

ڈیپارٹمنٹ آف ایکسٹرنل افیئرز نے اوٹاوہ میں ایک بیان جاری کیا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہمارے پاس اس نوعیت کی کوئی اطلاع نہیں کہ بھارت نے انٹیلی جینس کے کسی ایجنٹ کو کینیڈا بھیجا ہے۔"

اڈٹا وہ میں بھارتی ہائی کمیشن نے ایک بیان میں ڈاکٹر چوہان کے اس بیان کو لغو اور بے بنیاد قرار دے کر اس معاملے پر خاموشی اختیار کر لی۔

اس کے برعکس ٹورنٹو میں چوہان کے پیروکاروں نے اس کی پیشین گوئیوں پر کان دھرے۔ ان لوگوں کو ڈاکٹر چوہان کی خداداد صلاحیتوں پر زبردست اعتماد تھا۔ انھوں نے کہا چوہان کے پاس کوئی ایسی پُراسرار قوت ہے جو اس کو مستقبل میں جھانکنے پر قدرت دلاتی ہوتی ہے۔

وہ مقناطیسی شخصیت کا مالک ہے۔

ایک مرتبہ پنجاب میں اس نے اپنے کلینک پر ایک قریب المرگ مریض کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر اسے شفایاب کر دیا تھا۔ مریض جسے سٹریچر پر لاد کر لایا گیا اپنے قدموں پر چل کر واپس گیا تھا۔ چوہان کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے امراض کی تشخیص پر قدرت رکھتا تھا اور بچپن ہی سے اپنے باپ کے کلینک میں جو خود بھی ڈاکٹر تھا اس کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔ وہ ازراہِ مذاق کہا کرتا تھا کہ میڈیکل میں داخلہ لینے سے پہلے ہی وہ علم الادویات پر عبور حاصل کر چکا تھا۔

چوہان نے اپنے پیروکاروں کو کبھی تشدد کی تلقین نہیں کی تھی وہ سمجھتا تھا کہ جلد یا بدیر وہ اپنی قوم کو یہ سمجھانے لائق ہو جائے گا کہ ان کا ملی تشخص ایک قوم کی حیثیت سے تب ہی برقرار رہ سکتا ہے اگر وہ اپنا الگ وطن خالصتان حاصل کر لیں۔ خالصتان کے حصول کے لیے اس نے پُرامن راستہ اپنایا۔ لیکن ۔۔۔!

ڈاکٹر چوہان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکی کہ اگلے چند سالوں میں سکھ سیاست میں کیا انقلابات برپا ہونے والے ہیں۔ اسے احساس نہیں تھا کہ حالات ایسا رُخ اختیار کریں گے کہ اعتدال پسند سکھوں کو بھارتی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

چوہان نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کر جائے اس نے مسلح جدّوجہد کو نظرانداز کرتے ہوئے پروپیگنڈے کے محاذ پر کام جاری رکھا لیکن دنیا کی کچھ حکومتوں کی اخلاقی اعانت کے باوجود یو این او میں خالصتان کے لیے "آبزرور" کا درجہ حاصل کرنے میں بھی ناکام رہا۔ اس کے باوجود اس کا اعتقاد اسی نظریے پر رہا کہ ہر مشکل مسئلے کا حل مل بیٹھ کر نکالا جا سکتا ہے۔

ان دنوں میں بھی جب خالصتان تحریک ایک پُرامن تحریک تھی فنڈز کی فراہمی کا سب سے بڑا مرکز کینیڈا ہی تھا اور جب یہ تحریک مسلح جدّوجہد کی شکل اختیار کر چکی ہے تب بھی کینیڈا ہی پنجاب میں برسرِپیکار سکھ حریت پسندوں کے لیے فنڈز کی فراہمی کا سب سے بڑا مرکز ہے ۔۔۔ اس تلخ حقیقت کو بھارتی حکومت نے کبھی فراموش نہیں کیا کہ پنجاب میں بھارتی استعمار کو للکارنے والے سکھوں کو فنڈز کی شکل میں تازہ خون کینیڈا سے ہی مل رہا ہے۔ انھوں نے ان فنڈز کو روکنے کے لیے ہر ممکن طریق کار اختیار کیا۔ اس کے لیے کینیڈا میں مقیم سکھوں کو خالصتان تحریک کے خلاف کرنے کے لیے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا۔

اس تحریک کے حامی لوگوں کو ڈرایا دھمکایا گیا۔

انھیں بھارت میں بلیک لسٹ کر دیا گیا۔

بھارتی ویزے پر پابندی لگا دی گئی۔

جس کسی سکھ پر خالصتان حامی ہونے کا شک گزرا اس کے رشتہ داروں کے لیے بھارت میں زندگی اجیرن کر دی گئی۔

لیکن ۔۔۔۔

ایسے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود بھارتی حکومت کو جب ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا کہ سکھوں کو اقوامِ عالم کی نظروں میں ذلیل و رُسوا کیا جائے اور ان کی تحریک آزادی کو تخریب کاری کا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

عنوان دلایا جائے تاکہ مہذب دُنیا میں آزادی پسندوں کے بجائے انھیں تخریب کار کی حیثیت سے پہچانا جائے۔ اس مہم کا آغاز بھی انھوں نے کینیڈا ہی سے کرنے کی ٹھانی۔

اس ضمن میں ۹ اپریل ۱۹۸۱ء کو بھارت کے اس وقت کے وزیرِ داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے پریس کو ایک بیان جاری کیا کہ تشدد پسند خالصتان نواز سکھوں پر بھارتی حکومت کی نظر ہے اور بھارتی حکومت کینیڈا میں خالصتان تحریک کے حامی سکھوں کی سرگرمیوں کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہی ہے۔ اگر ان لوگوں نے بھارتی سالمیت کے لیے خطرات پیدا کرنے کی کوشش کی تو ان کے خلاف مقامی حکومتوں کی مدد سے سخت کارروائی کی جائے گی! اس بیان کے ذریعے بھارت کے وزیرِ داخلہ نے ایک طرح سے خالصتان کے حامی غیر ممالک میں رہنے والے سکھوں کو دھمکی دے دی تھی کہ ان کی "مانیٹرنگ" کی جا رہی ہے اور ملک سے باہر بھی بھارتی حکومت ان کے خلاف کوئی بھی قدم اُٹھا سکتی ہے۔

۱۸ مارچ ۱۹۸۲ء ۔۔۔

کلدیپ سنگھ سمرا اوسگوڈی ہال کورٹ روم میں بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ کرسی پر ایک کونے میں موجود وہ متعدد مرتبہ دروازے کی طرف دیکھ چکا تھا ہر دفعہ اس کی نظریں مایوس لوٹتیں تو اس کی جھنجھلاہٹ مزید بڑھ جاتی۔ اپنی بے چینی پر قابو پانے کے لیے وہ عدالت کے کمرے سے اُٹھ کر باہر چلا گیا اور کمرے کے سامنے موجود گیلری میں ٹہلتا رہا پھر دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آکر بیٹھ گیا۔ بالآخر کینیڈا کی سپریم کورٹ کے جج جون اوسلر نے انٹاریو کی اس کورٹ میں جہاں لوگ ایک اہم مقدمے کی کارروائی سُن رہے تھے اپنا فیصلہ سنانا شروع کیا۔ کلدیپ سنگھ سمرا پتھر کی طرح بے حس و حرکت اپنی جگہ بیٹھا اس کا فیصلہ سنتا رہا۔

اوسگوڈی ہال کی یہ عدالت ٹورانٹو کے ڈاؤن ٹاؤن میں شمال مشرقی کونے پر کوئین سٹریٹ اور یونیورسٹی ایونیو کے عین درمیان واقع تھی جو یہاں کی مصروف ترین شاہراہ ہے۔ ایک سو ساٹھ سالہ پُرانی اس عمارت کو اپنے طرزِ تعمیر سیاہ رنگ کے لوہے کے بڑے بڑے دروازوں، سُرخ اینٹوں کی عمارت اور کشادہ لان کی وجہ سے ہمیشہ سے انفرادیت حاصل رہی ہے۔ اِس عدالت میں کینیڈا کی تاریخ کے بہت سے اہم مقدمات کا فیصلہ سُنایا گیا ہے۔ عدالت کے مختلف کمروں میں قابلِ احترام جج صاحبان پورے عدالتی وقار کے ساتھ براجمان مختلف مقدمات کی کارروائی سننے میں مصروف تھے۔ یہاں کسی ہنگامہ آرائی کا تصور بھی محال تھا اور ۱۹۸۲ء میں گنتی کے چند کورٹ کانسٹیبل بلڈنگ کی حفاظت پر متعین تھے۔ یہ محافظ عموماً ریٹائرڈ لوگوں میں سے لیے جاتے تھے جن کا زیادہ وقت نوم کے بنے

کپوں میں چائے پینے ، ایک دوسرے پر فقرے چُست کرنے اور عدالتوں کے باقی عملے کے ساتھ ہنسی مذاق میں گزرتا تھا۔ ان لوگوں نے کانسٹیبلوں کی وردیاں تو پہنی ہوتی تھیں لیکن ان لوگوں کے پاس اسلحہ نہیں ہوتا۔

کلدیپ سنگھ سمرا جو کچھ کرنے جا رہا تھا ظاہر ہے یہ نہتے کانسٹیبل اس کا گمان ہی نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی کوئی ذہنی طور پر تھوڑی دیر بعد ٹوٹنے والی آفت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ سمرا نے اس عدالت میں پیپ اوینیو گوردوارے میں ہونے والے انتخابات کو رکوا دینے کے لیے درخواست گزاری تھی۔ سکھوں میں اس گوردوارے کی انتظامی کمیٹی کی صدارت کا حصول سکھوں کے لیے بڑی انا کا مسئلہ بن جاتا ہے اس کے لیے لوگ طاقت اور دولت کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ سکھوں میں گوردوارے میں ہونے والی سیاست حالات کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔ کلدیپ سنگھ سمرا نے گوردوارے کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی۔

اسی روز جج ادسلر کی دوسری منزل پر موجود عدالت کے کمرے میں بہت کم گنتی میں لوگ موجود تھے۔ یہ چند لوگ وہ تھے جن کا اس مقدمے کی سماعت سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہا تھا اور آج وہ مقدمے کا فیصلہ سننے کے لیے یہاں موجود تھے۔ جج ادسلر نے اپنے فیصلے میں کلدیپ سنگھ سمرا کی درخواست رد کرتے ہوئے دوسری پارٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ کینیڈا کی اس اعلیٰ ترین عدالت کے جج نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ آئینی طور پر وہ گوردوارے کے الیکشن میں مداخلت کا کوئی حق نہیں رکھتے نہ ہی عدالت یہ محسوس کرتی ہے کہ الیکشن سے امن وامان کا کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے گا کیونکہ یہ الیکشن سکھوں میں معمول کی مذہبی کارروائی کا حصہ ہیں۔

○

سمرا کے لیے عدالت کی طرف سے دیا جانے والا فیصلہ ناقابلِ قبول تھا۔ ٹورانٹو کی سکھ آبادی میں ایک ممتاز مقام کا حامل کلدیپ سنگھ سمرا پہلے بھی کینیڈا حکومت کے بہت سے فیصلوں سے نالاں تھا۔ وہ یہاں کے طریق انصاف سے ہمیشہ شاکی رہا۔ ۱۹۷۵ء

میں جب اسی گوردوارے میں فنڈز میں گھپلے کا مسئلہ کھڑا ہوا اور سمرا نے اس پر احتجاج کیا تو مخالف گروپ نے سمرا اور اس کے بھائی جسپال سنگھ کو چاقو گھونپ کر گوردوارے کے سامنے سڑک پر پھینک دیا تھا۔ دونوں بھائیوں کا خون سڑک پر بہتا رہا لیکن پولیس نے ان کی مدد نہ کی۔ پولیس دیر سے وہاں پہنچی۔ سمرا نے حملہ آوروں کے نام بھی لکھوائے لیکن کینیڈین پولیس نے یہ مقدمہ عدالت تک نہیں پہنچایا۔ اس مقدمے کی سماعت عدالت کے لیے ممکن نہیں تھی کیونکہ پولیس مطلوبہ گواہ فراہم کرنے میں ناکام تھی اور کینیڈا میں صرف مضروب کی گواہی کو کافی نہیں جانا جاتا اس کے لیے موقع کے گواہ درکار تھے جو پولیس کو میسر نہ آسکتے تھے۔ اس صریحاً زیادتی کا ذکر کلدیپ سنگھ سمرا اکثر کیا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اتنے ترقی یافتہ ملک میں بھی اسے انصاف نہیں مل سکا۔

جیسے ہی جج نے اپنا فیصلہ مکمل کیا اچانک ہی سمرا نے پوائنٹ ۳۵۷ کا میگنم پستول نکالا۔ ایک قدم اپنی جگہ سے اُٹھ کر جج کی طرف بڑھا اور اس پر گولیاں برسانا شروع کردیں۔ فائرنگ کرتے ہوئے وہ جج ، عدالت اور کینیڈا کے نظام انصاف کو دیوانہ وار گالیاں دیتا رہا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ عدالت کے نزدیک ہی موجود بار روم میں میگنم کے طاقت ور فائر کی آوازیں سُنی گئیں لیکن وکیلوں نے یہی سمجھا کہ یہ "کریکر" کی آواز ہے۔ شاید سکھوں کی کسی تقریب میں پٹاخے چلائے جا رہے ہیں۔

وکیل ہی کیا . . . نزدیکی عدالتوں میں بھی معمول کے مطابق اس وقت تک کام جاری رہا جب تک کہ لوگوں کو واقعے کی اصلیت کا علم نہیں ہوا۔

اوسگوڈی ہال کی عدالتوں کے کمرے قدرے چھوٹے ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے دو آدمی جو سمرا کی گولیوں کا نشانہ بنے ان کا سمرا سے فاصلہ بمشکل دو تین گز تھا۔ مرنے والوں میں پہلا تو فریقِ مخالف کا وکیل آسکر لونیکا اور دوسرا بھوپندر سنگھ ہنڈوں تھا۔ ہنڈوں سابقہ پہلوان اور اب ٹرک ڈرائیور تھا۔ سمرا کا مخالف اور خاصے اثر ورسوخ کا حامل۔ اسے سکھوں میں ایک مضبوط شخص کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ وکیل آسکر آج پہلی مرتبہ اس کیس کے سلسلے میں عدالت میں پیش ہوا تھا۔ اس کا دوست ڈیوڈ فلپ سمرا

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

کی مخالف پارٹی کا وکیل تھا لیکن آج وہ ضرورت سے زیادہ ہی مصروف تھا اور یوں بھی چونکہ صرف فیصلہ ہی سننا تھا اس لیے اس نے اپنے جونیئر آسکر کو یہاں بھیجا تھا جب سمرا نے فائرنگ شروع کی تو آسکر فونیکا اس ارادے سے اس کی طرف بڑھا کہ اسے فائرنگ سے منع کر سکے۔

اس نے بمشکل دو قدم سمرا کی طرف بڑھائے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر چلایا۔

"کلدیپ فائرنگ بند کرو۔۔۔۔ بند کرو۔"

آسکر فونیکا اسی روز ۳ بجے مر گیا جبکہ پنوں کی موت اس کے دو گھنٹے بعد واقع ہوئی۔ پنوں اپنے ایک مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں آیا تھا اس پر ناجائز پستول رکھنے اور ایک شخص کو دھمکیاں دینے کا الزام تھا۔

سمرا کا تیسرا شکار امرجیت ٹاٹلا تھا۔ جب پہلی گولی پنوں کو لگی تو امرجیت ٹاٹلا جو سیپ گوردوارے کا صدر تھا۔ اور پنوں کے ساتھ ہی ایک میز پر جھکا گوردوارے کا ریکارڈ دیکھ رہا تھا سمرا کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور یہی عمل اس کی سلامتی کا باعث بن گیا۔ بروقت طبی امداد نے اس کی جان بچا لی لیکن امرجیت آج تک اس حادثے کو فراموش نہیں کر پایا۔ یہ خونی ڈرامہ چند سیکنڈ میں اپنے انجام کو پہنچ گیا!

○

سمرا عدالت کے کمرے سے نکل کر بائیں ہاتھ سیڑھیوں کی طرف بھاگا اور کارپیٹڈ سیڑھیاں اُتر کر نیچے پہنچ گیا۔ یہاں سے اس نے ایک بغلی دروازے کی طرف دوڑ لگائی جہاں پارکنگ میں پہلے سے ایک کار سمرا کی منتظر تھی۔ سمرا جیسے ہی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا پہلے سے سٹارٹ کار کے انجن حرکت میں آئے اور دوسرے ہی لمحے کار کوئین روڈ پر بھاگنے لگی۔ یہ اس کی آخری جھلک تھی جو دیکھی گئی اس کے بعد کسی نے آج تک سمرا کو نہیں دیکھا۔

پولیس کو اس بات کا یقین ہے کہ پوائنٹ ۳۵۰ کا میگنم پستول جو سمرا نے استعمال کیا اسی دن علی الصباح ایک مقامی سکھ نے اسے فراہم کیا تھا جو "بلا" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ بلا سمرا کے ساتھی نوجوان سکھوں میں شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو سمرا کے اشارے پر کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتے تھے۔ یہی وہ شخص تھا جو کار سیت باہر سمرا کا منتظر تھا تاکہ اسے فرار میں مدد دے اور محفوظ ٹھکانے تک پہنچائے پولیس آج تک بلا کو گرفتار نہیں کر سکی کیونکہ معاونت جرم کو ثابت کرنے کے لیے بھی انھیں سمرا کو عدالت میں پیش کرنا ہوگا۔

بلا نے اپنی کار میں سمرا کو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ٹورنٹو کے مغربی حصے میں ایٹوبی کوکی ناں علاقے کے ویلو ریج ایونیو کے ایک اپارٹمنٹ میں پہنچا دیا۔ یہاں کی بڑی بڑی بلڈنگیں پناہ گزینوں سے اٹی پڑی تھیں۔ پولیس کو علم ہو گیا کہ سمرا نے یہاں پناہ لے رکھی ہے۔ اس علاقے پر چھاپہ مارا گیا لیکن پولیس کی آمد سے پندرہ منٹ پہلے ہی شکار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بعد میں پولیس کو علم ہوا کہ سمرا اس بلڈنگ کے ایک اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تھوڑی دیر بعد دوسرے میں منتقل ہو گیا اور رات اس نے تیسرے اپارٹمنٹ میں بسر کی۔

اگلے روز سمرا مانٹریال کی طرف محوِ سفر تھا!

مانٹریال سے وینکوور تک اس نے معمول کی پرواز سے غلط نام کے ساتھ سفر کیا۔ یہاں سے اس نے اپنی بیوی کو فون کیا جو اونٹاریو کے اٹارنی جنرل کے آفس میں سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ ٹیلیفون پر اپنے دونوں بچوں کے ساتھ بات کی۔ کینیڈا کی پولیس نے وینکوور کے ایک ٹیلیفون بوتھ سے کی جانے والی اس کال کو "ٹیپ" کیا تھا جب انھیں اطلاع ملی کہ مسز سمرا وینکوور کی طرف سفر کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے تو کینیڈا انٹیلی جنس پولیس کے سارجنٹ جمال خان کو مسز سمرا کے تعاقب کی ہدایت کر دی گئی۔

خان کا تعلق پولیس کے لسانی سکواڈ سے تھا اور اس کی بااصولی کی مثالیں دی جاتی تھیں کیونکہ وہ قانون کی کتابوں سے باہر کچھ بھی کرنے کا قائل نہیں تھا۔ خان مسز سمرا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے سارجنٹ خان کو پہچان لیا تھا اور محتاط بھی ہو گئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے اور دونوں نے ایک دوسرے کی خیریت بھی دریافت کی۔

وینکوور ائرپورٹ پر مسز سمرا کو اس کے استقبال کے لیے آنے والوں نے بڑی پھرتی سے باہر نکالا اور کار میں لے کر ہوا ہو گئے جبکہ سارجنٹ خان ابھی تک مقامی پولیس میں اپنے "ساتھی" کو تلاش کر رہا تھا۔ تین دن تک مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھنے کے بعد خان بے نیل و مرام ٹورنٹو واپس آ گیا۔

سمرا کو ڈھونڈنے کی تمام کوششیں بظاہر ناکام ہو چکی تھیں لیکن ایک موہوم سی اُمید اب بھی باقی تھی۔ عین ممکن تھا کہ وہ کینیڈا کی سرحد عبور کرتا ہوا گرفتار ہو جاتے۔ پولیس کو یقین تھا کہ وہ ویسٹ کوسٹ سے کینیڈا کی سرحد عبور کر کے امریکہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اور یہاں سے پھر کیلیفورنیا جائے گا۔ امریکن بارڈر چیک پوائنٹس کو "ریڈ الرٹ" مل چکا تھا لیکن ایک کسٹم آفیسر نے انٹیلی جنیس کے پاس عندیہ ظاہر کیا کہ اس کی چیک پوسٹ سے دو کاریں جن میں کچھ سکھ سوار تھے۔ امریکہ میں داخل ہوئی تھیں۔ عین ممکن ہے سمرا ان ہی میں سے کسی ایک میں سوار رہا ہو۔

پولیس کے کان کھڑے ہوئے لیکن اب کھیل ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ بعد میں پولیس کے علم میں جو کہانی آئی وہ کچھ اس طرح تھی کہ دو روز پہلے کینیڈا سے دو کاریں جن میں سکھ سوار تھے سرحد پر پہنچیں۔ کار سواروں کی منزل واشنگٹن تھی۔ دونوں کاریں کسٹم چیک پوائنٹ پر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ امریکن کسٹم والوں نے اگلی کار کو کلیئر سگنل دے دیا دوسری کار کلیئر ہونے کے لیے کسٹم بوتھ کی طرف بڑھی اچانک ہی پیچھے سے آنے والی ایک ویگن نے کار کو ٹکر ماری۔ دھماکے کی آواز سن کر امریکن کسٹم کے لوگ اسی طرف لپکے۔ عین ان لمحات میں جب لوگ اس طرف متوجہ تھے کار سواروں میں سے ایک سکھ جو سمرا تھا اس افراتفری میں آنکھ بچا کر اس کار میں جا بیٹھا جو پہلے ہی "کلیئر" ہو چکی تھی اور آرام سے سرحد عبور کر گیا۔

بظاہر تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ سمرا نے آسانی سے سرحد عبور کر لی ہو گی لیکن کینیڈین انٹیلی جنیس کی رپورٹ ہے کہ سمرا نے فرار سے پہلے اپنے لیے جعلی دستاویزات تیار کروالی تھیں جن کی مدد سے اس کی شناخت تبدیل ہو چکی تھی کاغذات تیار کروانے کے لیے سمرا نے بھارتی قونصلیٹ میں اپنے ایک "دوست" کی مدد حاصل کی تھی جس نے اس کے لیے بھارتی پاسپورٹ کا بندوبست کیا جہاں اس کا نام بدل چکا تھا۔

کینیڈا سے امریکہ پہنچنے کے بعد سمرا نے کچھ عرصہ کے لیے کیلیفورنیا کی یوبا کاؤنٹی میں گزارا۔ شمالی امریکہ میں یہ سکھوں کی سب سے بڑی کاؤنٹی شمار ہوتی ہے۔ یوبا سٹی کیلیفورنیا کی فروٹ بیلٹ پر آباد ہے اور یہاں سکھوں کے بڑے بڑے پھلوں کے فارم ہیں یہ دراصل وہی سکھ ہیں جن کے آباؤ اجداد اس صدی کے اوائل میں برٹش کولمبیا میں آباد ہوتے تھے۔ یہاں کے سکھ اتنے متمول اور بااثر ہیں کہ مقامی انتظامیہ ان سے عموماً خوفزدہ رہتی ہے۔ سکھوں کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سٹیٹ میں "گورو نانک ڈے" پر سرکاری طور پر چھٹی کی جاتی ہے۔

سمرا کے حادثے کے ایک ماہ بعد جب کینیڈین انٹیلی جنیس نے یہاں کے مقامی شیرف سے رابطہ کر کے اس کی یہاں موجودگی کا شبہ ظاہر کیا تو شیرف نے کہا۔

"اگر وہ یہیں پر چھپا ہوا ہے تو میں آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے یہاں تلاش نہیں کر سکتی۔"

۱۹۸۴ء میں انکشاف ہوا کہ سمرا پنجاب پہنچ چکا ہے۔ بھارتی پولیس کو مطلع کیا گیا لیکن کسی نے اسے گرفتار نہیں کیا بلکہ باور کیا جاتا ہے کہ وہ امریکہ سے میکسیکو چلا گیا تھا جہاں سے وہ مڈل ایسٹ پہنچ گیا۔ یہاں اس نے دوبئی یا پھر کسی اور سٹیٹ میں قیام کیا تھا۔ صدیوں سے ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے درمیان تجارتی روابط قائم ہیں اس کے لیے زیادہ تر دوحہ کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ دو ہزار سال پرانی بندرگاہ آج بھی جوں کی توں قائم ہے۔ بھارت کی جنوبی کھاڑی دوحہ اور ممبئی کو آپس میں ملاتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ ۶۰ء اور ۷۰ء کے عشرے میں جب بھارت نے غیر ملکی درآمدات پر پابندی عائد کردی تھی اس کے بعد سے سونے اور دیگر غیر ملکی اشیاء کی سمگلنگ کے لیے یہی راستہ استعمال ہو رہا ہے۔

بمبئی کے سمگلر دوحہ کے راستے سونا، گھڑیاں، ٹرانسسٹر، ریڈیو، چین اور دیگر غیر ملکی مصنوعات لے کر بھارت آتے ہیں۔ بمبئی کی پولیس افسر شاہی اور سیاست دان اس اربوں روپے کی غیر قانونی تجارت میں پوری طرح ملوث ہیں انھیں ان کا حصہ گھر بیٹھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ بھارت کے نامور سمگلروں میں حاجی مستان خان کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ شخص بھارت کے مغربی ساحل پر واقع ایک تحصیل کونکان کا رہائشی بتایا جاتا ہے۔ حاجی مستان نے دنوں میں شہرت حاصل کی تھی۔ اس کی بڑی وجہ اس کے سیاست دانوں اور حکومتی عہدیداروں سے تعلقات بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اندرا کانگریس کو لاکھوں روپے کی چندے کی صورت مدد دیا کرتا تھا۔ اس کے دبدبے اور سرکار دربار میں عزت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سیاست دان اس کی پارٹیوں میں شمولیت کو اپنا اعزاز جانتے تھے۔

سمرا حاجی مستان کے کسی ایجنٹ کے ذریعے اسی سمندری راستے سے لانچ کے ذریعے بھارت پہنچا۔ اس طرح وہ بھارت میں اپنی آمد کے "اندراج" سے بھی محفوظ رہا۔ پنجاب کی ایک کروڑ ستر لاکھ کی آبادی میں سمرا کو ڈھونڈنا پنجاب پولیس کے لیے ناممکن تھا۔ یہاں روزانہ خالصتان نواز سکھوں سے مقابلہ رہتا تھا اور لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو سنبھالے رکھنا ہی ناممکن ہو رہا تھا۔ جہاں روز درجنوں لوگ مقابلوں میں مارے جاتے تھے۔ وہاں پولیس کینیڈا میں دو افراد کے قاتل کو کہاں تلاش کرتی۔ کینیڈین پولیس کو ہر مرحلے پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا خصوصاً اس اطلاع کے بعد کہ وہ پنجاب میں پہنچ چکا ہے اور بھارتی پولیس کی طرف سے اظہار مایوسی کے بعد سے تو کینیڈین پولیس نے بالکل ہی حوصلہ ہار دیا اور اس حادثے کے ایک سال بعد ہومی ساتیڈ منسٹر ڈیوڈ نے ایک بیان میں کہا۔

"بھارتی ہر کوشش بُری طرح ناکام ہوتی ہے۔ ابھی تک پولیس نے سمرا کی فائل بند تو نہیں کی لیکن اس پر کوئی کارروائی بھی نہیں ہو رہی۔"

سمرا کیس کینیڈین پولیس کے ماتھے پر ایک بدنامی کا داغ ہے۔ اس کی کامیابی کی وجہ دراصل اس کے وہ "مضبوط رابطے" تھے جو اس نے یہاں ۱۹۷۰ء کے بعد سے استوار کیے۔ اس کے دوستوں میں اس کے نوجوان اور پرجوش حامیوں کے علاوہ مقامی بھارتی ڈپلومیٹس اور ٹورانٹو میں موجود ایسٹ انڈین تھے۔

سمرا کی کہانی بہت عجیب ہے وہ جالندھر کے لائلپور خالصہ کالج کا گریجوایٹ تھا اور کینیڈا میں بڑے خواب لے کر آیا تھا لیکن یہاں اس کی بی ایس سی کی ڈگری کسی کام نہیں آسکتی تھی کیونکہ کینیڈا کی کوئی یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی ڈگری کو تسلیم نہیں کرتی یہاں صرف بمبئی، دہلی، کلکتہ اور مدراس یونیورسٹیوں کی جاری شدہ ڈگریاں ہی تسلیم کی جاتی ہیں۔ اس صورت حال نے اسے بڑا دل برداشتہ کیا اور وہ ایک مقامی گلاس ساز فیکٹری میں کام کرنے لگا۔ اسی فیکٹری میں کام کے دوران اس کا ایک انگوٹھا بھی مشین میں آکر کٹ گیا۔ جب سمرا فرار ہوا تو کینیڈین پولیس نے اس کی جسمانی نشانیوں میں اس کے کٹے ہوئے انگوٹھے کی خصوصاً تشہیر کی تھی۔

سمرا کی زندگی نے پہلا اہم موڑ ۱۹۷۰ء کے آغاز میں لیا جب ٹورانٹو اور وینکوور میں پاکستانی اور بھارتی نژاد باشندوں پر مقامی آبادی کی طرف سے حملوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مقامی گوروں کے ایک گروپ نے لسانی بنیادوں پر یہ وارداتیں شروع کی تھیں جن میں ایشیائی لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی بہیمت کا نشانہ بنایا گیا۔ اس ظلم و ستم کے ردعمل میں ایشیائی نوجوانوں نے اپنا ایک گروپ انڈین ڈیفنس کمیٹی (آئی ڈی سی) کے نام سے قائم کیا۔ جس میں سمرا نے بھی شمولیت اختیار کر لی۔ اس چھوٹے سے گروپ کا ہیڈ کوارٹر سمرا کا گھر تھا جہاں ہاٹ لائن پر ممبران کا سلسلہ ایک دوسرے سے قائم رہتا۔ ان لوگوں نے "اینٹ کا جواب پتھر" کا نعرہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لگایا تھا جہاں سے بھی ان کو ایشیائی باشندوں پر حملہ کی اطلاع ملتی یہ لوگ فوراً اس کا بدلہ کسی گورے کو مار پیٹ کر اُتار لیتے ۔ چونکہ اس گروپ میں زیادہ تعداد مارکسسٹ نظریات کے حامل بائیں بازو کے لوگوں کی تھی اِس لیے یہ لوگ جلد ہی برٹش پولیس اور اینٹی جنیس کی نظروں میں آگئے ۔

سیکورٹی سروس کے علم میں یہ بات آئی کہ سمرا کے گروپ کے لوگوں کے پاس آتشیں اسلحہ بھی آچکا ہے ۔ یہ لوگ آہنی مُکّوں سے ہمیشہ مسلح رہتے ہیں اور بات کرنے سے پہلے وار کرنے کی پالیسی پر کاربند اور نسلی تعصب کے خلاف ایشیائی لوگ جو جلوس نکالتے تھے اس میں موجود سمرا گروپ کے لوگ خاص طور سے پولیس پر حملہ آور ہوتے تھے ۔ ۱۹۸۰ء جولائی میں سمرا کو ایک ایسے ہی جلوس کے درمیان ایک پولیس آفیسر پر حملہ کر کے اسے زخمی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ۔ سمرا کے رویئے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ "ڈاؤن ٹاؤن" میں ایک روایتی بدمعاش قسم کے ہیرو کا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ ایسے بدمعاش ہیرو ہندوستان میں اکثر پائے جاتے ہیں ۔ جلد ہی وہ مقامی لوگوں کے علاوہ انڈین نیشنل کانگریس اور کمیونسٹ پارٹی آف کینیڈا میں مقبول ہونے لگا ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مقامی دولت مندوں سے بھی اس کے گہرے مراسم قائم ہو گئے تھے ۔

ایک وقت میں جبکہ وہ مغربی سوسائٹی کا دلدادہ تھا اس کی عادت تھی کہ اپنے دوستوں کو پنجابی گانے سُناتے ہوئے قیمتی شراب سے ان کی تواضع بھی کرتا تھا اپنے ایک کروڑپتی دوست سے اس کا تعارف ٹورنٹو میں انڈین وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلووالیہ سے ہوا ۔ شراب پر روز بروز بڑھنے والے مقامی اور حکومتی ٹیکس سے غیر ملکی سفارت خانے مستثنیٰ تھے ۔ آہلووالیہ قونصلیٹ سے چند ڈالر کے عوض شراب کے کریٹ لے آتا اور سمرا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اس کی محفلیں جمنے لگیں ٹریول ایجنٹوں اور کونسلر کی دوستی کی وجہ سے سمرا کو کبھی شراب اور دولت کی کمی کا شکوہ نہیں رہا اس نے پنجاب میں اپنے گھر والوں کی خوب مدد کی اور دنوں میں ان کی بھی قسمت

بدل دی ۔

اس کے "دوستوں" نے جب دیکھا کہ سمرا اب ان کے قابو آگیا ہے تو اس کو "پیپ گوردوارے" پر کنٹرول کا مشورہ دیا ۔ جہاں سمرا کے لیے دو بہترین دلچسپیاں موجود تھیں ۔ ایک تو اس دَور میں یہ ٹورنٹو کا واحد گوردوارہ تھا جہاں سینکڑوں ڈالر کا روزانہ چڑھاوا چڑھتا تھا اور گوردوارے کے نام پر سینکڑوں ملین ڈالر کی زمین دگہان ٹاؤن شپ میں شہر کے شمال میں موجود تھی ۔ اس کے ساتھ یہ گوردوارہ بھارتی سیاست کا کینیڈا میں گڑھ سمجھا جاتا تھا ۔ یہی وہ گوردوارہ تھا جہاں ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے سب سے پہلے اپنا خالصتان سے متعلق نظریہ پیش کیا تھا ۔ اس کے بعد سے گوردوارے سے ملحقہ سکھوں کی اکثریت خالصتان تحریک کی حمایت کرنے لگی تھی ۔ سمرا کو یقین تھا کہ اگر اس نے گوردوارے کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی تو وہ خالصتان مخالف سکھوں کی قیادت بھی سنبھال لے گا ۔ اس طرح وہ متعلقہ فریق کو بلیک میل کر کے اچھی خاصی دولت جمع کر سکتا تھا ۔ ۱۹۸۷ء تک جب اس گوردوارے پر خالصتانیوں نے دوبارہ قبضہ جما لیا ۔ اس گوردوارے کی شہرت "بھارت حمایتی" گوردوارے کی ہی تھی ۔

سمرا کی "اینٹی خالصتانی" شہرت جلد ہی دم توڑنے لگی جب اس نے آہستہ آہستہ اپنے انڈین ایفرواشین کمیٹی اور دوسرے بائیں بازو کے ساتھیوں سے نجات حاصل کر لی ۔ ۱۹۸۱ء تک اسے خالصتان کا حامی سمجھا جانے لگا ۔ کیونکہ ۱۹۸۱ء میں جب خالصتان کی جلاوطن حکومت کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر چوہان نے کینیڈا کا دورہ کیا اور بلور سٹریٹ ویسٹ میں مشہور خالصتان نواز سکھوں کے ریسٹورنٹ پر اس نے اپنے حمایتیوں کے ایک استقبالیہ سے خطاب کیا تو کینیڈین کے ساتھ ساتھ "را" کے بھی بے شمار سیکورٹی کے لوگوں نے اس پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی ۔ یہاں ڈاکٹر چوہان نے اپنے مستقبل کے عزائم پر لیکچر دیا ۔ جب اس کا لیکچر ختم ہوا تو سمرا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

جو وہاں موجود تھا اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر چوہان کو مخاطب کرتے ہوئے محتاط رہنے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ گوردوارے میں جب وہ تقریر کر رہا تھا تو "را" کے ایجنٹ وہاں موجود تھے۔

"میں ایک آدمی کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

اس نے کہا۔

"اس شخص کو میں نے کئی دفعہ قونصلیٹ میں دیکھا ہے۔"

ڈاکٹر چوہان نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اسے علم تھا کہ "را" یہاں موجود ہے اور اس نے جان بوجھ کر "را" کو غلط اطلاعات فراہم کی ہیں تاکہ اس کے صحیح عزائم کا بھارتی حکومت کو ادراک بھی نہ ہو سکے۔

اِس میٹنگ میں ڈاکٹر چوہان سمرا کی جرأت سے بہت متاثر ہوا بعد میں اس کا ٹورنٹو میں سب سے نزدیکی سیاسی ایڈوائزر پریتم سنگھ نے سمرا سے بہت کچھ سیکھا۔ پریتم سنگھ نے ڈاکٹر چوہان کو بتایا کہ سمرا نے دو ہزار سکھ ریفیوجیوں کے سلسلے میں ان کی بہت مدد کی۔ وہ سکھوں کے مقامی مسائل خصوصاً پولیس کے معاملات میں ان کا مددگار رہے لیکن بھارت سے علیحدگی کی قیمت پر وہ خالصتان کی حمایت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر چوہان کی خواہش تھی کہ وہ سمرا سے ایک الگ میٹنگ کرے۔ یہ میٹنگ پھر دسمبر ۸۱ء میں پریتم سنگھ کے گھر پر ہوئی جہاں دونوں نے دو گھنٹے علیحدگی میں بات چیت کی۔ اس دوران ڈاکٹر چوہان نے اسے مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا بہت جلد کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جینس اپنے گھناؤنے کھیل کا آغاز کرنے والی ہے۔ سمرا ڈاکٹر سے علیحدہ ہوا تو وہ ایک مکمل بدلا ہوا انسان تھا۔ اس نے سکھ دھرم کی حفاظت کی قسم کھا لی تھی۔ اب وہ مکمل خالصہ اور پکا خالصتانی بن چکا تھا۔

"مجھے اس کے متعلق ہمیشہ شک رہا۔ اس کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا جو بہت موٹا ہے مجھے تشویش میں مبتلا کرتا رہا۔ آپ جانتے ہیں کیر دنے

ایسے لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ ان کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی تاریک پہلو ضرور ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے بعد میں ایک موقع پر اس کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"سمرا کے فرار کے بعد کینیڈین پولیس پر سمرا اور بھارتی وائس قونصلیٹ آہلووالیہ کی دوستی کا راز منکشف ہوا تو تفتیش کا رُخ بھارتی قونصل خانے کی طرف موڑنا پڑا۔ آہلووالیہ دو ہزار سکھ ریفیوجیوں کی کینیڈا میں آمد سے کچھ عرصے پہلے ہی ۸۱ء میں بھارتی قونصل خانے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی آمد کے کچھ عرصے بعد ہی انکشاف ہوا کہ مقامی اخبار "نئی دھرتی" کا ایڈیٹر گوردیال کنول آہلووالیہ سے پیسے لے کر اس کے فراہم کردہ مضامین اپنے اخبار میں شائع کرتا ہے۔ بعد میں کنول نے انکشاف کیا کہ آہلووالیہ نے ان سکھوں میں سے بیشتر کو پانچ سال پرانی تاریخوں میں پاسپورٹ فراہم کیے تاکہ انھیں کینیڈا گورنمنٹ کی طرف سے حال ہی میں جاری شدہ ایک قانون کا فائدہ حاصل ہو جائے اور وہ یہاں شہریت کے حقوق حاصل کر لیں۔ وہ جاسوس نہیں تھا، سکھوں کا دوست تھا۔"

کنول اپنے اس دعوےٰ پر بضد رہا۔

آہلووالیہ کے متعلق مقامی سکھ ایسوسی ایشن نے دعویٰ کیا کہ وہ بھارت کی ملٹری انٹیلی جینس کا آدمی ہے اور اس سے پہلے تبت میں بھی کسی اور "کور" کے ساتھ قیام پذیر رہ کر جاسوسی کی خدمات انجام دے چکا ہے۔ اس نے کینیڈا میں آتے ہی علیحدگی پسند سکھوں کے خلاف اپنا ایک گروپ قائم کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ مقامی سکھ سیاست کو اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کر سکے۔ اس مقصد کی برآوری کے لیے اس نے مقامی سکھ لیڈروں سے دوستی کی پینگیں بڑھاتی تھیں۔ اس کے متعلق ایک مقامی سکھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے انکشاف کیا ہے کہ آہلووالیہ نے اسے مشورہ دیا تھا کہ اپنا کاروبار یہاں سے یونگی اور بلور سٹریٹ پر انڈین سفارت خانے کے ساتھ ہی منتقل کر لے۔ وہ اس سکھ کے ذریعے اپنا "سیف ہاؤس" بنانا چاہتا تھا جسے براہِ راست سفارت خانے سے کنٹرول کیا جا سکے اور دیوار ملحق ہونے کی وجہ سے اس پر کینیڈین انٹیلی جنیس کی نظر بھی نہ پڑے۔

یہ سکھ بڑا ہوشیار نکلا اور آہلووالیہ کے تمام راز حاصل کر کے اس کے جال سے نکل گیا۔

آہلووالیہ کو دوسری ناکامی اس وقت ہوئی جب اس نے مقامی سکھ ہفت روزہ "دی سپوکس مین" پر کنٹرول حاصل کرنا چاہا۔ یہ سکھوں کا مقامی ہفت روزہ تھا جس نے ۱۹۸۴ء کے بعد سے ڈٹ کر بھارتی حکومت کی مخالفت اور خالصتان کی حمایت شروع کر دی تھی۔ آہلووالیہ اس کا رخ اپنی طرف موڑنا چاہتا تھا۔ اخبار بڑا بارسوخ تھا لیکن تجارتی خسارے کا شکار۔ آہلووالیہ نے اس پر اشتہارات کا جال پھینکا اور سٹیٹ بنک آف انڈیا کی طرف سے باقاعدہ دفتر خرید کر دینے کی پیش کش بھی کی لیکن اس کی پیشکش ٹھکرا دی گئی اور ۱۳ مقامی سکھوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی جس نے اخبار کو سنبھالے رکھا۔

آہلووالیہ نے ہمت نہ ہاری اور ۱۵ ہزار ڈالر کی مالیت سے پرنٹنگ پریس لگانے کی پیش کش بھی کی۔ لیکن اس کا یہ حربہ بھی کسی کام نہ آیا۔

آہلووالیہ کے حصے میں صرف ناکامیاں ہی نہیں آئیں اس نے بہت سے کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ اس کی ایک مثال ٹورنٹو کے فوٹوگرافر داتندر سنگھ سوڈھی کی کہانی ہے۔ ایک روز سوڈھی نے دیکھا کہ ایک عورت اس کی دکان کے تہہ خانے میں موجود فوٹو سٹیٹ مشین پر اس کے تہہ خانے میں رکھی اس فائل کی فوٹو کاپیاں بنا رہی تھی جس میں مقامی سکھ تنظیم کے اراکین کے نام اور ایڈریس لکھے تھے۔ یہ عورت سوڈھی کی سابقہ گرل فرینڈ تھی۔ اور آج کل آہلووالیہ کے لیے کام کر رہی تھی۔ اپنی سابقہ دوستی کے سہارے وہ سوڈھی کے نزدیک پہنچی اور اس کا اعتماد حاصل کر کے اب آہلووالیہ کے

لیے سکھ تنظیم کے ممبران کی فہرست حاصل کر رہی تھی۔ اس واقعے کے بعد آہلووالیہ کے بیوی بچے تو کینیڈا فوراً منتقل ہو گئے اور وہ خود نوکری سے استعفیٰ دے کر بزنس کرنے لگا۔ بعد میں علم ہوا کہ وہ ایران میں ہے اور امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کا بزنس کر رہا ہے۔

سمرا کے فائرنگ والے واقعے سے پہلے آہلووالیہ نے اپنے قونصل جنرل کی معرفت میٹروپولیٹن پولیس سے اچھے تعلقات استوار کر لیے تھے اور کئی اعلیٰ پولیس افسر اس کے ذاتی دوستوں کے حلقے میں شامل ہو گئے تھے۔ اس نے کئی دفعہ تفتیشی معاملات میں پولیس کی مدد کر کے ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لی تھیں کئی پاکستانی اور بھارتی نژاد باشندوں کے متعلق اس نے پولیس کو اہم معلومات فراہم کی تھیں اس بات پر حیرانی بالکل نہیں ہوتی کہ سمرا کی تلاش کے لیے بھی پولیس نے آہلووالیہ کی مدد حاصل کی۔ ایک وائس قونصلیٹ جو اپنے ملک کے مفادات کی ترجمانی کرتا ہے یا پھر لوگوں کے ویزوں کے مسائل سے نمٹتا ہے ٹورنٹو کی سکھ برادری میں بڑی تیزی سے اپنا سیاسی مقام بنا رہا تھا۔ بلاشبہ وہ انٹیلی جنیس کے لیے کام کر رہا تھا۔

ایک پولیس آفیسر جس نے ۱۹۸۵ء میں آہلووالیہ کے اعزاز میں منعقدہ الوداعی تقریب میں اہم رول ادا کیا تھا نے کہا۔

"سکھوں سے متعلق ہماری فائلیں تیار کرنے میں اس نے دل کھول کر ہماری مدد کی۔ وہ عورتوں اور شراب کا رسیا تھا اور ہمارے ساتھ مل کر عیاشی کیا کرتا تھا۔ اس نے سکھ برادری میں خود کو "اندرا دشمن" کی حیثیت سے متعارف کروا رکھا تھا۔ وہ اندرا گاندھی کے لیے کُتیا کا لفظ استعمال کر کے سکھوں کے جذبات اُبھارتا اور ان کے دلوں کا حال جان کر ان کے فائل اپنے مالکان کے پاس تیار کرواتا رہا۔ وہ ایک ہی وقت میں کینیڈا کی پولیس کا دوست اور بھارتی انٹیلی جنیس کا ایجنٹ تھا۔ اس نے کینیڈا پولیس کو بتایا تھا کہ سکھ بہت بیوقوف ہیں لیکن بے حد

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

خطرناک بھی ۔ وہ پیدائشی خطرناک اور خونخوار ہیں۔ کبھی کبھی وہ کنیڈین انٹیلی جنس کو انڈین حکومت کے متعلق کوئی "ٹپ" بھی دے دیا کرتا تھا۔

پولیس نے ایک ٹریول ایجنٹ سے بھی سمرا کے روابط کا پتہ لگایا یہ شخص آج کل لاس اینجلس میں رہتا ہے اس کے گھر پر بھی پولیس نے سمرا کے فرار کے بعد چھاپہ مارا تھا۔ ۸۴ء میں پولیس نے اس کے خلاف عدالت میں لاکھوں ڈالر کے ایک فراڈ کا کیس بھی پیش کیا لیکن دونوں مرتبہ ناکامی کا منہ دیکھا۔ پولیس کو یقین ہے کہ سمرا کے فرار میں اس کی معاشی مدد اس ایجنٹ نے کی تھی جس کے بیک وقت بھارتی قونصلیٹ اور حاجی مستان سے خصوصی تعلقات تھے۔ کینیڈین پولیس نے سمرا کے لیے پرائیویٹ جاسوسوں کی مدد بھی حاصل کی۔ اس کے مخالفین کا مکمل تعاون پولیس کے ساتھ تھا۔ جنھوں نے ڈیٹرائیٹ میں دو پیشہ ور قاتلوں کو ۲۵ ہزار ڈالر کے ساتھ سمرا کے قتل کی مہم سونپی لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بعد میں سمرا کے لیے ایک لاکھ ڈالر کے انعام کا اعلان بھی کیا گیا۔ جب پولیس کو یقین آ گیا کہ وہ بھارت پہنچ چکا ہے تو وفاقی وزارت انصاف کی خدمات حاصل کی گئیں لیکن کینیڈا اور بھارت کے درمیان ملزمان کے تبادلے کا کوئی معاہدہ نہ ہونے کے سبب یہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

○

جب بین الاقوامی عدالت انصاف کے ذریعے رجوع کیا گیا تو بھارتی انٹیلی جنس نے کینیڈین سیکورٹی کے ساتھ ایک سودے بازی پر معاملہ طے کرنا چاہا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ سمرا کو کینیڈا کے حوالے کر دیں گے لیکن اس کے بدلے کینیڈا تلوندر سنگھ ببر کو ان کے حوالے کر دے۔

تلوندر سنگھ ببر کینیڈا میں ببر خالصہ کا لیڈر تھا جو بھارت میں دو پولیس افسران کو قتل کرنے کے مقدمے میں مطلوب تھا۔ اس طرح دو آدمیوں کے قاتل کے بدلے بھارت نے بھی دو آدمیوں کا قاتل طلب کیا تھا۔ یہ ایک طرح کی کھلی بلیک میلنگ تھی، جس کے سامنے کینیڈا نے جھکنے سے انکار کر دیا اور یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

جنوری ۸۷ء میں جب کینیڈا اور بھارتی حکومت کے درمیان مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ طے پا گیا تو کینیڈا نے سب سے پہلے سمرا کی ڈیمانڈ کی۔ اس کے جواب میں بھارتی حکومت نے کہا کہ طویل عرصے سے سمرا پولیس کی نظروں سے اوجھل ہے اور ان کی اطلاعات کے مطابق وہ بھارت سے فرار ہو کر کسی اور ملک میں چلا گیا ہے۔ یہ بھی ایک ایسا ملک جہاں ۲۴ گھنٹے اس کی جان کو خطرہ لاحق تھا وہاں وہ کب تک رہ سکتا تھا۔ اس کی اگلی منزل کونسی تھی یا اس نے کس براعظم کا رُخ کیا۔ اس سوال کا بھارتی حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

سمرا کے واقعے نے ۷۰ء کے بعد سے سکھوں کے امیج کو کینیڈا میں بُری طرح تباہ کر دیا۔ وہ لوگ سکھوں کو ایک محنتی اور ایماندار قوم کی حیثیت سے جانتے تھے اور اب سکھوں کے متعلق ان کی رائے بدلنے لگی تھی اب وہ انھیں ناقابل سمجھ اور خطرناک گرداننے پر مجبور ہو رہے تھے۔

کینیڈا کی پولیس اور سیکورٹی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کینیڈا میں سکھوں کے امیج کو تباہ کرنے کی یہ پہلی بھارتی انٹیلی جنس کی کامیاب سازش تھی۔ ایک خفیہ آپریشن ترتیب دے کر انھوں نے سکھوں کے متعلق مقامی آبادی کے نظریات کامیابی سے بدل دیئے۔ باور کیا جاتا تھا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو سکھوں کو کینیڈا میں ایک قابل نفرت قوم کی حیثیت سے پہچانا جاتے گا۔

○

جیریس فرنانڈس کے ذہن میں اپنے اور میٹرو پولیس کے ساتھی کانسٹیبل کے ساتھ پیش آمدہ واقعات کی فلم چل رہی تھی۔ اسے ۲۹ دسمبر ۸۲ء یاد آ رہا تھا۔ وہ لوگ ایک بجے دن ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ سیکورٹی کے دوہرے نظام سے گزرتے ہوئے بالآخر وہ مطلوبہ آفیسر کے ڈیسک تک پہنچ گئے۔ آفیسر نے ان کے کاغذات کا معائنہ کیا اور اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ لوگ پولیس کے مختلف نسل کے لوگوں کے مسائل کو حل کرنے والے گروپ کے ملازم ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ دونوں آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز کے ایک آفیسر سے ملنے آئے ہیں۔ آفیسر کا نام بتانے

پر ان کی باہمی گفتگو کا خاتمہ ہوا۔

سیکورٹی سروسز کے لوگ قومی سالمیت، جاسوسی اور خفیہ سروس کے لیے کام کرتے تھے۔ ان معاملات پر دفتر کی اس لابی میں بات نہیں کی جا سکتی تھی۔ دونوں کو سیکورٹی سروسز کے خصوصی آفس میں ان کے مطلوبہ آدمی کارپورل ڈیوڈ کریپ تک پہنچایا گیا۔

کریپ نے ان کے لیے کافی کا آرڈر دیتے ہوئے فرنانڈس سے اس کی حالیہ کارکردگی دریافت کی۔ دوسرے آفیسرز کی طرح فرنانڈس بھی فائرنگ سے پہلے اس سے مل چکا تھا۔ کارپورل مارول خوش قسمتی کے سبب چند میٹر کی دُوری کی وجہ سے فائرنگ سے بچ گیا تھا۔ فرنانڈس پر ۱۴ر نومبر ۸۲ء کو سکھوں کے ایک جلوس سے گولی چلائی گئی تھی۔ یہ فائرنگ انڈین قونصلیٹ کے بالکل سامنے والی گلی سے جلوس پر کی گئی تھی لیکن سیکورٹی سروسز کے لوگوں سے ملاقات کی وجہ صرف فائرنگ کا یہ واقعہ نہیں تھا۔ اس کا سبب کچھ اور بھی تھا۔ اصل میں جس بات نے انھیں محکمہ جاسوسی کے اس دفتر تک آنے پر مجبور کیا تھا وہ ایک اطلاع تھی۔

فرنانڈس کو علم ہوا تھا کہ مقامی سکھ آبادی میں انڈین قونصلیٹ کے ایجنٹوں کے ذریعے یہ تحریک پیدا کی گئی تھی جس کے سبب فائرنگ کا واقعہ ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ فائرنگ کے اس واقعے میں ٹورنٹو کا انڈین قونصلیٹ ملوث تھا۔ ان کے پاس اس بات کا ثبوت بھی موجود تھا کہ ان پر جو فائرنگ ہوئی تھی وہ براہِ راست بھارتی قونصلیٹ کی ہدایت پر کی گئی تھی اور یہ کہ ابھی تک انھوں نے سکھوں میں روز بروز بڑھتی بے چینی اور تشدد کی لہر کا جائزہ لینے کے لیے اپنے طور پر کچھ نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس ابھی تک بھارتی پولیس کی طرف سے فراہم کردہ معلومات ہی پر انحصار کیا جا رہا تھا۔

فرنانڈس نے اس وقت کے اپنے انچارج آفیسر سارجنٹ ایڈسے سے اس بات کا تذکرہ کیا تھا۔ ایڈسے نے اس کی بات بڑے دھیان سے سُننے کے بعد اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ فوری طور پر مقامی انٹیلی جینس یونٹ کو خبر کرے اور پھر آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز سے بھی رابطہ قائم کرے۔ ایڈسے کو یقین تھا کہ نیشنل پولیس کے لوگوں نے سکھوں کی حرکات پر کڑی نظر رکھی ہوگی اور انھیں شاید بھارتی سفارت خانے کی طرف سے سکھوں کے معاملات میں مداخلت کا علم بھی رہا ہوگا۔ جب فرنانڈس کی فراہم کردہ اطلاع کا تجزیہ میٹرو پولیس انٹیلی جینس نے کیا تو اسے صحیح پایا۔ جس پر انھوں نے فرنانڈس کو فوراً آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی۔

سیکورٹی سروسز کے لوگوں کے ساتھ اپنی بات چیت کے دوران انھوں نے سکھوں کے اس جلوس میں کی جانے والی فائرنگ اور اس کے پس پردہ کارفرما بھارتی سفارت خانے کا سارا واقعہ بلاکم و کاست بیان کر دیا۔

سکھوں نے یہ جلوس اتوار کی دوپہر کو بھارتی پنجاب میں سکھوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف نکالنے کا اعلان کیا تھا۔ دو روز پہلے بھی فیڈریشن آف سکھ سوسائٹی کینیڈا کی طرف سے نیویارک میں یو این ہیومن رائٹس کمیٹی کے سامنے اس ضمن میں مظاہرہ کیا گیا اور احتجاجی مراسلہ پیش کیا گیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ بے گناہ سکھوں کو پولیس گھروں سے اغوا کر کے لے جاتی ہے۔ ان پر بے جا تشدد کیا جاتا ہے حتیٰ کہ انھیں دورانِ تشدد جان سے مار دیا جاتا ہے۔ فیڈریشن کی طرف سے اقوامِ متحدہ کو کہا گیا تھا کہ ان حالات نے پنجاب میں سکھوں پر زندگی تنگ کر دی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے غیر ممالک میں رہنے والے سکھ بھی بہت متاثر ہو رہے ہیں۔

اس مظاہرہ میں نمایاں حصہ لینے والی سکھ تنظیم کا تعلق اولڈ ویسٹن روڈ گوردوارے سے تھا۔ یہ گوردوارہ ۷۵ء میں اس وقت بنا تھا جب پیپ گوردوارے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں دو گروہوں کی آپس میں ٹھن گئی تھی۔ شہر کے دوسرے گوردواروں سے بھی سکھوں کے مختلف گروپوں نے اس مظاہرے میں شرکت کرنا تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خالصتان نیشنل فرنٹ کے لوگ بھی اس مظاہرے میں شرکت کر رہے تھے۔

پیپ گوردوارے کو جس پر کلدیپ سمرا کا کنٹرول تھا اس مظاہرے میں جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا تھا کیونکہ عام سکھوں کا ابھی تک یہی خیال تھا کہ پیپ گوردوارے کے لوگ آزاد خالصتان کے مطالبے کی حمایت نہیں کر رہے۔

۳۰ سالہ فرنانڈس کی معمول کے مطابق ہفتہ وار چھٹی تھی لیکن ایشیائی کیمونٹی کے حوالے سے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس نے رضاکارانہ ڈیوٹی دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے میٹرو پولیس سے خاص طور پر کہا تھا کہ کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے باوردی پولیس کا ایک خصوصی دستہ بھیجا جائے تاکہ ممکنہ ہنگامے پر قابو پایا جا سکے لیکن میٹرو انٹیلی جینس نے ابھی تک ان لوگوں کی فراہم کردہ اطلاعات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

آنے والے طوفان سے آنکھیں بند کر کے پولیس انتظامیہ نے ان کی خصوصی دستے کے ساتھ مدد کی درخواست مسترد کر دی کیونکہ اس روز سالانہ سانتا کلاز پریڈ میں شامل بچوں، عورتوں اور مردوں پر خاص توجہ درکار تھی جو ٹریفک کو بلاک کر سکتے تھے جس سے پھر لامتناہی مسائل کا سلسلہ کھڑا ہو جاتا۔ سکھوں کے اس عام سے جلوس پر انتظامیہ نے بہرحال سانتا کلاز پریڈ کو ترجیح دی کیونکہ یہاں سے زیادہ پولیس کی وہاں ضرورت تھی۔ جب فرنانڈس جلوس گاہ پر پہنچا تو اس کے ذہن کو یہ دیکھ کر زبردست دھچکا لگا کہ اس کی توقعات کے بالکل برعکس وہاں ایک پیلے رنگ کی پولیس کار میں صرف دو پولیس آفیسر جلوس کے لیے موجود تھے۔ سیڑھیوں کے کونے میں کھڑا فرنانڈس پریشانی کے عالم میں ان دو سو سکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو جلوس کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے خلاف نعروں والے پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔ دوسروں نے خالصتان حمایتی نعروں والے پلے کارڈ تھامے ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت سے چہروں سے فرنانڈس بخوبی آشنا تھا۔

سکھوں کے کچھ لیڈر فرنانڈس کی طرف آئے اور کہا کہ وہ قونصل جنرل کو احتجاجی مراسلہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ فرنانڈس نے انہیں اطمینان دلایا کہ وہ ان کا مراسلہ لے کر خود بھارتی قونصلیٹ جائے گا لیکن وہ سکھوں کو ممکنہ حادثے سے بچنے کے لیے قونصلیٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا لیکن ہجوم بضد تھا کہ وہ خود قونصلیٹ سے ملے گا۔ جس پر فرنانڈس نے انہیں پُرامن رہنے کی تلقین کی اور وہ قونصلیٹ میں چلا گیا۔

بھارتی سفارت خانے کے ملازمین نے پہلے تو اس کی بات سُننے سے ہی انکار کر دیا لیکن کسی نہ کسی طرح امن و امان کے مسئلے کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کے بعد فرنانڈس انہیں اِس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ کم از کم باہر جا کر احتجاج کرنے والوں سے ملیں اور ان سے بے ضرر سا احتجاجی مراسلہ وصول تو کر لیں۔

اِس دوران ہجوم بڑھتا گیا اور ہجوم کی زیادتی کے ساتھ عوامی جوش و خروش میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ سکھوں نے سڑک بند کر کے ٹریفک روک دی۔ موقعے پر موجود دونوں پولیس افسران نے دم سادھے رکھا اور چُپ چاپ تماشا دیکھتے رہے۔ جب فرنانڈس باہر پہنچا تو یہ دیکھ کر چکرا گیا کہ پیپ گوردوارے والا جلوس بھی وہاں پہنچ چکا ہے اور ان لوگوں نے اپنے اور دوسرے جلوس کے درمیان احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھنے کے لیے جو رکاوٹ کھڑی کی تھی۔ اس گیٹ کو اُکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور اب دونوں گروپ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

ایک جلوس اندرا گاندھی کو گالیاں دیتے ہوئے خالصتان کی حمایت میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نعرے لگا رہا تھا جب کہ دوسرے جلوس کے لوگ بھارت کے حق میں گلا پھاڑ رہے تھے۔ جلوس کے شرکاء کی توجہ اب قونصلیٹ سے ہٹ کر ایک دوسرے مرکوز ہو گئی تھی اور وہ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تھے۔

اس درمیان فرنانڈس نے دیکھا۔ ۷۰ سالہ دارا سنگھ کو کسی نے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا تھا۔ اس کی پگڑی دُور جا گری تھی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں جلوس ایک دوسرے پر پل پڑے۔ اس ہنگامے میں اچانک ہی فائرنگ کی آواز بلند ہوئی کسی نے بندوق سے گولیاں چلانی شروع کر دی تھیں۔

حالات مزید خراب اس وقت ہوتے جب پریڈ میں شامل جلوس کا ایک حصہ یونگی بلور سب وے کی طرف آ نکلا۔ گولیوں کی آواز نے اس جلوس میں بھی خوف و ہراس پیدا کر دیا۔ ٹورنٹو سٹار کے رپورٹر بار پر جس نے اس جلوس کی رپورٹنگ کی تھی نے اگلے روز اپنی رپورٹ میں لکھا۔

"حیرت کی بات تو یہ ہے کہ گولیاں چلنے کی آواز سب سُن رہے تھے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ فائرنگ کرنے والے کو دیکھوں لیکن وہ مجھے نظر نہ آ سکا۔ لوگوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ فائرنگ کس طرف سے ہو رہی ہے جس کا جدھر منہ اُٹھا وہ اسی طرف بھاگ نکلا۔"

فرنانڈس نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور اس نے اولڈ ویسٹن روڈ گوردوارہ کے نائب صدر فوجا سنگھ ولد دارا سنگھ کو فائرنگ کرتے دیکھ لیا تھا۔

فرنانڈس نے مدد کے ارادے سے پولیس افسروں کی طرف دیکھا لیکن دونوں اپنی جگہ نظر نہ آتے۔ دراصل گھبراہٹ میں جب وہ ایک طرف بھاگے تو ان کے سروس ریوالور بھی وہیں گر گئے تھے اور اب ہجوم کے قدموں کی ٹھوکروں پر تھے۔ فوجا سنگھ نے ابھی تک فائرنگ بند نہیں کی تھی۔ فرنانڈس نے اپنا اعشاریہ ۳۸ کا

ریوالور اپنے بغلی ہولسٹر سے نکالا اور فوجا سنگھ کی طرف بڑھا۔ وہ ہجوم میں سے کسی کے زخمی ہو جانے کے خدشے کے پیش نظر فوجا سنگھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا جو ہجوم کے عین درمیان زگ زیگ انداز میں بھاگتا ہوا فائرنگ کر رہا تھا۔ فرنانڈس نے کسی نہ کسی طرح اپنی جان پر کھیلتے ہوئے اس کا تعاقب جاری رکھا اور بالآخر اس پر چھلانگ لگا کر اس سے رائفل چھین لی اور فوجا سنگھ کو قابو کر لیا۔

گرتے ہوئے فوجا سنگھ نے گولی چلائی جو خوش قسمتی سے فرنانڈس کے ہولسٹر کو چھوتی اس کے نزدیک موجود ایک دوسرے سکھ کی کُہنی میں جا لگی۔ فوجا سنگھ نے دوسرا فائر اس کے سر پر کیا لیکن گولی نہ چلی اور فرنانڈس کی خوش قسمتی آڑے آ گئی فوجا سنگھ کی گولی سے بچ کر فرنانڈس نے نظر دوڑائی تو دوسری طرف ۱۹ سالہ گریوال کو رائفل تانے دیکھا اس نے بھی فرنانڈس پر گولی چلائی تھی۔ اگر فرنانڈس غیر ارادی طور پر اپنے سر کو حرکت نہ دیتا تو گولی اس کے سر میں لگتی۔ گولی اس کی گردن کے پچھلے حصے کو چھو کر گزر گئی جہاں ۲۵ ٹانکے لگے تھے۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ اس دوران فوجا سنگھ اور گریوال دونوں یونگی سٹریٹ کی شمال کی طرف بھاگ گئے۔

چند لمحوں میں وہاں تین زخمی تڑپ رہے تھے۔ یہ تینوں فوجا سنگھ کی گولیوں کا شکار ہوئے تھے اور ان کا تعلق پیپ گوردوارے سے تھا۔ تینوں بعد میں روبصحت ہو گئے۔ فوجا سنگھ گرفتار ہوا اس پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا دے کر اسے جیل میں بند کر دیا گیا۔ گریوال کو بھی انہی الزامات کے تحت ۱۴ سال قید کا حکم ملا۔ انٹاریو کی اعلیٰ عدالت نے بعد میں فوجا سنگھ کی سزا اٹھارہ سال اور گریوال کی نو سال کر دی۔

پولیس کے لیے ایک سوال بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا کہ تشدد کی جو لہر اچانک جلوس میں پیدا ہوئی اس کے پس پردہ محرکات کیا تھے کیا سکھوں نے وقتی غصے کے تحت یہ حرکت کی ہے یا یہ کسی سازش کا شاخسانہ ہے عام خیال یہ تھا کہ شاید مشرقی پنجاب میں اپنے بھائی بندوں پر ہونے والی زیادتیوں نے سکھوں کو مشتعل کر دیا اور انھوں نے بھارت نواز سکھ جلوس پر فائرنگ کی ہے۔

جب میڈیا کے لوگ زخمیوں اور مرنے والوں کی تفصیلات جمع کر رہے تھے ان لمحات میں پولیس ایک اور مفروضے پر کام کر رہی تھی۔ عدالت کے سامنے حملہ آوروں کا ارادہ قتل کی نیت سے فائرنگ کرتے ہوئے ثابت کرنا ضروری تھا جس کے لیے کوئی ٹھوس وجوہات تلاش کرنی ضروری تھیں۔ بصورت دیگر عدالت صرف اس دلیل کو قبول نہ کرتی کہ ان لوگوں نے اچانک بندوقیں نکالیں اور فائرنگ شروع کر دی۔

فرنانڈس نے معاملات پر مزید توجہ دی تو اسے علم ہوا کہ نوجا سنگھ نے جلوس میں اپنے ہم راہیوں کو کہا تھا کہ اس کی اطلاع کے مطابق مخالف فریق یعنی بھارت حمایتی جلوس کے لوگ اسلحہ لے کر آئیں گے اور اس اطلاع کے بعد ہی اس نے بندوق نکالی تھی جبکہ ایسی ہی اطلاع دوسرے گروپ کی طرف سے ملی کہ انھیں بھی باور کروایا گیا تھا کہ خالصتانی سکھ اسلحہ لے کر آئیں گے۔

اس کا مطلب ہے کہ کوئی تیسرا فریق ایسا تھا جو ان دونوں کو آپس میں لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہا تھا اور فرنانڈس نے جان لیا کہ وہ تیسرا فریق بے بلڈنگ کی ۲۲ ویں منزل میں بیٹھ کر یہ شیطانی کھیل کھیل رہا تھا۔

اس وقت سیکورٹی سروسز کے دفتر میں فرنانڈس اور اس کا ساتھی یہی بتا رہے تھے کہ دونوں فریقین کو غلط اطلاعات پہنچا کر ایک دوسرے سے ٹکرانے کا "خفیہ آپریشن" بھارتی انٹیلی جنس نے اپنے سفارت خانے سے باہر بیٹھ کر انجام دیا تھا۔ انھوں نے سیکورٹی سروسز کے لوگوں سے کہا تھا کہ اس گھناؤنی واردات پر بھارت حکومت سے زبردست احتجاج کیا جائے۔ جس نے کینیڈا کے باشندوں کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

ٹورنٹو کی انتظامیہ نے پولیس والوں کے خدشات کو رد نہیں کیا تھا کیونکہ پاکستان اور بھارت ڈیسک پر کام کرنے والے انٹیلی جنس افسران کو علم تھا کہ گزشتہ کچھ عرصے سے خصوصاً بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں میں اضافہ ہونے لگا ہے۔ یہ بات خاص طور سے نوٹ کی گئی تھی کہ شہر کے درجنوں سکھ ہائی کمیشن کے ایجنٹ تھے اور انھیں خالصتان نواز جلوس کے انعقاد کے لیے بڑی خطیر رقم مہیا کی جا رہی تھی۔ اس طرح خالصتان مخالف گروپوں کی جیبیں گرم ہو رہی تھیں۔ اس پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ جہاں ایک طرف ان اخبارات کے صحافیوں کو پیسے دے رہے تھے جو خالصتان کی حمایت میں مضامین لکھتے ہیں تو دوسری طرف انہی مضامین کی مخالفت میں بھی پیسے دے کر مضامین لکھوا رہے تھے۔ سونے پر سہاگہ کہ یہ گھناؤنا کھیل رچانے کے بعد بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ اہلووالیہ کینیڈا کی انٹیلی جنس کا دوست بھی بنا ہوا تھا اور کینیڈین پولیس کو مشتبہ سکھوں سے متعلق معلومات بھی فراہم کر رہا تھا۔ اس حادثے تک "نسلی پولیس" کے لوگ آہلووالیہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ اس بات کا علم تو انھیں بعد میں ہوا کہ اس کا کینیڈا پولیس سے تعاون ہی اس سازش کی کڑی تھی جس کے تحت وہ کینیڈا میں بدامنی پھیلا کر سکھوں کو ذلیل کرنے کی مہم چلا رہا تھا۔ اس کے عوض جو اطلاعات تبادلے میں اسے کینیڈا کی پولیس کی طرف سے موصول ہوتی تھیں ان کی باقاعدہ فائل بھی بھارتی ہائی کمیشن میں تیار ہو رہی تھی۔ بھارتی ہائی کمیشن نے اس پر بس نہیں کی تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ "ویزے" کا ہتھیار بھی بڑی کامیابی سے آزما رہے تھے۔ اور جس سکھ کے متعلق یہ علم ہوتا کہ وہ خالصتان کا حامی ہے اسے بھارت کا ویزہ دینے سے انکار کر دیا جاتا۔

مرے پر سو درے۔ اہلووالیہ نے کینیڈین پولیس کو یہ اطلاع بھی بڑے رازدارانہ انداز میں کر دی تھی کہ سکھوں کے اس جلوس میں فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ بھی موجود ہے۔ اس طرح اس نے پولیس کی نظروں میں اپنا اعتماد بحال رکھا تھا۔

کینیڈین انٹیلی جنس کے علم میں یہ بات بھی آئی کہ جلوس کی روانگی سے ایک روز قبل وہ سوڈھی نامی فوٹوگرافر کے پاس بھی گیا جسے اس نے ایک خطیر رقم کے عوض یہ ڈیوٹی سونپی کہ وہ خالصتان نواز جلوس کی تصویریں بنائے جس میں ہر قابلِ ذکر سکھ کی جو اس جلوس میں شامل ہو تصویر موجود ہونی چاہیے۔ سوڈھی کے وہم و گمان میں بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ بات نہیں تھی کہ واتس قونصلیٹ اس سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس نے اس شاندار اور فائدہ مند پیش کش کو اس لیے بھی قبول کر لیا کہ اس طرح وہ اپنے نوعمر بیٹے کو عملی جرنلزم فوٹوگرافی کا تجربہ حاصل کرنے کا موقعہ بھی فراہم کر سکتا تھا۔

سوڈھی نے فائرنگ شروع ہوتے ہی واتس قونصلیٹ کو فون کر کے بتایا کہ جلوس میں تو ہنگامہ ہو گیا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے قونصلیٹ سے دریافت کیا کہ کیا اس نے یہ جاننے کے باوجود کہ گڑبڑ کا خطرہ ہے اس کو فوٹوگرافی کی ذمہ داری سونپی تھی۔

واتس قونصلیٹ نے کہا مجھے علم تھا اور میں سفارت خانے کی کھڑکی سے حالات کا نظارہ بھی کر رہا تھا۔ جانے وہ کس ترنگ میں یہ بات کہہ گیا جس پر سوڈھی کو غصہ آیا اور اس نے قونصلیٹ سے کہا کہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے سوڈھی کو قربانی کا بکرا کیوں بنایا؟

"فون پر ایسی باتیں کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تم اوپر آجاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے ہوشیار بھارتی قونصلیٹ نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

اب سوڈھی کا ماتھا ٹھنکا اور اسے ساری بات سمجھ آگئی۔ شام کو سوڈھی ہائی کمیشن گیا وہاں ایک کمرے میں آہلووالیہ اور کونسل جنرل پی این سونی موجود تھے۔ سوڈھی نے دونوں کو کوستے ہوئے کہا کہ انھوں نے جانتے بوجھتے ہوئے نہ صرف اس کی بلکہ اس کے دو بچوں کی زندگی کو بھی خطرے میں ڈالا وہ انتہائی نامناسب اور غیر اخلاقی بات ہے۔

قونصل جنرل سونی نے اس بات سے انکار کیا تو سوڈھی نے اسے کہا کہ اگر یہ تمہارا تیار کردہ ڈرامہ نہیں تھا تو جلوس سے صرف پندرہ گھنٹے پہلے رات کے وقت آخر آہلووالیہ اس کے پاس کیا لینے آیا تھا اور اس نے خاص طور سے خالصتان نواز جلوس کی تصاویر اُتارنے کے لیے اسے اتنا معاوضہ کیوں دیا؟

سوڈھی غصے میں بھرا باہر آگیا۔ اس نے آہلووالیہ کو تصویریں دینے سے انکار

کر دیا اور اس کی یہ درخواست بھی نہ مانی کہ وہ یہ تصاویر کسی اور کو نہ دکھائے۔ سوڈھی نے جلوس کی تصاویر "ٹورانٹو سٹار" نامی اخبار کے پاس فروخت کر دیں۔

اس دوران جب وہ اپنے گھر پہنچا تو گھر کے دروازے پر قونصلیٹ کی طرف سے سکاچ وہسکی کی ۲۰ بوتلوں کا تحفہ اس کے لیے موجود تھا۔ سوڈھی نے شراب کی یہ قیمتی بوتلیں شکریہ کے ساتھ واپس آہلووالیہ کے اپارٹمنٹ پر پہنچا دیں جو اس کے گھر کے نزدیک ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد آہلووالیہ خود اس کے گھر آن پہنچا اس نے منت سماجت کرتے ہوئے سوڈھی سے کہا کہ وہ ان تصویروں کی منہ مانگی قیمت لے لے لیکن اپنی فلمیں ضائع کر دے اور کسی اخبار یا کینیڈا کی پولیس کو تصویریں نہ دکھائے۔

"میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ میرا تو دماغ گرم ہو رہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا اس پاپی کا مُنہ نوچ لوں۔"

سوڈھی نے بعد میں بتایا۔ اس کے بعد وہ کبھی بھارتی قونصلیٹ کے نزدیک بھی نہیں پھٹکا کیونکہ وہ ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو چکا تھا اور اندازہ کر سکتا تھا کہ اس حکم عدولی کی اسے کیسی سزا مل سکتی ہے۔

پولیس نے سکھوں میں موجود اپنے ذرائع سے تفتیش کی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ شرارت کی جڑ واتس قونصلیٹ ہے جو پولیس کا دوست بنا ہُوا تھا۔ اس ضمن میں پولیس کے ہاتھ بڑے اہم ثبوت لگے تھے۔

پولیس کے علم میں یہ بات آئی کہ ہنگامے والی صبح آہلووالیہ اور بھارتی قونصلیٹ پارک ہلز نامی علاقے کے ایک چھوٹے سے گوردوارے میں گئے تھے۔ یہ سکھوں کی ٹورانٹو میں سیاست کا چھوٹا سا مرکز تھا۔ یہ بھارت حمایتی سکھوں کا گڑھ تھا۔ ان لوگوں کو بھارتی سفارت کاروں نے پٹی پڑھائی کہ انھیں انتہائی باخبر ذرائع سے علم ہُوا ہے کہ خالصتان نواز سکھوں نے جلوس پہ فائرنگ کرنے کا پروگرام بنایا ہے انھوں نے کہا علیحدگی پسند سکھ اسلحے سے لیس ہو کر جلوس نکالیں گے۔ ڈرامے کو کس خوبصورتی سے سٹیج کیا گیا۔

کینیڈین پولیس کو علم ہُوا کہ پارک ملز کے سکھوں سے بھارتی سفارت کاروں نے کہا۔ جلسہ گاہ کے نزدیک سے گزرنے والی ایک کالے رنگ کی وین پر نظر رکھنا جس میں خالصتانیوں نے اسلحہ چھپایا ہوگا۔ بالکل اسی نوعیت کی اطلاع انھوں نے اپنے خاص ذرائع سے خالصتانیوں میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ان کے کانوں تک پہنچادی کہ وہ بھی ایک کالے رنگ کی وین سے باخبر رہیں جس میں ایک خود کار رائفل سے مسلح بیپ گوردوارے کا آدمی موجود ہوگا جو اُن پر فائرنگ کرکے اسی وین میں فرار ہوگا۔

فرنانڈس یہ سُن کر تو سناٹے میں آگیا کہ اس کالی وین کی اطلاع قونصلیٹ آہوالیہ نے ان کو بھی دی تھی اور اس سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی یہ کالی وین بھی بھارتی سفارت خانے نے ایک تیسرے مسلح گروپ کے ساتھ جلسہ گاہ تک پہنچائی تھی۔

فرنانڈس نے سیکورٹی سروسز کے کارپورل کریپ کو بتایا کہ بھارتی سفارتخانے میں موجود انڈین انٹیلی جنس جو خطرناک کھیل کھیل رہی ہے وہ اس علاقے میں امن و امان کو تباہ کرکے رکھ دے گا۔ ہائی کمیشن کے لوگ بھارت مخالف اور خالصتان مخالف دونوں گروپوں کو اپنی اُنگلیوں پر نچا کر انھیں آپس میں ٹکرا رہے ہیں جس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلے گا کہ یہاں ایشیائی لوگوں کی زندگیاں غیر محفوظ ہو کر رہ جائیں گی۔

فرنانڈس اور اس کے ساتھی نے اس وقت سکھ کا سانس لیا جب انھیں سیکورٹی آفیسر کریپ نے یقین دلایا کہ وہ "اٹاوہ" میں اپنے ہیڈکوارٹر کو سفارش بھیجے گا کہ ایک بڑا سیکورٹی آپریشن پلان کرکے ٹورانٹو میں بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں کی تفتیش کی جائے۔ دونوں اس امید کے ساتھ یہاں سے جا رہے تھے کہ سیکورٹی سروسز کے لوگ جلد ہی اہم ترین اطلاعات کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے۔

لیکن یہ ان کا سیکورٹی سروسز سے آخری رابطہ تھا۔

آر سی ایم پی والوں نے نہ صرف میٹرو پولیس کے ان کانسٹیبلوں کی اطلاعات پر کان نہ دھرے بلکہ ایک سینیئر انٹیلی جنس افسر کی اس وارننگ کو بھی نظر انداز کر دیا کہ کینیڈا کو سکھوں کی طرف سے عنقریب ایک بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود سیکورٹی سروسز کی ہر اہم میٹنگ میں سکھوں کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا۔ میٹنگز میں عکہ جاسوسی، تحفظ برائے دہشت گردی، لا اینڈ آرڈر اور توڑ پھوڑ پر قابو پانے والے ڈیپارٹمنٹ کے افسران کے درمیان گفتگو کے دوران عموماً ان باتوں کا ذکر ہوتا رہا۔ ان میٹنگز میں نہ صرف ان محکموں کی کارکردگی زیر بحث آتی بلکہ مستقبل کے لیے منصوبہ بندی بھی ہوتی رہی۔

ایسی میٹنگز میں دیگر افسران کے علاوہ پیٹ ادلسن نامی سیکنڈ سیکورٹی ایجنٹ بھی شامل ہوتا رہا۔ ادلسن کو یاد آگیا کہ ۱۹۸۳ء میں ایسی ہی ایک میٹنگ کے دوران ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی پنجاب کے واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انھیں کینیڈا کے لیے بھی خطرے کی گھنٹی قرار دیا تھا۔ افسران نے اس بات پر غور کرنا شروع کیا کہ بھارتی ہائی کمیشن کینیڈا میں موجود ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان ممکنہ فسادات کو کس طرح ہوا دے سکتا ہے یا روکنے میں کیا مدد کر سکتا ہے۔ اس آفیسر نے اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ بھارتی انٹیلی جنس کینیڈا میں موجود ایشیائی لوگوں کے مختلف گروہوں کے درمیان غلط افواہیں پھیلا کر بدامنی پیدا کر سکتی ہے اور اس بدامنی کو ایکسپلائٹ کرکے مخالفین کو آپس میں ٹکرا بھی سکتی ہے۔ اس آفیسر نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ کینیڈا میں کثیر تعداد میں سکھ اور ہندو موجود ہیں کیا بھارت میں ہونے والے واقعات کا اثر ان لوگوں تک نہیں پہنچے گا۔ اس نے اپنا عندیہ یہ ظاہر کیا تھا کہ اگر ہم نے اسی طرح آنکھیں بند رکھیں تو عین ممکن ہے کہ ادسگوڈی ہال جیسے کسی اور سانحے کا سامنا کرنا پڑے اور فرنانڈس کی طرح کسی اور پولیس ملازم کو جان کنی کے عذاب کا سامنا ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کینیڈا کی ایسٹ انڈین کمیونٹی میں انٹیلی جینس آپریشن کی تجویز رد کر دی گئی۔ ادسکوڈی ہال کا واقعہ خالصتاً پولیس کیس تھا۔ جس میں انٹیلی جینس مداخلت نہیں کر سکتی تھی۔ اس میٹنگ کے شرکا اس نتیجے پر پہنچے کہ فوجداری کیسوں کی تفتیش ان کے دائرہ کار میں نہیں آتی نہ ہی اپنی حدود سے تجاوز کرنا اس کے لیے مناسب ہوگا۔

دوسری طرف "مین پاور" کا سوال بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ سیکورٹی سروسز کا وسیع البنیاد اتحاد سی آئی اے، ایم آئی فائیو اور دیگر یورپین انٹیلی جنسوں سے تھا اور اس کے زیادہ تر آپریشن کمیونسٹ ایسٹ بلاک کے ممالک میں ان ایجنسیوں کے تعاون سے جاری تھے اور ہر قابل ذکر ایجنٹ یہاں مشغول تھا اگر سیکورٹی سروسز کینیڈا کی ایسٹ انڈین کمیونٹی میں کوئی خفیہ آپریشن کرنا بھی چاہتی تو اس کے لیے مناسب عملہ ہی موجود نہیں تھا۔ سیکورٹی سروسز کی ایک اور کمزوری یہ بھی تھی کہ ان کے پاس اس منصوبے پر کام کرنے کے لیے کوئی پاکستانی بھارتی یا اینگلو انڈین ایجنٹ بھی موجود نہ تھا۔ آرسی ایم پی نے اپنی چھوٹی سی دکان میں تمام گورے ملازم بھرتی کیے ہوئے تھے۔

کوئی ایک قباحت تھوڑے ہی تھی۔ خارجہ آفس نے صاف کہہ دیا تھا کہ بھارت کینیڈا کا مضبوط تجارتی حلیف اور بہترین گاہک ہے جس سے تعلق بگاڑنے کا خطرہ مول لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایسٹ انڈیا کمیونٹی میں ہونے والی کوئی بھی ممکنہ انٹیلی جینس کارروائی بدقسمتی سے سیاسی اور معاشی مفادات کی بھینٹ چڑھ گئی۔

***

کیا کینیڈین انٹیلی جینس نے کبھی بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں کے لیے کوئی "ہوم ورک" کرنے کی زحمت گوارہ کی تھی؟ اگر ایسا ہوتا تو ۸۲ء کا سانحہ پیش نہ آتا۔

بھارت میں حالات روز بروز بدتر ہو رہے تھے۔ آئے روز ... بند ہو رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں سکھوں کو پولیس نے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا تھا اور اسی نظر بندی میں دوران تفتیش سینکڑوں سکھوں کو اذیتیں دے دے کر مار ڈالا تھا۔ ظلم و بہیمیت کی یہ داستانیں یورپ میں بھی پھیلنے لگیں۔

غیر ممالک کے سکھوں نے بھارتی ائرلائن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ انڈین ائرلائنز کے کینیڈین ایجنٹ نے کہا ۴۰ فیصد خصوصی رعایت کے باوجود اس کے گاہکوں کی تعداد نصف ہو کر رہ گئی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں لندن میں یورپی وزرائے اعظم کی کانفرنس میں سکھوں نے درخواست دائر کی کہ ہیومن رائٹس کی جس بری طرح دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں ان کا جائزہ لینے کے لیے فوری طور پر ایک غیر جانبدار وفد بھارتی پنجاب میں روانہ کیا جائے۔ یہ درخواست کینیڈا کی پارلیمنٹ میں پیش کی گئی۔

جیسے جیسے کینیڈا میں سکھوں کی شورش میں اضافہ ہو رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ بھارتی انٹیلی جینس کا جال بھی پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ بھارتی ہائی کمشن کی مشکوک سرگرمیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔

بھارتی انٹیلی جینس پر نظر رکھنے والی یورپین انٹیلی جینسوں کی رپورٹ تھی کہ سکھوں کی معاندانہ کارروائیوں کے جواب میں بھارتی انٹیلی جینس نے بھی ان کے خلاف بھارت اور غیر ممالک میں دہشت گردانہ کارروائیوں کا بھرپور آغاز کر دیا ہے۔ بھارتی حکومت نے سکھوں کو بھی دہشت گردی کا نشانہ پنجاب میں بنا رکھا تھا وہی سلوک ان سے ساتھ کینیڈا میں ہونے لگا۔

۱۹۸۲ء میں کینیڈا کی عدالت میں سمرا کے ہاتھوں قتل کی واردات بھارتی قونصلیٹ کی شاندار کامیابی تھی اس حادثے کے بعد سے کینیڈا کے اخباروں نے بھارتی پنجاب میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھلا کر انہیں اس واقعے کے حوالے سے ... دہشت گرد، گرم مزاج اور خطرناک قوم کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کر دیا اور یہی بھارتی انٹیلی جینس کا مطمع نظر تھی۔ پنجاب کے واقعات کے حوالے سے ... سکھوں کے لیے موجود تھا تو وہ اب ختم ہو چکا ہے۔

***

تھکا دینے والی جنگ

۱۹۸۴ کا سال سکھوں کے لیے کینیڈا میں بڑا منحوس ثابت ہوا۔ اوسگوڈی ہال میں سمرلے کے ہاتھوں ایک شخص کی موت پھر جلوسوں میں فائرنگ کے واقعات نے سکھوں کی شناخت ہی بدل ڈالی اور اب وہ کینیڈا میں ایک محنتی اور پُرامن قوم کی بجائے لڑنے مرنے پر آمادہ قوم کے فرد سمجھے جانے لگے۔ کینیڈا کی عام سوسائٹی نے سکھوں سے پہلو تہی کا رویہ اپنایا اور ان کی سماجی سرگرمیوں کا بائیکاٹ ہونے لگا۔ ایک ایسا دور بھی آیا جب سکھوں کی سرگرمیاں ان کے گوردواروں تک ہی محدود ہو کر رہ گئیں گوردوارہ سکھوں میں مذہبی قوت کا سمبل سمجھا جاتا ہے۔ یہاں ہر اتوار کو سکھ اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ سیاسی لحاظ سے گوردواروں کو سکھوں کی زندگی میں بہت اہمیت حاصل ہے۔

سکھوں کا معاشرہ بنیادی طور پر مرد کا معاشرہ ہے۔ گوردوارے کا گرنتھی مرد ہوتا ہے۔ گوردوارے کی سیوا سنبھال بھی مردوں کا ذمہ ہے۔ سکھوں کا اجتماع جب گوردوارے میں ہوتا ہے تو وہ تمام مسائل پر کھل کر گفتگو کرتے ہیں جبکہ ان کی عورتیں اپنے بچوں کو سنبھالنے میں مصروف رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گوردوارے کی زندگی میں بھی سکھ خواتین کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ وہ کھانے پکانے کا بندوبست کریں یا پھر برتن وغیرہ صاف کریں اس کام کو بھی وہ عقیدت کے ساتھ ایک سعادت سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔

سکھوں کے آپس میں خواہ کیسے ہی اختلافات رہے ہوں لیکن یہ لوگ گوردوارے میں اپنا بھائی چارے کا ماحول رکھنے کے پابند ہیں گو کہ یہاں بھی آپس میں لیڈر شپ کی دوڑ لگی رہتی ہے اور اپنی شخصیت کو نمایاں رکھنے کے لیے یہ لوگ بہت کچھ کر گزرتے ہیں لیکن جب گوردوارے کے اندر موجود ہوں تو باہمی احترام ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ یورپ کے لادین معاشرے میں رہ کر ایک پُرتعیش زندگی بسر کرنے کے باوجود سکھوں میں اپنی روایات کا احترام جُوں کا تُوں موجود ہے۔ سکھ جب بھی اپنے گوردواروں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پنجاب میں اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بیتنے والے مظالم ہی عموماً ان کی گفتگو کا موضوع ہوتے ہیں۔

گوردواروں میں یہ لوگ آپس میں اپنی معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں خصوصاً پنجاب سے آنے والی خبریں ایک دوسرے تک منتقل کرتے ہیں اس کے برعکس کینیڈا کے اخباروں کا رویہ اتنا مایوس کن ہے کہ اُن سے سکھوں کو کسی کلمہ خیر کی توقع نہیں رہی۔ کینیڈا کے اخبارات سکھوں کو ایک ہی مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے آبائی وطن کو بھول کر خود کو صرف کینیڈین سمجھیں۔

بھارتی ہائی کمیشن کے سامنے ہونے والی فائرنگ پر ٹورنٹو سٹار نے جو ایڈیٹوریل لکھا اس میں اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے ایڈیٹر نے کہا کہ اب سکھوں کو تمام پُرانے رشتے بھول کر نئی دُنیا بسانی چاہیے اور کینیڈین شہریوں کی حیثیت سے انھیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ پنجاب کے مسئلے کو اپنا ذاتی مسئلہ بنالیں۔

خالصتان کے حامی اور مخالفین کی سڑکوں پر لڑائیاں تو بند ہو گئیں لیکن کینیڈین اخبارات نے اس سرد جنگ کو جاری رکھا۔

انھوں نے سکھوں سے کہا کہ جب کینیڈا میں رہنے والے یہودیوں کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ روس یہودیوں کو ترک وطن کی اجازت دیتا ہے یا نہیں تو انھیں آخر کیا تکلیف ہے۔ کہ وہ اپنا منہ اب بھی پنجاب کی طرف کر کے بات کرتے ہیں۔ سکھوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اب اپنی بیٹھ پنجاب کی طرف موڑ لیں اور خود کو کینیڈا کے شہری سمجھ کر زندگی بسر کریں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپریل ۸۳ء میں سکھوں نے ایک اور احتجاجی جلوس کا اہتمام کیا۔ یہ مذہبی جلوس تھا جو پُرامن رہا۔ جلوس کا اختتام کوئین پارک پر ہوا جہاں مذہبی تقاریب منعقد کی گئیں۔ اس مرتبہ جلوس کے اندر تو گڑبڑ نہیں ہوئی لیکن راہ چلتی کاروں سے سکھوں پر آوازے کسے گئے۔ ان کا تمسخر اُڑایا گیا۔

کارلٹن سٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ سے آواز بلند ہوئی۔

"ڈائیپر اپنے سروں سے اُتار دو"

یہ اشارہ سکھوں کی رنگ برنگی پگڑیوں کی طرف تھا۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عوام الناس میں اب انھیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جا رہا تھا۔ کسی نے گندے انڈے جلوس پر پھینکے لیکن اِس مرتبہ پولیس ہوشیار تھی۔ انھوں نے ۸۲ء والے حادثے سے سبق حاصل کر لیا تھا۔ اِس مرتبہ سو پولیس افسر جلوس کے ساتھ موجود تھے جنھوں نے کمال ہوشیاری سے کام لے کر بگڑنے سے پہلے ہی حالات پر قابو پا لیا۔

اسی سال گریوال اور فوجا سنگھ کے مقدمات جب تک عدالت میں زیرِ سماعت رہے۔ سیکورٹی والوں نے یونیورسٹی ایونیو کو گھیرے میں لیے رکھا۔ باہر آنے والے کو میٹل ڈیٹکٹر سے چیک کرنے کے بعد ہی اندر داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ ۱۹ مئی کو جب ہیگ لاک نے مقدمے کے فیصلے کا اعلان کرنا تھا تو وہ عدالت میں گولی پروف جیکیٹ پہن کر آیا۔

اس پر بس نہیں، ۲۰ مسلح پولیس والے عدالت کے کمرے میں موجود تھے انھوں نے ایک سال پہلے ادسگوڈی ہال میں ہونے والے خونی ڈرامے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کسی بھی ممکنہ آفت کا سامنا کرنے کے لیے جانے کتنی مرتبہ پہلے ہی سے ریہرسل کر رکھی تھی۔

[illegible]

اونٹاریو نے اتاری ... [illegible] ... سے اپیل کی کہ وہ گوردوارہ بل پیش کرکے مذہبی مقدس مقامات کو سیکورٹی کی دست برد سے بچانے کا اہتمام کریں لیکن عدالت نے یہ تجویز رَد کر دی۔ ملکی امن و امان کو داؤ پر لگا کر وہ لوگ مذہبی مقامات کا تقدس برقرار رکھنے کے حق میں نہیں تھے۔

سکھوں کی سرگرمیاں اپنے گوردواروں میں بڑھتی چلی گئیں وہ اپنے گوردواروں میں جمع ہو کر پنجاب سے ملنے والی اطلاعات پر تبادلہ خیال کرتے۔ جون ۸۴ء میں مشرقی پنجاب میں حالات بہت زیادہ بگڑ گئے جب بھارتی فوج نے سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب پر حملہ کر دیا جسے دُنیا آپریشن بلیوسٹار کے نام جانتی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بھارتی حکومت کے اس عاجلانہ اقدام نے بھارت کی مستقبل کی تاریخ ہی بدل کر رکھ دی۔ بھارت ہی نہیں بلکہ یورپ اور کینیڈا میں بسنے والے سکھوں کے نظریات اور سوچیں بھی بدل گئیں۔ سیاست کا پہیہ اُلٹا گھومنے لگا۔ کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کی سوچ میں انتہاپسندی آنے لگی اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ اب صلح کی گنجائش باقی نہیں رہی وہ خود کو ایک لمبی اور تھکا دینے والی جنگ کے لیے تیار کرنے لگے۔

تمام سکھ جگت میں سَنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے نام کے ڈنکے بجنے لگے۔ ایک ایسا مذہبی راہنما جو کبھی بھارتی حکومت کا آدمی تھا اچانک ہندو سامراج کے اس صدی کے سب سے بڑے دشمن کی حیثیت سے شہرت اختیار کر گیا۔ سکھ اسے اپنے گوروں کی طرح پوجنے لگے۔ بھارتیوں نے کبھی سوچا نہیں ہو گا کہ جس شخص کو اپنے مخصوص مفادات کے تحت وہ سیاسی میدان میں آگے بڑھا رہے ہیں وہ ان کے لیے نہ ختم ہونے والی مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر دے گا۔

جرنیل سنگھ ۴۷ء میں جنوبی پنجاب کے ایک غریب سے کاشت کار گھرانے میں پیدا ہوا۔ اپنے سات بھائیوں میں وہ سب سے چھوٹا تھا۔ جرنیل سنگھ کے باپ نے اسے کھیتوں میں مصروف رکھنے کے بجائے مذہبی [illegible]

میں رکھنے کو ترجیح دی۔ یہ گوردوارہ بھنڈراں نامی دیہات سے منسلک تھا اسی حوالے سے بعد میں سنت جرنیل سنگھ کی شہرت بھی ہوئی۔ جرنیل سنگھ نے سکول میں صرف پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی لیکن پنجابی زبان پر اس کو دسترس قابلِ تحسین تھی۔

پرائمری کے بعد اسے دمدمی ٹکسال جو سکھوں کی مذہبی تعلیمات کا سب سے بڑا مرکز ہے میں داخل کروا دیا گیا۔ دمدمی ٹکسال امرتسر شہر سے ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ٹکسال میں سنت کرتار سنگھ نے جرنیل کی مذہبی تربیت شروع کی۔

پنجاب میں سنت چلتے پھرتے مذہبی سکول کا نام ہے۔ سنت لوگ مسلسل سفر میں رہ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کا رابطہ عوام سے مسلسل رہتا ہے۔ جلد ہی سنت جرنیل سنگھ نے دیہاتوں میں شہرت حاصل کر لی اور جب ،، ۱۹۷۷ء میں کار کے ایک حادثے میں ٹکسال کا سربراہ سنت کرتار سنگھ مارا گیا تو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو ٹکسال کا سربراہ بنا دیا گیا۔

یہ وہ سال ہے جب مسز اندرا گاندھی الیکشن ہار کر وزارتِ عظمیٰ سے الگ ہو چکی تھی اس شکست کی ذمہ داری کانگرس نے اندرا گاندھی کے لاڈلے سپوت سنجے گاندھی پر ڈالی تھی جس کے ظالمانہ اقدامات کے باعث ایمرجنسی نافذ کی گئی اور جو بعد میں پھر فضائی حادثے کا شکار ہو کر اپنے انجام کو پہنچا۔ ان دنوں سنجے گاندھی اپوزیشن میں دراڑیں ڈالنے کے لیے اپوزیشن کی لیڈرشپ کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی مہم شروع کر چکا تھا۔

گیانی ذیل سنگھ نے جو بعد میں بھارت کا صدر بنا سنجے گاندھی سے کہا کہ اگر وہ پنجاب سے بھنڈرانوالہ کو اپنے ساتھ ملا لے تو اس کا کام بہت آسان ہو سکتا ہے۔

بھنڈرانوالہ کوئی سیاسی آدمی تو نہیں تھا لیکن مذہبی لحاظ سے وہ پنجاب کی سب سے مضبوط اور طاقتور شخصیت بن چکا تھا۔ وہ بنیاد پرست سکھ کی حیثیت سے اپنی برادری میں تیزی سے جگہ بنا رہا تھا۔ اس نے سکھوں کو اپنے دھرم پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین کی اور گاؤں گاؤں جا کر "امرت سنچار" کرنے لگا۔

اس نے سکھوں سے کہا کہ وہ شراب اور سگریٹ چھوڑ دیں۔ بال کٹوانے بند

کریں اور اپنی مذہبی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہو جائیں۔ صرف یہی ایک صورت ہے جو ان کے مذہبی تشخص کو برقرار رکھے گی اور وہ من حیث القوم زندہ رہ سکیں گے بصورت دیگر دنیا سے ان کے مذہب کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

سنجے گاندھی نے جلد ہی جرنیل سنگھ سے تعلقات استوار کر لیے اب بھنڈرانوالہ اکالی لیڈرشپ کے لیے خطرے کی گھنٹی بننے لگا۔ ۱۹۸۰ء میں جب کانگرس نے دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا تو بھنڈرانوالہ آزاد حیثیت میں اپنے آپ کو منوا چکا تھا۔ کانگرس کے برسرِاقتدار آنے پر اسے جیل سے رہائی بھی مل گئی۔ سنت پر "نرنکاری" سکھوں کے قتل کا الزام تھا۔ یہ نرنکاری سکھ چوک مہتہ میں مارے گئے تھے اور پولیس نے اس قتلِ عام کی ذمہ داری سنت جرنیل سنگھ پر عائد کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے حکم سے اس کی پیروکاروں نے نرنکاریوں پر حملہ کیا تھا۔

سنت جی کو جیل سے رہا کروانے کا سہرا گیانی ذیل سنگھ کے سر جاتا ہے۔ رہائی کے بعد ایک مرتبہ پھر سنت کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس مرتبہ اس پر ایک ہندو اخبار کے ایڈیٹر کے قتل کا الزام لگایا گیا تھا۔ اسی گرفتاری نے سکھوں کو مشتعل کر دیا سنت کی حمایت میں مظاہروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس مرتبہ پھر گیانی ذیل سنگھ آڑے آیا اور سنت جی کو جیل سے رہائی مل گئی۔

سنت بھنڈرانوالہ کبھی کانگرس کا ممبر نہیں رہا۔ کانگرس نے "درپردہ" اس کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور ہمیشہ اس کے مشن کو آگے بڑھانے میں اس کی راہنمائی کرتے رہے۔ اس کی سرگرمیوں کو تحفظ دیتے رہے۔ اسی طرح کانگرس کے خیال میں سنت جی نے ایسی آگ سلگا دی تھی جس میں اکالی سیاست بھسم ہو کر رہ جاتی۔ اس بات کا تو کبھی کانگرس کو گمان ہی نہیں گزرا تھا کہ جو آگ انھوں نے پنجاب میں بھڑکائی ہے وہ کانگرس کے دامن کو ہی جلا کر رکھ دے گی۔

بھنڈرانوالہ کانگرس کے ساتھ داؤ کھیل رہا تھا۔ اس کا کانگرس کو احساس ہی نہ ہو سکا اور جب انھیں علم ہوا تو پانی سر سے گزر چکا تھا۔ کانگرس پنجاب میں برسرِاقتدار

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئی تو انھوں نے خواہش کی کہ اب یہ کھیل ختم ہو جائے لیکن سنت جرنیل سنگھ نے اس کے برعکس کانگرس سرکار سے پنجاب کو زیادہ صوبائی آزادی دینے کا مطالبہ داغ دیا اس طرح اس نے ایک ہی جھٹکے سے پنجاب میں کانگرس اور اکالی دل کو اوندھے مُنہ گرا دیا۔ پنجاب کے لیے زیادہ آزادی کے مطالبے نے بھنڈرانوالہ کو نوجوانوں کا ہیرو بنا دیا اور اسے ایک طرح خالصتانی کمانڈر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ پنجاب بھر سے مسلح نوجوان اس کے گرد اکٹھے ہونے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ۸۰ء کے موسم گرما میں سنت بھنڈرانوالہ دربار صاحب منتقل ہوگیا۔ اب دربار صاحب کو ایک مذہبی مقام کے ساتھ ساتھ سکھوں کے جنگی قلعہ کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی تھی۔

چار سو جدید ہتھیاروں سے لیس تربیت یافتہ نوجوان اس کے پاس موجود تھے۔ جن کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلحے کے ذخائر بڑھنے لگے تھے اور دربار صاحب میں بیٹھ کر سنت جرنیل سنگھ پنجاب پر عملاً بادشاہت کر رہا تھا۔ اس کا سکہ پنجاب میں پوری قوت سے چل رہا تھا۔ کسی کو اسکے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں تھی۔

بھنڈرانوالہ اس کے بعد دربار صاحب سے زندہ باہر نہیں نکلا۔ اس کے پیروکار حکومت سے ٹکرا گئے تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنی کمین گاہ سے نکلتے اور کارروائی مکمل کر کے واپس اپنے قلعے میں لوٹ آتے۔ کانگرس کی سُلگائی ہوئی چنگاری جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگی اور وہ وقت آگیا جب سنت جرنیل سنگھ کی کارروائیوں سے زچ ہو کر بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اپنی سیاسی زندگی کا سب سے زیادہ متنازعہ اور تباہ کُن فیصلہ کر لیا۔

یہی فیصلہ بعد میں ان کی موت کا باعث بنا۔ مسز اندرا گاندھی نے حالات کی سنگینی کو یکسر انداز کرتے ہوئے دربار صاحب پر حملے کے لیے بھارتی فوج کو حکم دے دیا کہ دربار صاحب کی عمارت کو گھیرے میں لے لے جہاں ممکنہ صورت حال کے پیش نظر

سکھوں نے ۱۹۷۱ء کے بھارتی فوج کے ہیرو اور مکتی باہنی کے کرتا دھرتا جنرل شوبیگ سنگھ کی کمان میں جنگی صف بندی کر رکھی تھی۔

جنرل شوبیگ سنگھ جو کبھی بھارتی فوج کا ہیرو تھا اب بھارتی فوج کا سب سے بڑا دشمن اور خالصتان کا پہلا کمانڈر انچیف بن چکا تھا۔

خالصتانی سکھوں کے ساتھ بھارتی فوج کی جھڑپوں کا آغاز تو جون میں ہی ہو گیا تھا لیکن آل آؤٹ حملہ بھارتی فوج نے ۵ جون ۸۴ء کی صبح کیا۔ پیدل فوج کے جوان کمانڈوز کی معیت میں آگے بڑھے لیکن اندر سے زبردست مزاحمت پر بے شمار لاشیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ جس کے بعد جنرل وِدیا نے آرٹلری کو آگے بڑھایا۔ میڈیم بیٹریاں حرکت میں آئیں اور ان کے کور میں ٹینک سوار دربار صاحب میں داخل ہوگئے۔ فوج کو بھنڈرانوالہ اور اس کے تخریب کار ساتھیوں کے ٹھکانے تباہ کر دینے کا مشن سونپا گیا تھا۔ مسز اندرا گاندھی نے انتہائی بہیمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے کا وہ دن مقرر کیا تھا جس کو سکھوں کے نزدیک زبردست مذہبی اہمیت حاصل ہے۔

گوروارجن دیو کا یوم شہادت تھا اور ہزاروں سکھ عورتیں مرد بوڑھے اور بچے گوردوارے کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرنے آئے ہوئے تھے۔ مسز اندرا گاندھی کے مشیروں کا خیال تھا کہ اس طرح سکھ عورتوں اور بچوں کی موجودگی میں فوج کا کام آسان ہو جائے گا اور اندر موجود "تخریب کار" بھی اس جال میں پھنس جائیں گے۔

بھارتی فوج کو انٹیلی جنس رپورٹوں کے برعکس انتہائی مضبوط اور منظم سکھوں کا سامنا کرنا پڑا اور سرکاری رپورٹ کے مطابق ۲ ہزار سے زائد لاشوں کا سمندر عبور کرنے کے بعد انھوں نے دربار صاحب پر بھارتی ترنگا لہرانے میں کامیابی حاصل کی۔ سکھوں کے ذرائع کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۵ سے ۷ ہزار کے درمیان تھی۔

عمارت مکمل طور پر تباہ ہوگئی سکھوں کے تاریخی عجائب گھر کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ ہر قابلِ ذکر مذہبی یادگار کو تہس نہس کر کے بھارتی فوج نے اپنے انتقام کی آگ بجھائی۔

سکھوں کا یہ قتلِ عام جو آپریشن بلیوسٹار کے نام پر کیا گیا کوئی ایسا سیاسی مسئلہ نہیں تھا جو بھارتی لیڈرشپ کے جوڑ توڑ سے قابو آجاتا۔ ساری دُنیا میں سکھ بھڑک اُٹھے اور انھوں نے بھارتی پرچم اور مسز اندرا گاندھی کے پُتلوں کو بھارتی سفارتخانوں کے سامنے نذرِ آتش کرکے اپنا غصّہ نکالنا شروع کیا۔

ٹورانٹو میں ۱۹ سالہ جسبیر سنگھ سینی ریڈیو سے خبریں سُن رہا تھا جب اس نے چوتھی مرتبہ دربار صاحب کے متعلق رپورٹ سُنی تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ سیاہ پگڑی باندھے ایک بازو سے معذور بارھویں گریڈ کے طالب علم نے سب وے کا رُخ کیا اور ٹرین پکڑ کر بلور اور یونگی سٹریٹ پہنچ گیا۔ ۲۷ ویں منزل پر واقع آفس میں داخل ہوکر جوشِ انتقام سے پاگل ہوکر وہاں موجود مسز اندرا گاندھی کے قیمتی پورٹریٹ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

باڈی گارڈوں نے اس پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس نے اپنا کام مکمل کرکے چھوڑا۔ جب سیکورٹی کی انچارج کینیڈین خاتون وہاں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جسبیر سنگھ تو وہاں سے جاچکا تھا لیکن توڑ پھوڑ کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔

میٹروپولیس کے سامنے بیان دیتے ہوئے اس نے کہا جب مَیں ڈیوٹی پر پہنچی تو مَیں نے دیکھا کونسل جنرل سریندر مَک اپنے ملازمین کو توڑ پھوڑ کی ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے کئی چیزیں توڑی تھیں۔ اس نے کہا مَیں نے کونسل جنرل کو اپنے ملازمین کو ہدایات دیتے سُنا ہے کہ جلدی کرو اور میڈیا کے لوگوں کی آمد سے پہلے پہلے اپنا کام ختم کرلو۔

اس کے حلفیہ بیان کی تصدیق ایک ریڈیو رپورٹر ڈانا لیوس نے بھی کی جس نے اپنے "پولیس مانیٹر" پر ایمرجنسی کال سُنی اور جب وہ بھاگم بھاگ قونصلیٹ پہنچا تو مَک وہ کام ختم کر رہا تھا جس کا آغاز ایک بازو والے جسبیر سنگھ سینی نے کیا تھا۔

گرفتاری کے بعد سینی نے اپنے جُرم کا بڑی جرأت سے اقبال کیا اور کہا کہ اس نے صرف مسز اندرا گاندھی کا پورٹریٹ توڑا تھا۔ پولیس نے اسے عام سے جُرم کی دفعہ کے تحت گرفتار کیا لیکن یہ کیس کبھی عدالت میں نہ جاسکا۔ کونصلیٹ جنرل کو علم ہوگیا کہ اس کی سیکورٹی گارڈ نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے۔ لیکن سفارت کار ہونے کے ناطے جو خاص حقوق اسے حاصل تھے ان کی بنیاد پر اس نے پولیس کو اس بیان کی تصدیق کے لیے اپنے آفس آنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔

میٹروپولیس کے علم میں یہ بات آئی کہ ان کے اپنے ایک آفیسر کے ذریعے یہ اطلاع بھارتی قونصلیٹ کو پہنچائی گئی جو اس کا تنخواہ دار آدمی تھا۔ جسبیر سنگھ آپریشن بلیوسٹار کے ردِّعمل کی ایک عام سی مثال ہے۔ بھارتی مصنف ایم جے اکبر نے اس سانحے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس آپریشن نے سکھوں کے دلوں میں انتقام کی آگ دھکا دی ہے۔ بھارت میں رہنے والا کوئی بھی سکھ خواہ اس کا تعلق کسی پسماندہ دیہات سے تھا یا دہلی کے ماڈرن علاقے کے کسی بنگلے میں رہنے والا۔ اس المیے کا سب نے یکساں اثر قبول کیا۔

وہ لوگ بھی ہکا بکا رہ گئے کہ ان کے ساتھ آخر کیا حادثہ گزر گیا۔ وہ لوگ جن کا کبھی سیاست سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رہا تھا اور جو بڑے زبردست ہندو نواز تھے یا لبرل کہلاتے تھے ان کے پاس بھی اس بہیمانہ کارروائی کے حق میں کوئی جواز موجود نہیں تھا۔

○

بھنڈرانوالہ نے اپنی زندگی میں کبھی یہ نہیں سوچا ہوگا کہ وہ مرکر راتوں رات سکھوں کی محبوب ترین ہستی بن جائے گا۔ ہندوؤں کا ردِّعمل اس کے برعکس تھا اور ایک مرتبہ پھر وہ مسز اندرا گاندھی کو اسی طرح پوجنے لگے تھے جیسے کبھی اس کے "بنگلہ دیش" والے کارنامے کے بعد پُوجتے تھے۔

آپریشن بلیوسٹار نے ایک کارنامہ یہ بھی انجام دیا کہ ساری دُنیا میں بکھرے سکھوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ لوگ آپس کی دشمنیاں فراموش کرکے خالصتان

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے نام پر اکٹھے ہو گئے اور ان سکھوں نے بھی مذہبی چولا پہن لیا جنھوں نے کبھی گوردوارے کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ جو مذہب یا سیاست کی الف ب بھی نہیں جانتے تھے۔ کینیڈا میں یہ بات خاص طور سے دیکھنے میں آئی کہ کوئی ایک سکھ بھی ایسا پریس والوں کو نہ مل سکا جو اس حملے کے حق میں ہوتا۔

حملے کے اگلے ہی روز ملک کے کونے کونے سے ہزاروں سکھ اکٹھے ہو کر بھارتی قونصلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ ٹورنٹو کی بلور اور یانگی سٹریٹ میں چاروں طرف پگڑیاں ہی پگڑیاں دکھائی دیتی تھیں، وہ لوگ کسی ایجنڈے کے ساتھ یا منصوبے کے تحت نہیں آئے تھے یہاں موجود ہر سکھ اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہا تھا۔ بھارتی پرچم جلا کر، بھارتی وزیراعظم کو گالیاں دے کر بھارتی حکومت کا ماتم کر کے۔

سکھ عورتیں جو عموماً مردوں کے پیچھے رہتی ہیں۔ اس مرتبہ سب سے آگے تھیں وہ سینہ کوبی کرتے ہوئے چلا رہی تھیں "اندرا کُتیا کی بچی" سکھ مرد چلا رہے تھے "خون کا بدلہ خون سے لیں گے"۔ ۔ ۔ سکھوں نے سفارت خانے کے سامنے "اندرا قتل فنڈ" قائم کرنے کا اعلان کیا اور پلک جھپکتے وہاں ۳۰ ہزار ڈالر کا فنڈ جمع ہو گیا۔ درجنوں سکھ نوجوانوں نے اپنے نام "خود کشی مشن" کے لیے پیش کر دیئے۔ یہ لوگ اندرا گاندھی کی موت کی قیمت اپنی جان چکا کر ادا کرنا چاہتے تھے۔

کینیڈا ہی میں سکھوں کے غم و غصے کا یہ عالم نہیں تھا، لندن میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے بی بی سی پر انٹرویو دیتے ہوئے اعلان کیا کہ سکھ اندرا گاندھی کو ہر صورت مار ڈالیں گے۔ اس کے اعلان کو دُنیا بھر میں موجود لاکھوں سکھوں نے حرزِ جاں بنا لیا۔ ڈاکٹر چوہان نے اپنے مخصوص انداز میں پیش گوئی کرتے ہوئے کہا کہ نومبر سے پہلے پہلے اندرا گاندھی کا کام تمام کر دیا جائے گا۔

سیاسی سطح پر اپنے غم و غصے کے اظہار کے لیے سکھوں نے جولائی ۱۹۸۴ء میں نیویارک کے میڈسن سکوائر پر جلسہ کیا جس میں کینیڈا اور امریکہ کے چپے چپے سے سکھ

اکٹھے ہوئے۔ وہ سیاسی سطح پر کوئی ایسا فورم بنانا چاہتے تھے جس کے ذریعے بھرپور لابی کر سکیں۔ اس جگہ آسٹریلیا، انڈونیشیا، ملائشیا، سنگاپور، یورپ، امریکہ، میکسیکو اور کینیڈا سے سکھ اکٹھے ہوئے اور ۲ ملین کے ابتدائی فنڈ سے انھوں نے ورلڈ سکھ آرگنائزیشن قائم کر دی۔ سابقہ کانگریس مین اور امریکہ کے درجہ اول کے وکیل جم کارمن کی خدمات ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کی نمائندگی کے لیے حاصل کی گئیں۔ سینیٹ اور ایوانِ نمائندگان میں لابنگ کرنے کے لیے ورلڈ سکھ آرگنائزیشن نے واشنگٹن میں کیپٹل ہلز پر اپنا آفس قائم کر لیا جس کو ایک طرح سے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی امریکہ اور کینیڈا کے مختلف ہیومن رائٹس گروپوں کی طرف سے بھارت میں سکھوں کے قتلِ عام کا مسئلہ اٹھایا جانے لگا۔ ڈبلیو ایس او کا آغاز بڑا بھرپور اور جاندار تھا۔

ڈبلیو ایس او کو اپنی شاندار لیڈر شپ کے سبب ابتدا ہی میں زبردست کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ پنجاب میں جو آپریشن بھارتی فوج نے کیا اس میں سکھوں کے دربار صاحب کے علاوہ بھی ہر قابلِ ذکر گوردوارے پر حملہ کیا گیا اور مسز اندرا گاندھی نے یہی باور کیا کہ اب روس نے سکھوں میں موجود خالصتانی عنصر کا قلع قمع کر دیا ہے لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ بہت سے ایسے لوگ اس حملے میں زندہ بچ رہے جو بعد میں بھارتی سامراج کے لیے مستقل عذاب بن گئے۔

میجر جنرل جسونت سنگھ بھلر جو آج بھی ایک زبردست متنازعہ شخصیت کی حیثیت سے سکھوں میں زیرِ بحث رہتا ہے۔ ۱۹۷۱ء کا نامور جرنیل تھا اور بھارتی فوج میں اسے بھی جنرل شوبیگ کی طرح بہت اہمیت حاصل تھی لیکن ہندوؤں کے متعصبانہ رویئے کے پیشِ نظر اس نے فوج سے استعفیٰ دے دیا۔ جب سنت بھنڈرانوالہ دربار صاحب میں قلعہ بند ہو کر بھارتی فوج سے جنگ لڑنے کی تیاریاں کر رہا تھا تو اس نے جنرل بھلر کو امریکہ اس مشن کے ساتھ بھیجا کہ وہ بیرونی دُنیا میں سکھوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کر کے اپنی آواز یو این او تک پہنچائے۔ جنرل بھلر امریکہ آپریشن بلیو سٹار کے چند روز پہلے ہی پہنچا تھا۔ سکھوں کی اس جماعت نے اسے اپنا جنرل سیکرٹری بنا لیا اور امریکہ

کا صدر گنگا سنگھ ڈھلوں کو منتخب کر لیا جو امریکی سیاست کاروں کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کے سبب اپنی ایک شناخت رکھتا تھا۔ اس کے حلقہ احباب میں اس وقت کا سپیکر تھامس ٹپ اونیل اور سابقہ ڈیفنس انٹیلی جنیس کا ڈائریکٹر جنرل ڈینیل گراہم شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے اثر و رسوخ سے صدر رونالڈ ریگن کو مشہور زمانہ "سٹار وار پروگرام" شروع کرنے کے لیے مجبور کر دیا تھا حالانکہ ریگن کو اس ضمن میں زبردست مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

گنگا سنگھ ڈھلوں اور جنرل جسونت سنگھ بھلر کی قیادت میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن نے اپنے کام کا آغاز کیا اور جلد ہی امریکی ایوان نمائندگان اور سینیٹ میں سکھوں کی حمایت میں بل پاس ہونے لگے۔ بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کے حوالے سے بھارتی حکومت پہ زبردست تنقید ہونے لگی اور بھارتی حکومت کو سفارتی محاذ پر بڑی اذیت ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔

○

ایسی بات بھی نہیں کہ بھارتی قیادت کو اس صورت حال کا پہلے سے اندازہ نہ رہا ہو۔ وہ جانتے تھے کہ بیرون ممالک میں اثر و رسوخ کے حامل سکھ انھیں کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے اور اس ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے انھوں نے تیاریاں بھی کر رکھی تھیں۔ ۱۹۸۲ء کے آغاز میں ہی بھارت نے اپنے جاسوس ڈپلومیٹ کور میں غیر ممالک میں بھیجنے شروع کر دیے تھے۔ خصوصاً کینیڈا، لندن اور امریکہ کے سفارت خانوں کا آدھے سے زیادہ عملہ بھارتی جاسوسوں پر مشتمل تھا۔ بھارتی جریدے انڈیا ٹوڈے نے ۸۵ء میں ایک مضمون میں انکشاف کیا۔

"بھارت نے گزشتہ دو سال میں اپنے سفارت کاروں میں ڈرامائی حد تک انٹیلی جنیس کے لوگ داخل کر دیے ہیں۔ "را" اور "آئی بی" کے بڑے بڑے دماغ مختلف ڈپلومیٹک کورز کے ساتھ ٹورنٹو، وینکوور، نیویارک، واشنگٹن، سان فرانسسکو، لندن اور بون میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔"

آپریشن بلیو سٹار کے بعد بھارتی انٹیلی جنیس نے غیر ممالک میں خالصتان تحریک کو ہائی جیک کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ ان کا پہلا ہدف ورلڈ سکھ آرگنائزیشن تھی جس میں اپنے بہت سے آدمی داخل کر دیے گئے۔ یہ لوگ جو بظاہر بڑے زبردست خالصتانی تھے اندرونی طور پر اپنا کام کرتے رہے اور جلد ہی وہ وقت آ گیا کہ جب سکھوں کی کثیر تعداد میں اس آرگنائزیشن کا کردار مشکوک ہونے لگا۔ ایک ایسے شخص کو ڈبلیو ایس او کی لیڈر شپ سونپ دی گئی جسے پنجاب میں سرگرم عمل حریت پسندوں کی اکثریت رد کر چکی تھی۔ کوئی بھی خالی الذہن آدمی اگر یہ سمجھے کہ وہ محض متشدّدانہ نعروں کے ذریعے امریکہ کی ہمدردیاں حاصل کرلے گا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

گوریلا کیمپوں کی کہانی

انڈین ائرلائن کی پرواز کی تباہی میں بے گناہ اور بھارتی انٹیلی جنیس کے ملوث کردہ اور مشہور کردہ سکھ لیڈر تلوندر سنگھ پرمار اور اس کے دو ساتھیوں سُرجن سنگھ گل اور عجائب سنگھ باگڑی نے ڈبلیو ایس او کی مجوزہ میٹنگ میں کینیڈا سے امریکہ جانے کا فیصلہ کیا۔ امریکی امیگریشن والوں نے تلوندر سنگھ کو سرحد پر ہی روک لیا۔ تلوندر سنگھ کے متعلق ان کے پاس پہلے سے بے شمار رپورٹیں موجود تھیں اور کینیڈین انٹیلی جنیس نے اسے اپنی دانست میں بہت بڑا دہشت گرد بنا رکھا تھا۔ تلوندر سنگھ کی کینیڈا میں ۲۴ گھنٹے نگرانی کی جاتی تھی کیونکہ بھارتی حکومت کو وہ قتل کے مقدمات میں مطلوب تھا اور سمرالہ کے واقعہ کے بعد جب کینیڈا نے اس کی گرفتاری کے لیے بھارتی حکومت سے رجوع کیا تو اس کے بدلے میں حکومت نے تلوندر سنگھ پرمار کو مانگا تھا۔

پرمار کو سرحد سے واپس لوٹا دیا گیا لیکن اس کا پُرجوش ساتھی عجائب سنگھ باگڑی نیویارک کے میڈیسن سکوائر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اس نے یہاں موجود سکھوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کم از کم ۵۰ ہزار ہندوؤں کو قتل کر کے ہی ہم اس بے عزتی کا بدلہ چکا سکتے ہیں ورنہ جب بھارتی فوج کا جی چاہے گا ہماری عبادت گاہوں کا تقدس پامال کر دیا کرے گی۔

پرمار کی مسلسل نگرانی اور اس کے معمولات پر کڑی نظر رکھنے والے آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کے ایجنٹوں نے اس کے متعلق یہی رپورٹ دی کہ اس پر بھارتی حکومت کا آلہ کار ہونے کا شک کیا جا سکتا ہے اور یہ اندازہ لگایا گیا کہ بھارتی حکومت آپریشن بلیو سٹار کے بعد سکھوں کی احتجاجی تحریک کو ہائی جیک کرنے کے لیے تلوندر سنگھ کو استعمال کر رہی تھی۔

بھارتی حکومت کی پلاننگ یہی تھی کہ اگر تلوندر سنگھ خالصتان نواز سکھوں کی قیادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکیں گے۔

یہ اندازے غلط تھے۔ تلوندر سنگھ پرمار بھارتی حکومت کا ایجنٹ نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسے ابتدائی مرحلے پر ہی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اور ڈبلیو ایس او کی کانفرنس میں اسے ہر صورت بھیجا جاتا اس طرح تو ان کا منصوبہ ابتدا ہی میں فیل ہو چکا تھا۔ اس کے سوا اور اس بات کا کیا مطلب لیا جا سکتا ہے۔

○

کینیڈا میں ڈبلیو ایس او کے ساتھ ہی انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا قیام بھی عمل میں آ گیا۔ اس تنظیم کا نام سکھ نوجوانوں کی پنجاب میں آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن سے ملتا جلتا تھا جس کا قیام ۱۹۴۴ء میں عمل میں آیا اور جو اس دور میں سکھوں کی تنظیم اکالی دل کے یوتھ ونگ کا نام تھا۔ اس تنظیم نے بعد میں سکھ نوجوانوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور سکھ نوجوانوں کی پنجاب میں واحد نمائندہ تنظیم ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

۸۰ء میں سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کمان امریک سنگھ کے ہاتھوں میں آ گئی جو دمدمی ٹکسال کے بابا کرتار سنگھ کا بیٹا تھا۔ سنت کرتار سنگھ وہی تھا، جس کا سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو جانشین مقرر کیا گیا۔ بھنڈرانوالہ امریک سنگھ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور یہی باور کیا جاتا تھا کہ وہ ان کا دایاں ہاتھ ہے۔ جب دربار صاحب پر حملہ ہوا تو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ساتھ امریک سنگھ بھی دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس کی بہادری اور جرأت کی داستانیں آج بھی سکھوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ اس تنظیم کی ممبرشپ پر بعد میں بھارتی حکومت نے پابندی عائد کر دی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

دربار صاحب میں آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا آرگنائزنگ سیکرٹری ہردیال سنگھ گھمن تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے قیام میں مرکزی کردار ادا کیا اور کینیڈا میں اس کی صف بندی کی۔ گھمن ہرجندرپال سنگھ ناگرا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ جب بھارتی فوجوں نے دربار صاحب پر حملہ کیا تو وہ کسی طرح یہاں سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوگیا اور اپنے نئے نام سے زندگی شروع کی۔

گھمن ہی وہ آدمی ہے جو سب سے پہلے سکھوں کے ایک گروپ کے ساتھ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے دو بھتیجوں سے جو متحدہ عرب امارات میں رہتے تھے ملا ان میں سے ایک کا نام جسبیر سنگھ روڈے اور دوسرے کا لکھبیر سنگھ براڑ تھا۔ اس نے دونوں کے سامنے اس نئی تنظیم کے قیام کا منصوبہ رکھا۔ اس کے کہنے پر روڈے لندن پہنچا اور وہاں اس نے انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کی بنیاد رکھی جس نے جلدی ہی نوجوان سکھوں میں زبردست اہمیت حاصل کرلی یہاں کامیابی سے اپنا کام مکمل کرنے کے بعد روڈے واپس دبئی آگیا۔ گھمن لندن میں اس کا سب سے زیادہ قابلِ اعتماد آدمی بن گیا۔

۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء کو بھارتی وزیراعظم اپنے دو سکھ باڈی گارڈوں کے ہاتھوں اپنے بھیانک انجام کو پہنچ گئی۔ اندرا گاندھی کا قتل کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جسے بھارتی ہندو نظرانداز کر دیتے۔ انھوں نے ایسے جُرم پر سکھوں کو ایسی وحشت ناک سزا دی جس کے تصوّر سے بھی انسانیت لرزاں ہے۔

جیسے ہی بھارتی وزیراعظم کے قتل کی خبر عام ہوئی ہندوؤں نے بھارت کے تمام صوبوں خصوصاً دہلی میں سکھوں کا بہیمانہ قتل عام شروع کر دیا۔

ہزاروں کی تعداد میں سکھ عورتوں مردوں بچوں اور بوڑھوں کو اس بے رحمی سے قتل کیا گیا کہ ان کی گردنوں میں جلتے ہوئے ٹائر ڈال کر انھیں بھسم کر دیا گیا ہندو بلوائی بے رحمی سے سکھوں کے جسم کے ٹکڑے کرتے اور انھیں کُتوں کے سامنے ڈال دیتے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ایسی لاشیں برآمد ہوئیں جنھیں کُتوں نے کھایا ہوا تھا کئی روز تک دہلی کی سڑکوں پر پڑی سکھوں کی بے یار و مددگار لاشوں پر سے ٹریفک گزرتی رہی۔ ان کے چہرے اور جسم مسخ ہو کر ناقابلِ شناخت ہو گئے۔

اس بہیمیت کی پَل پَل کی خبریں مہذب دُنیا تک پہنچ رہی تھیں۔ یورپ میں سکھ غم و غصے کے عالم میں اپنے سر دیواروں سے ٹکراتے تھے۔ وہ کسی طرح اُڑ کر بھارت پہنچنا اور ہندوؤں سے اس قتل عام کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ ان کے دلوں میں موجود ہندو کے خلاف نفرت پہلے سے دوچند ہو گئی تھی۔

ان حالات میں جسبیر سنگھ روڈے دوبارہ لندن پہنچ گیا۔ اس مرتبہ وہ یہ مشن لے کر آیا تھا کہ نفرت اور غصے سے بھٹکتی سکھ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے خالصتان یعنی سکھوں کی آزاد اور اپنی حکومت کے قیام کے مشن پر لگا دے۔

بھارتی انٹیلی جنس روڈے کی سرگرمیوں سے بے خبر نہیں تھی انھوں نے جسبیر سنگھ پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ لندن کے لیے روانہ ہوا بھارتی ایجنٹ متحرک ہو گئے اور جسبیر سنگھ کو ہیتھرو ائیرپورٹ پر ہی برطانوی پولیس نے گرفتار کر لیا۔ برطانوی پولیس اپنی روایات کے مطابق لمبے جھگڑے میں پڑنے کی قائل نہیں تھی انھوں نے سکھوں کے احتجاج کو یکسر نظرانداز کر کے جسبیر سنگھ روڈے کو "ڈی پورٹ" کرنے کا حکم دیا۔

یہ روڈے کی ابتلا و آزمائش کا آغاز تھا۔ وہ دبئی پہنچا جہاں گزشتہ ۸ سال سے اس نے اپنی کنسٹرکشن کمپنی بنا رکھی تھی اور کبھی مقامی قوانین کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ اپنی کمپنی کا مالک ہونے کے باوجود دبئی نے اسے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ یہاں سے جسبیر سنگھ پاکستان کی طرف فرار ہو گیا۔ اسے یہی اُمید تھی کہ شاید پاکستانی اس کی جان بچانے میں اس کے مددگار ہوں گے لیکن وہ بھول چکا کہ وہ گیا جب

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے علم ہوا کہ کراچی ائرپورٹ پر بھی اسے اُترنے کی اجازت نہیں اور پاکستانی حکومت نے بھی اس کی آمد پر بندش لگا رکھی ہے۔

کراچی سے انکار کے بعد بددل اور ستم رسیدہ جسبیر سنگھ روڈے فلپائن کی طرف نکلا۔ بھارتی انٹیلی جنس سائے کی طرح اس کے پیچھے تھی۔ انھیں جسبیر سنگھ کے پل پل کی خبر رہتی تھی۔ جیسے ہی وہ منیلا کے ہوائی اڈے پر اُترا۔ اسے فلپائنی پولیس نے مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا۔

بالآخر اس اعصاب شکن اور تھکا دینے والی دوڑ کا یہ بھیانک انجام ہوا۔ اس کے ساتھ گرفتار ہونے والا دوسرا سکھ موہن اندر سنگھ تھا۔ جس کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ وہ دراصل گھمن ہی تھا جو اپنی شناخت بدل کر اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

منیلا سے ملنے والے عدالتی کاغذات جو بعد میں سکھ وکلا نے حاصل کیے ان کے مطابق روڈے کو ہر قدم پر ناکامی کا سامنا ہوا کیونکہ بھارتی گورنمنٹ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ بھارتی حکومت نے اس پر الزام لگایا کہ مسز اندرا گاندھی کے قتل کی جو سازش تیار کی گئی اس میں روڈے نے اہم رول ادا کیا تھا۔

۲۴ر دسمبر ۸۴ء کو جب روڈے فلپائن ائرلائن کی پرواز نمبر پی آر ۔ ۴۱۷ پر منیلا کی طرف محو پرواز تھا تو فلپائن کی وزارت خارجہ کو بھارتی وزارت خارجہ کی طرف سے "فوری توجہ" کا حامل ایک ٹیلکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مسٹر جسبیر سنگھ بھارتی حکومت کو بہت سی تخریبی اور خلافِ ملک کارروائیوں کے سلسلے میں مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں اس پر وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش تیار کرنے کا الزام بھی ہے۔"

فلپائن کی انٹیلی جنس اس ٹیلکس کے موصول ہوتے ہی حرکت میں آئی اور اس نے روڈے کو گرفتار کر کے منیلا کی سب سے خطرناک قلعہ نما جیل "فورٹ بونی فیسٹو" میں نظر بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ جہاز لے کر منیلا پہنچ گئے اور اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے آئے۔

مارچ ۸۸ء تک جسبیر سنگھ روڈے کو بغیر مقدمہ چلائے بھارت میں قید رکھا گیا۔ جس کے بعد اسے یہ کہہ کر رہا کر دیا گیا کہ مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش میں اس کا کوئی ہاتھ ثابت نہیں ہو سکا۔

موہن اندر سنگھ جو روڈے کا ہم سفر تھا اسے منیلا سے مختصر سی نظر بندی کے بعد رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے فوراً بعد وہ برٹش کولمبیا پہنچ گیا۔ جہاں گھمن اس کا منتظر تھا۔ گھمن نے کینیڈا میں "ریفیوجی سٹیٹس" کی درخواست دائر کر رکھی تھی اور اب وہ یہاں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے قیام کے لیے سرگرم عمل تھے۔ گھمن کی طرح موہن اندر جیت سنگھ نے بھی پشپیندر سنگھ کے نام سے ریفیوجی سٹیٹس کے لیے درخواست دائر کر رکھی تھی۔ کینیڈا میں آئی ایس وائی ایف کی سربراہی لکھبیر سنگھ براڑ کر رہا تھا جو روڈے کا بڑا بھائی ہے۔ اس نے بمشکل دبئی سے بھاگ کر جان بچائی۔ کسی نہ کسی طرح وہ کینیڈا پہنچ گیا جہاں لکھبیر سنگھ نے اس بنیاد پر سیاسی پناہ طلب کی تھی کہ اسے اپنی جان کا خطرہ اور یہ خوف دامن گیر ہے کہ جس طرح بھارتی حکومت نے اس کے بھائی کو اغوا کر لیا ہے وہی سلوک اب اس کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

گھمن سکھوں کے نزدیک مشتبہ ٹھہرا تھا۔ اس نے آئی ایس وائی ایف کے قیام کے لیے جب بھی کسی گوردوارے سے رجوع کیا۔ اس پر یہی الزام لگا کہ روڈے کی گرفتاری میں اس کا ہاتھ ہے اور اس نے بھارتی حکومت سے ایک خطیر رقم اس کے عوض حاصل کی ہے۔ گھمن کی لندن میں ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ وہ اعلیٰ سطح پر اس بات کا بندوبست کرے کہ روڈے کو لندن سے "ڈی پورٹ" نہ کیا جا سکے۔

سکھوں نے اسے بہت مہنگا وکیل بھی لندن میں فراہم کیا تھا۔ اب سکھ اس پر الزام لگا رہے تھے کہ اس نے جان بوجھ کر وکیل کی خدمات سے استفادہ نہیں کیا۔ گھمن اپنی صفائی میں بہت چیخا چلایا۔ اُس نے سکھوں کو بتایا کہ روڈے کو جس چالاکی سے برطانوی حکومت نے ڈی پورٹ کیا ہے اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ اس نے کہا میں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ہم روڈے کو نہیں بچا سکے۔ سکھوں نے اس کی کوئی بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

دلیل ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے متعلق یہی باور کیا جانے لگا کہ خالصتان کی علیحدگی پسند تحریک میں گھمن دراصل روپ دھار کر داخل ہوا ہے اور اصل میں وہ انڈین انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔

گھمن دربار صاحب پر حملے سے تھوڑی ہی دیر پہلے بڑے پُراسرار انداز میں فرار ہوا تھا اس کا فرار آج تک ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سنت بھنڈرانوالہ کے حکم سے فرار ہوا تھا جس نے اُسے غیر ممالک میں خالصتان تحریک کو منظم کرنے کا مشن سونپا تھا۔

"سنت جی نے ہمیں کہا تھا جن لوگوں کے پاس اسلحہ ختم ہو چکا ہے وہ اپنی جانیں بچا کر نکل جائیں اور غیر ممالک میں پہنچ کر تحریک کے ہاتھ مضبوط کریں۔ میری گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ ہم لوگ تین دن سے حالت جنگ میں تھے اس لیے مجھے بھاگنا پڑا۔"
اس نے لوگوں سے کہا دربار صاحب میں اسلحے کے محفوظ ذخائر ختم ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود بھارتی فوج نے ۴۸ گھنٹوں میں حالات پر قابو پایا۔

گھمن نام کا ایک آدمی جو کبھی بھنڈرانوالہ کا ساتھی رہا تھا۔ اطلاعات کے مطابق اب "را" کے ایجنٹ کی حیثیت سے خالصتان تحریک میں داخل ہو چکا تھا۔ بی بی سی کے ستیش جیکب نے اس شخص کے ساتھ دربار صاحب میں ایک انٹرویو بھی کیا تھا اور اس نے بعد میں کسی کے ساتھ مل کر ایک کتاب بھی اس المیے پر لکھی تھی۔

۱۹۸۵ء میں جب جیکب نے کینیڈا میں اپنی کتاب سے متعلقہ ایک تقریب میں شرکت کی تو اس نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ وہ گھمن نام کے جس شخص سے دربار صاحب میں ملا تھا وہ بظاہر تو بھنڈرانوالہ کا حامی اور جانثار ساتھی شمار ہوتا تھا لیکن اصلیت میں وہ بھارتی انٹیلی جنس "را" کا ملازم تھا جسے یہ مشن دے کر دربار صاحب میں داخل کیا گیا تھا کہ انتہاپسندوں کے پل پل کی خبر دے اور ان پر کڑی نظر رکھے۔ جیکب نے یہ بھی کہا کہ وہ جس گھمن سے ملا تھا اس کا ایک اور نام ہرجندر ناگی بھی تھا۔ گھمن نے ان الزامات سے انکار کیا اور یہ بات تسلیم کی کہ وہ جیکب [illegible]

فیڈریشن کی ایک خفیہ میٹنگ میں طے کر گیا تھا لیکن وہ غدار نہیں بلکہ خالصتان کا پکا سپاہی ہے۔

اگر گھمن جیسا کوئی بھی آدمی آئی ایس وائی ایف میں داخل ہو چکا تھا تو اس کا یہی مطلب لیا جا سکتا تھا کہ بھارتی سیکورٹی چوکس تھی اور ابتدا ہی میں انھوں نے غیر ممالک میں قائم ہونے والی خالصتان نواز تحریکوں کی قیادت پر یا تو اپنے ایجنٹوں کا قبضہ کروا دیا تھا یا پھر ہر بڑی جماعت کی ہائی کمان میں اپنے لوگ داخل کر دیئے تھے۔ ایک طرف تو گھمن بھارتی حکومت کا آلہ کار بنا ہوا تھا اور دوسری طرف وہ کینیڈا حکومت کو ترغیب دے رہا تھا کہ وہ علیحدگی پسند سکھوں کی تحریک کو "کیش" کروائے۔

اس نے جب دیکھا کہ آئی ایس وائی ایف میں اس کی دال نہیں گلتی تو کینیڈا گورنمنٹ کے کان اس کے کرتا دھرتا ممبران کے خلاف بھرنے لگا۔ اس کی ان شکایات کو مزید تقویت ایک اور حادثے سے ملی جب بھارت کے ایک وزیر نے کینیڈا کا دورہ کیا اور اس پر ۴ سکھوں نے فائرنگ شروع کر دی جس سے وزیر سخت زخمی ہوا۔ گرفتار ہونے والے ۴ سکھوں میں سے دو کے پاس آئی ایس وائی ایف کے ممبر شپ کارڈ تھے یہ حادثہ وینکوور میں پیش آیا۔

اپنی خفیہ سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بھارتی حکومت نے سفارتی سطح پر بھی اپنی سرگرمیوں میں زبردست اضافہ کیا۔ بھارت سے مختلف سرکاری عہدیداروں نے ان ممالک کے دورے کرنا شروع کیے جہاں سکھ آباد تھے۔

بھارت سے آنے والے وزیر صاحبان مقامی سکھ آبادی سے رابطہ کرتے اور ان کے سامنے آپریشن بلیو سٹار کی وجوہات کا رونا رو کر انھیں قائل کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ آپریشن بالکل صحیح تھا۔ اس سلسلے میں ایک وڈیو فلم بھی بھارتی وزارت اطلاعات کی طرف سے جاری کی گئی جس میں اس حملے کو توقع سے بڑھ کر طاقت کا استعمال تو تسلیم کیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ حملہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے بالکل جائز تھا اور یہ حالات بھی دہشت گردوں کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے پیدا کردہ تھے۔ اِس کیسٹ میں بہت سے سکھ نام نہاد لیڈروں کے تاثرات تھے جنھوں نے اس حملے کو جائز قرار دیا تھا۔

بھارتی حکومت کی بدقسمتی کہ اس کیسٹ کی کوالٹی کچھ زیادہ بہتر نہ تھی لاپرواہی سے کی گئی ایڈیٹنگ نے کئی فنی خرابیوں کی نشاندہی کر دی اور یوں لگتا تھا جیسے سچ کو توڑ مروڑ کر یہ کیسٹ بطور خاص پراپیگنڈہ مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ مثلاً ایک منظر میں اس واقعے کے کئی روز بعد ایک فوجی افسر کا انٹرویو دکھایا گیا ہے جو کیمرے کو بتا رہا ہے کہ اندر زبردست فائرنگ ہو رہی ہے جس پر قابو پانا دشوار ہے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ جیسے فوجی افسر میدانِ جنگ میں کھڑا ہے۔ یہ عجیب بیہودہ حرکت تھی۔ پس منظر میں زبردست گولہ باری اور فائرنگ بھی جاری رہی۔ خالصتانیوں کے جن مورچوں کی طرف وہ اشارہ کر رہا تھا وہاں پس منظر میں فائرنگ تو ہو رہی تھی لیکن کیمرے کی آنکھ سے معاملات بالکل پُرسکون دکھائی دے رہے تھے۔

اوٹاوہ کے بھارتی ہائی کمیشن اور واشنگٹن کے بھارتی سفارت خانے نے ہر اس سکھ کے گھر یہ وڈیو کیسٹ بھیجی جس کا ٹیلی فون نمبر اور ایڈریس ڈائریکٹری میں موجود تھا۔ اس طرح ہر گوردوارے، سوسائٹی اور بھارتی ہندوؤں کے گھروں میں بھی یہ وڈیو کیسٹ پہنچائی گئی۔ اس کا نام تھا۔

THE SIKHS IN THEIR HOMELAND

۵۰ ہزار سے زیادہ وڈیو کیسٹ تقسیم کیے گئے۔ جن میں سکھوں کی بھارت کے لیے عظیم خدمات کا اعتراف اور خالصتان تحریک شیطانی ذہن کی پیداوار قرار دے کر اسے بھارت ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی غیر ملکی سازش قرار دیا گیا تھا۔

اِس وڈیو کیسٹ کے اجراء پر سکھوں نے قیامت کھڑی کر دی یہ تو ان کے زخموں پر ایک طرح سے نمک چھڑکنے والی بات تھی۔ فلم کا اثر اُلٹ ہوا اور بھارت کے خلاف سکھوں کی نفرت اور غصہ اپنے نقطہ عروج کو چھونے لگا۔ سکھوں نے امریکہ اور کینیڈا حکومت سے اپیل کی کہ وہ جو خیرات بھارت کی غربت پر رحم کھا کر اسے دے رہے ہیں وہ فوراً بند کر دیں کیونکہ بھارت جیسی غریب حکومت جہاں عوام کی کثیر تعداد کو ایک وقت کا پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا ایک جھوٹے پراپیگنڈے کے لیے پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم ضائع کر رہی ہے۔

اِن وڈیو کیسٹوں پر کم از کم اتنا خرچ اُٹھا تھا۔ اس نقطہ نظر کی نفی کرتے ہوئے کینیڈا کے قائم مقام ہائی کمشنر پی کے نیبن نے کہا کہ یہ پیسوں کا ضیاع ہرگز نہیں بلکہ بھارتی حکومت کی طرف سے اس کے خلاف ہونے والے پراپیگنڈے کا ایماندارانہ جواب ہے۔ جس میں حکومت نے اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے آپریشن بلیو سٹار کو ناگزیر قرار دیا ہے

۱۹۸۴ء کے اواخر میں کینیڈین سیکورٹی انٹیلی جنیس سروس اس نتیجے پر پہنچی کہ اب آر سی ایم پی سے سکھوں کا چارج براہِ راست اپنے ہاتھوں میں لے لیا جاتے کیونکہ صورت حال ان کی توقع سے زیادہ پریشان کُن اور خطرناک ہو رہی تھی اور اب سکھوں پر قابو پانا آر سی ایم پی کے بس کا روگ نظر نہیں آ رہا تھا۔

سی ایس آئی ایس کے لیے خالصتان نواز سکھ مستقل دردِ سر بن چکے تھے۔ ان لوگوں نے ایک ایک کر کے کینیڈا کے گوردواروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپریشن بلیو سٹار نے تو جیسے سکھی کے تن مُردہ میں نئی رُوح دوڑا دی تھی۔ اس جاسوس ایجنسی کے سامنے دو مقاصد تھے۔ پہلا [illegible] یہ تھا کہ وہ اس امر پر کڑی نظر رکھیں کہیں انتہاپسند خالصتان نواز سکھ جوش میں آ کر کوئی ایسا قدم نہ اُٹھا لیں جو کینیڈا کے امن دامان کے لیے مسئلہ بن جائے اور دوسرا مقصد تھا کہ بھارتی سفارت کاروں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس بات کا کھوج لگائیں کہ وہ سکھوں میں اپنے ایجنٹ داخل کر کے ان سے تخریبی کارروائیاں تو نہیں کروا رہے تاکہ سکھوں کو بدنام کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھارتی حکومت کینیڈا پر مسلسل دباؤ ڈال رہی تھی کہ وہ خالصتان نواز سکھوں کو کچلنے میں اس کی مدد کرے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے ان سکھوں کو دہشت گردوں کے رُوپ میں پیش کیا جا رہا تھا۔ جب کینیڈا کی حکومت ملکی قوانین کا حوالہ دے کر خود کو کسی بھی غیر قانونی کارروائی سے معذور ظاہر کرتی تو بھارت کا اصرار بڑھنے لگتا کہ کم از کم کینیڈا حکومت تحریک کے رُوحِ رواں لوگوں پر سنگین نوعیت کے الزام لگا کر عدالت میں تو لے آئے۔

بھارتی حکومت کو یقین تھا کہ اگر وہ کینیڈا میں خالصتان نواز تحریک کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی تو بھارتی پنجاب میں تحریک کی کمر خود بخود ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ سکھ حُریت پسندوں کو سب سے زیادہ مدد کینیڈا ہی سے روانہ کی جا رہی تھی اور یہاں سے فراہم ہونے والے پیسے سے ہی وہ عالمی منڈی سے اسلحہ خرید کر بھارتی فوج سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اگر یہاں سے پنجاب کے سکھوں کو مالی اور اخلاقی امداد بند ہو جاتی تو ایک طرح سے ان کی "لائف لائن" کٹ کر رہ جاتی۔

کینیڈا حکومت کو اب اس بات کا یقین تو ہو چلا تھا کہ بھارتی سفارت خانہ یہاں سکھوں کے معاملات میں پوری طرح ملوث ہے اور سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے پیچھے بھارتی انٹیلی جینس کا دماغ ہی کارفرما ہے۔ وہ اس وقت کو پچھتا رہے تھے جب آج سے دو سال پہلے آر سی ایم پی سیکیورٹی سروسز میں دو میٹرو پولیٹن کے ملازمین نے بھارتیوں کے ملوث ہونے کا عندیہ ظاہر کیا تھا اور کسی نے ان کی بات پر کان دھرنا بھی مناسب نہیں جانا تھا۔

۸۴ء کے بعد اب حالات ایسے نہیں رہے تھے کہ پنجاب اور کینیڈا کے سکھوں کے بھارتی حکومت سے تعلقات کو نظر انداز کیا جاتا۔ سی ایس آئی ایس کا قیام عمل میں آیا تو بطور احتیاط کچھ سکھ لیڈروں کے خلاف تحقیقات ہونے لگیں تھیں۔

۱۹۸۵ء کے آغاز میں سی ایس آئی ایس نے اپنی فائلوں میں ایک اور اضافہ کیا یہ "جی او آئی کنکشن" انڈین گورنمنٹ کی ایک ایجنسی تھی جو دولت مشترکہ کے

معاملات میں کینیڈا کی معاونت کرتی تھی۔ کینیڈین انٹیلی جینس نے جلد ہی پتہ لگا لیا کہ اس کی آڑ میں بھارتی انٹیلی جینس نے خفیہ آپریشن کینیڈا کی سرزمین پر سکھوں کے خلاف شروع کر رکھا ہے۔

۱۹۸۴ء کے آخر تک بھارتی حکومت کے ایوانوں پر اس خوف سے لرزہ طاری ہونے لگا تھا کہ بھارت اور بیرونی دُنیا میں موجود سکھ بھارت کی سلامتی کے لیے زبردست خطرہ بن چکے ہیں۔ دربار صاحب پر حملے نے خالصتان تحریک کو اتنا مضبوط کر دیا تھا جس کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ اخلاقی قانونی اور مالی طور پر پنجاب ہی میں نہیں آزاد دُنیا میں بھی بہت مضبوط اور متحد ہو رہے تھے۔ اس سے پہلے دُنیا میں کسی ملک نے خالصتان کے مطالبے پر کان نہیں دھرے تھے لیکن اب امریکی کانگرس اور کینیڈین پارلیمنٹ میں بھارتی فوج کے اس ظالمانہ اقدام پر کھُلے بندوں تنقید کی جا رہی تھی اور اسے انسانیت سوز اور بے رحمانہ اقدام قرار دے کر بھارت کی مذمت کی جا رہی تھی۔ دونوں ممالک میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن بڑی کامیابی سے خالصتان کے حق میں لابنگ کر رہی تھی اور انھیں ہر روز نئے ممبران کی ہمدردیاں حاصل ہو رہی تھیں۔

یہ لوگ صرف ایک ہی مقصد کو لے کر آگے چل رہے تھے جو امریکہ اور کینیڈا کے عوام کے دلوں میں اپنی جگہ بنا چکا تھا اور وہ تھا ہیومن رائٹس کا مسئلہ۔۔۔ ڈبلیو ایس او نے آزاد دُنیا کے ملکوں کو باور کروایا کہ بنیادی انسانی حقوق کو پنجاب میں بُری طرح پامال کیا جا رہا ہے۔

ٹوری ایم پی اے لورنی گریوسے نے ۱۳ جون ۸۵ء کو کینیڈا کے ہاؤس آف کامن سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

جناب سپیکر!۔۔۔ گزشتہ ایک سال سے بھارتی پنجاب میں عملاً مارشل لا نافذ ہے کسی سکھ کی عزت اور جان کو تحفظ حاصل نہیں۔ بھارتی فوج جب چاہے اور جہاں چاہے

اپنی مرضی کے احکامات نافذ کر دیتی ہے۔ عورتوں کی آبرو ریزی کی جا رہی ہے۔ مردوں کو جھوٹے پولیس مقابلوں میں مارا جا رہا ہے۔ نوعمر اور بچوں پر عقوبت خانوں میں تشدد جس میں جنسی تشدد بھی شامل ہے معمول کی بات بن کر رہ گئی ہے۔ کسی غیر ملکی کو پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ ڈاک تار کا سلسلہ منقطع ہے۔

"بین الاقوامی ریڈ کراس اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کو داخلے کی اجازت نہیں دی جا رہی اور آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان حالات سے کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کے دلوں پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ان کے جذبات کس حد تک مجروح ہو رہے ہوں گے۔ میرے حلقہ نیابت میں زیادہ تعداد سکھ ووٹرز کی ہے اور میرا فرض ہے کہ ان کے جذبات آپ تک پہنچاؤں۔"

اگلے ہی روز امریکی سینیٹ سے خطاب کرتے ہوئے ریپبلکن سنیٹر جیسی ہیلمز نے کہا:۔

مذہبی بنیاد پر ہی برصغیر کی تقسیم کا عمل وقوع پذیر ہوا اور پاکستان اور بھارت کے نام سے دو ملک وجود میں آئے۔ اس کے بعد لسانی بنیادوں پر بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں لاکھوں بے گناہ لوگوں کو اپنے جان و مال سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اب اگر بھارتی حکومت نے سکھوں کو ان کا جائز حق یعنی انہیں اپنا الگ گھر بنانے کی اجازت نہ دی اور صلح صفائی سے اس معاملے کو حل نہ کیا تو ایک مرتبہ پھر برصغیر میں زبردست خون خرابہ ہوگا۔ مجھے یہ سن کر شدید صدمہ پہنچا ہے کہ گزشتہ دنوں ایک امریکن شہری کو جو یہاں ہیومن رائٹس کے لیے بہت کام کر رہا ہے اور سکھوں کے ایک مذہبی راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ واشنگٹن کے پریس کلب میں بھارتی حکومت نے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے سے روکنے کی کوشش کی ہے اور بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی نے دھمکی دی ہے کہ اگر گنگا سنگھ ڈھلوں کو پریس کلب میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تو وہ پریس کلب میں نہیں آئیں گے۔ میں نے پریس سے ملحقہ لوگوں سے کہا ہے کہ وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہ لائیں اور آزادی اظہار پر کسی پابندی کو برداشت نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

امریکی عوام برصغیر پاک و ہند کے حالات جاننے کا حق رکھتے ہیں اور انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ بھارت کی اقلیتوں پر بھارتی حکومت کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف احتجاج کریں۔ بھارتی حکومت نے بھارتی پنجاب کو سیل کر دیا ہے اور وہاں کسی غیر ملکی کو گھسنے کی اجازت نہیں دی جا رہی اب بھارتی حکومت نیشنل پریس کلب امریکہ کو بھی سیل کرنے کی دھمکی دے رہی ہے۔

واشنگٹن کی بھارتی ایمبیسی کا سیاسی کونسلر وجے کمار بہت ہوشیار آدمی تھا اس نے اپنی ذاتی کوشش سے سکھ علیحدگی پسند لیڈروں اور امریکی سیاست دانوں کے تعلقات کا کھوج لگایا۔ اس لیے اس نے کہا تھا کہ امریکہ میں دائیں بازو کے ۳۰ سینیٹرز سکھوں کے حامی ہیں اور ان کے کہنے پر بھارتی حکومت پر تنقید بھی کرتے ہیں۔

"اگر انھوں نے اپنا یہی طرز عمل جاری رکھا تو بھارت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی دم لیں گے۔ سکھ ان سینیٹرز کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ وہ یہ بھول رہے ہیں کہ امریکی عوام کبھی دہشت گردوں کا ساتھ نہیں دیں گے اور ہم دیکھیں گے کہ سکھوں کے حامی یہ سینیٹرز کہاں تک جا سکتے ہیں۔ یہ سینیٹرز اور ان کے حامی ایک حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے اور وہ ہے دہشت گردی۔"

○

بھارت کے لیے جائے رفتن نہ پائے ماندن والے حالات پیدا ہو رہے تھے اور اس کا ایک ہی حل تھا کہ وہ نارتھ امریکہ میں سکھوں کے ذریعے تشدد کی کارروائیاں کروائے تاکہ مقامی لوگوں کے خیالات ان کے متعلق تبدیل کیے جا سکیں۔ اگر سکھوں کو احساس دلایا جاتا اور ان کے جذبات کو بڑی مکاری سے ایکسپلائٹ کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ بھارت کی توقعات پر پورا اترتے اور یہ مقصد اپنے ایجنٹ خالصتانی سکھوں کے گروپ میں سکھوں میں داخل کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ جن کے ذریعے بھارتی حکام اپنی مرضی کے نتائج حاصل کر سکتے تھے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھارتی حکام چاہتے تھے کہ جس طرح ۸۲ء میں انھوں نے کینیڈا میں گھناؤنا کھیل رچا کر "ادسگوڈی ہال" والا ڈرامہ سٹیج کروایا تھا اور اسے پھر مغربی میڈیا نے ان کی توقعات سے بڑھ کر پذیرائی بخشی تھی۔ اسی طرح اگر اسی نوعیت کے ایک دو مزید گھناؤنے کھیل وہ برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں بھی کھیل سکیں جہاں کی سوسائٹی میں سکھوں کو باعزت مقام حاصل ہے تو سکھوں کو عوام الناس کی نظروں سے گرا کر وہ پنجاب میں سرگرم خالصتانیوں کی کمر ضرور توڑ سکتے ہیں کیونکہ خالصتانی حریت پسندوں کو مالی اور اخلاقی امداد یہاں سے ہی بھیجی جا رہی تھی۔

بھارتی انٹیلی جینس نے نیا پلان تیار کر لیا تھا اور اب وہ اس پر عمل کرنے جا رہے تھے۔

کینیڈا میں دہشت گردی کی تربیت کے باقاعدہ ادارے کام کرتے ہیں جہاں "مرسنریز" کو تربیت دی جاتی ہے۔ اگر کسی ایسے دہشت گردی کے تربیتی ادارے سے کسی سکھ گروپ کا تعلق جوڑ دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ مغربی میڈیا اس خبر کو لے اُڑے اور سکھوں کو اچھی بھلی بدنامی مل سکے۔ اس طرح وہ یورپی اقوام میں محنت اور قربانی سے حاصل کردہ سکھوں کے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتے تھے۔

برٹش کولمبیا کے انتہائی آخری کونے میں سٹی آف پرنس جارج کا طویل و عریض جنگل موجود ہے جہاں دُنیا کا سب سے بڑا دہشت گردی کی تربیت کا سکول قائم ہے۔ اسی سے بھارتی انٹیلی جینس نے اپنی کہانی کا آغاز کیا۔

۱۹۸۵ء میں سکھ نوجوانوں میں یہ جنون زور پکڑتا جا رہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح بھارت جا کر اپنے بھائی بندوں کے قتلِ عام کا بدلہ لیں اور خالصتان کے لیے لڑی جانے والی جنگ میں عملی کردار ادا کریں۔ اِس مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی جانیں تلی پر رکھ کر کمانڈو ٹریننگ سکولوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔ سٹی آف پرنس جارج کے مسلح پہرے داروں کے کنٹرول بن جہاں دو بدو مقابلہ کرنے اور دُنیا کا جدید ترین اسلحہ چلانے کی تربیت کے دوران ہونے والی فائرنگ کی آواز

کو درختوں کے پتے اور تنے روک نہیں سکتے تھے۔

اِسی کیمپ کو بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی شرارت کی بنیاد بنایا اور مغربی میڈیا میں بڑے پُراسرار طریقے سے ایک ایسے ہی کیمپ کی اطلاع پہنچائی گئی جہاں سکھوں کو دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی تھی۔

اطلاع ایسے پُراسرار طریقے سے میڈیا تک پہنچائی گئی کہ مرچ مصالحہ لگا کر شائع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ایک دوڑ سی لگ گئی۔

اِس ضمن میں یہاں تک خبریں شائع ہوئیں کہ بھارتی سفارت کاروں نے اپنی جان پر کھیل کر اس کے تصویری ثبوت کینیڈین حکام کو بہم پہنچائے ہیں اور اب کینیڈا حکومت بڑی سنجیدگی سے اِس بات کا نوٹس لے رہی ہے۔

حقیقت میں یہ سارا ڈرامہ تھا۔۔۔!

جس کیمپ کی کہانی گھڑی گئی تھی اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور یہ بھارتی سفارت خانے کے "ڈِس انفارمیشن سیل" کا کارنامہ تھا اور اس مہم کا حصہ جو انھوں نے سکھوں کو بدنام کرنے کے لیے چلا رکھی تھی۔ سفارت خانے کی اس ذہنی اختراع نے سکھوں کو ایک مرتبہ پھر عوام الناس میں مشتبہ کر دیا اور لوگوں نے ۸۲ء کے واقعات کو دہرانا شروع کیا۔

اِس باخبر دُنیا میں اور ایسے پڑھے لکھے معاشرے میں کسی افواہ کو اتنی کامیابی سے پھیلانا کہ اخبارات بھی اسے سچ ماننے پر تیار ہو جائیں کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے پس پردہ کتنے شیطانی ذہن کارفرما تھے اس کا اندازہ کوئی بھی صاحب الرائے لگا سکتا ہے۔

اِس مہم میں بھارتی میڈیا کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دُنیا کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ بھارت میں پریس آزاد ہے لیکن اس آزادی کا کتنا بھیانک استعمال کیا جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے کہ ٹریننگ کیمپ والی جو کہانی بھارتی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سفارت کاروں نے مغربی اخبارات تک پہنچائی تھی اس میں سب سے زیادہ اہم کردار بھارت کے بین الاقوامی شہرت یافتہ انگریزی ہفت روزہ انڈیا ٹوڈے نے ادا کیا۔

انڈیا ٹوڈے نے کینیڈا ویسٹ کوسٹ میں واقع اس "ٹریننگ کیمپ" کی نہ صرف کہانی بیان کی بلکہ اس کی تصاویر بھی چھاپ دیں۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں انڈیا ٹوڈے نے دعویٰ کیا کہ کینیڈا میں ببر خالصہ کا سربراہ تلوندر سنگھ ببر اس کیمپ کو چلا رہا ہے اور اس کے گردپ کے لوگ یہاں ہیں۔ انڈیا ٹوڈے نے اپنے قارئین کے لیے اپنی دانست میں بڑا سنسنی خیز انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ تلوندر سنگھ ببر نے یورپ میں موجود سکھوں کو عسکری تربیت دے کر خالصتان لبریشن آرمی قائم کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔

اس فوج کو وہ یورپ ہی میں تربیت دلا کر مسلح کرے گا پھر یہ بھارت میں داخل ہو کر خالصتان کو بھارتی فوجوں سے آزاد کروائیں گے۔ اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ اس مقصد کے لیے فروری ۸۲ء میں مشہور "مرسنریز" جوہان وینڈر ہورسٹ کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں جو رہوڈیشیا میں ایک عرصے تک جنگ میں حصہ لے چکا ہے اب یہی جوہان برٹش کولمبیا کے سکھوں کا ٹریننگ کیمپ چلا رہا ہے۔

انڈیا ٹوڈے اور دُور کی کوڑی لایا اور یہ انکشاف بھی داغ دیا کہ جوہان نے اس سلسلے میں کینیڈا کے مختلف اخبارات میں مرسنریز (کرائے کے فوجیوں) کی تربیت کرنے والے انسٹرکٹروں کی خدمات کے حصول کے لیے بھی اشتہار دیا ہے جس میں انھیں ۱۲۵۰ امریکی ڈالر ماہانہ تنخواہ کی پیش کش کی گئی ہے۔ ایسے انسٹرکٹرز سے درخواستیں مانگی گئی ہیں جو جدید اسلحہ چلانے اور مارشل آرٹس کی تربیت دینے پر قدرت رکھتے ہوں اور رپورٹ میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ بھارتی سفارت خانے نے ان تربیتی کیمپوں کی خفیہ تصاویر اُتار کر کینیڈین حکام کو پیش کی ہیں تاکہ اس پر مناسب کارروائی کی جا سکے۔

اس رپورٹ کو انڈیا ٹوڈے کے حوالے سے بہت سے غیر ملکی اخبارات نے بھی

شائع کیا۔

جوہان اور اس کے نام نہاد تربیتی کیمپ کا فسانہ ۱۹۸۵ء میں ایگزیکٹو انٹیلی جنس ریویو کے ایڈیٹر نے "اندرا گاندھی کو کس نے قتل کیا" نامی کتاب میں دُہرایا۔ اس کتاب میں دعویٰ کیا گیا کہ خالصتانی تحریک کی کمان ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے جنھوں نے روسی انٹیلی جنس کی بین الاقوامی نوعیت کی تخریب کاری کی تربیت حاصل کر رکھی ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ساؤتھ افریقہ کا مشہور مرسنریز جوہان جو سکھوں کا تربیتی کیمپ چلا رہا ہے۔ کے جی بی کا بین الاقوامی نوعیت کا تربیت یافتہ کرائے کا فوجی ہے اور اس نے سکھوں کی تربیت میں بھی بالکل وہی طریق کار اختیار کیا ہے۔

کتاب میں دعویٰ کیا گیا کہ اس کے کیمپ میں ببر خالصہ، دل خالصہ دشمیش رجمنٹ اور سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سکھ ریڈ بریگیڈ، آرمینین اے ایس اے ایل اے، اور فلسطینی دہشت گردوں کے شانہ بشانہ تخریب کاری کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور جوہان جو اس کیمپ کا کرتا دھرتا ہے۔ جب جی چاہے حکام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کینیڈا امریکہ کی سرحد عبور کر جاتا ہے اس کا قائم کردہ تربیتی کیمپ مرسنریز ٹریننگ کیمپ کے نام سے برٹش کولمبیا کے شہر پرنس جارج ٹاؤن میں قائم ہے۔

آیئے اس رپورٹ کا ایک ایماندارانہ جائزہ لیں جس کے بعد ڈھول کا پول کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

ایگزیکٹو انٹیلی جنس ریویو دائیں بازو کی نمائندگی کرنے والا اور کمیونسٹ دشمن پرچہ امریکہ میں شمار ہوتا ہے اس کا پبلشر لنڈن لاروش اس ضمن میں خصوصی شہرت کا حامل ہے۔ لاروش اور اس کے ساتھیوں نے ۱۹۸۰ء میں اس وقت شہرت حاصل کی جب انھوں نے اپنے مخصوص مفادات کا پرچار کرنے کے بعد اس نقطہ نظر کی تشہیر کے لیے باقاعدہ فنڈ کے قیام کا اعلان کیا۔ لاروش کے ساتھی بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے اور ایوانِ اقتدار میں ان کا خاصا اثر و رسوخ پایا جاتا تھا۔ یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہی وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لوگ تھے جو امریکی صدر کا دفتر چلا رہے تھے۔

سی ایس آئی ایس اور آر سی ایم پی نے ان فرسودہ خبروں کی اشاعت کے بعد برٹش کولمبیا (کینیڈا) میں اس نام نہاد افسانوی تربیتی کیمپ کی تلاش شروع کر دی۔ انھوں نے ہر قابلِ ذکر سکھ کے پیچھے سیکورٹی لگا دی کہ کسی نہ کسی کے ذریعے تو وہ اس کیمپ تک پہنچ ہی جائیں گے اور ان کو ان خطرناک تربیتی کیمپوں کا سُراغ مل سکے گا۔

کینیڈا کی دونوں خفیہ ایجنسیوں نے اس کام کا بیڑہ بھارتی حکومت کے دباؤ پر کینیڈین وزارت خارجہ کے حکم سے اُٹھایا تھا۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ ان کیمپوں کا سراغ لگا کر فوری طور پر انھیں تباہ کر دیا جائے بھارتی حکومت کی طرف سے کینیڈا کے دوسرے افسران پر الگ دباؤ ڈالا جا رہا تھا جس میں یہ الزام بھی لگایا جاتا تھا کہ کینیڈین حکومت لاشعوری طور پر ہی سہی دہشت گرد سکھوں کی پشت پناہی کر رہی ہے اور بھارتی حکومت کی بار بار درخواست کے باوجود ان پر مقدمات قائم نہیں کیے جا رہے۔ متعدد مرتبہ اس نوعیت کی درخواستیں دی گئی تھیں کہ جتنی جلدی ممکن ہو فوری کارروائی کر کے ان کیمپوں کا صفایا کیا جائے۔

جیسے جیسے افسانوی کیمپوں کی کہانیاں اخبارات میں شائع ہو رہی تھیں۔ کینیڈا حکومت پر خواہ مخواہ سے اخلاقی دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور کینیڈا کے مختلف حلقوں کی طرف سے حکومت پر تنقید کے ساتھ ساتھ یہ الزام بھی عائد کیا جا رہا تھا کہ حکومت دہشت گردی کو فروغ دینے کا باعث بن رہی ہے اور بھارتی حکومت کی واضح نشان دہی کے باوجود ابھی تک اس نے کسی سکھ پر مقدمہ نہیں چلایا۔

بھارتی حکومت نے تو آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا لیکن دوسری طرف سی ایس آئی ایس کے ایجنٹ پٹ اڈسن کو یقین تھا کہ یہ جھوٹا اور بے بنیاد پراپیگنڈہ ہے اور بھارتی ہائی کمیشن میں بیٹھے انڈین انٹیلی جینس کے ڈِس انفارمیشن سیل کے لوگوں کا کارنامہ ہے۔ اس طرح وہ لوگ ایک مرتبہ پھر اپنی اوچھی حرکات کے ذریعے سکھوں کو بین الاقوامی

سطح پر بدنام کر کے مہذب دُنیا کو ان کی اخلاقی امداد سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔

ونیکوور میں موجود سی ایس آئی ایس کے دو اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ایجنٹوں نے جنھیں ان کیمپوں کی تلاش کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ اپنی تفتیش و تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ پٹ اڈسن کا اندازہ بالکل درست ہے کیمپوں کی کوئی حقیقت نہیں یہ بھارتی ڈِس انفارمیشن سیل کا کارنامہ ہے۔ اِس صورتِ حال سے عاجز آ کر سی ایس آئی ایس کے این سی آئی ایس ونگ جو دہشت گردی، دہشت گردوں کی طرف سے دی گئی دھمکیوں وغیرہ کی تحقیق کا ذمہ دار تھا، کے ایک کارپول نے کہا۔

تم لوگ اگر کینیڈا کے کسی کونے سے جوہان ولینڈر ہورسٹ ڈھونڈھ لاؤ تو میں تمھیں ایک ملین ڈالر انعام میں دے دوں گا۔ اس نام کا کوئی آدمی تو برٹش کولمبیا میں نہیں ملے گا البتہ وینڈر ہوف نام کا ایک قصبہ ضرور مل جائے گا۔ وینڈر ہوف نامی یہ قصبہ پرنس جارج ٹاؤن کے مغرب میں سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سکھ خاصی تعداد میں قیام پذیر ہیں۔

○

سی ایس آئی ایس اس کیمپ کو تلاش ہی کرتی رہی لیکن اس کا کبھی سراغ نہ مل سکا۔ جب مسز اندرا گاندھی کا قتل ہوا تو کینیڈا میں بھارتی ڈپلومیٹس نے کینیڈین وزارت خارجہ پر پھر دباؤ ڈالا اور ان کے کان بھرنے لگے کہ کینیڈا کو خالصتانی سکھوں نے اپنا "بیس کیمپ" بنا رکھا ہے اور یہاں سے عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ خالصتانی سکھ پنجاب جا کر حکومت کے خلاف زیرِ زمین کارروائیاں کرتے ہیں۔

۱۹۸۴ء کے آخری دنوں میں ٹورانٹو کے سی ایس آئی ایس آفس کو بھارتی حکومت کا ایک شکایتی مراسلہ موصول ہوا کہ بھارتی سفارت خانے نے اپنی کوششوں سے نیاگرا کے علاقے میں سکھوں کے ایک مسلح اور تربیت یافتہ تخریب کار گروپ کا پتہ لگایا ہے۔

بھارتی ہائی کمیشن نے بتایا کہ ان کی اطلاعات کے مطابق سکھوں نے نیاگرا کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

علاقے "داتی نونا" کے ایک اسلحہ ڈیلر کو آفر کی ہے کہ وہ بھارت کو ایکسپورٹ کی جانے والی پیٹیوں میں ایک جدید اسلحہ کی پیٹی بھی رکھ دے اور انھوں نے اسلحے کی اِس پیٹی کو پنجاب تک پہنچانے کے عوض اسے خطیر رقم کی پیش کش کی ہے۔

فریڈ گسبن کو جی او آئی کی طرف سے تحقیقات پر مامور کیا گیا اس طرح یہ کوشش کی گئی کہ جیسے بھی ممکن ہو اپنے دولت مشترکہ کے دوست بھارت کو مطمئن کیا جا سکے اس کے ساتھ ہی آر سی ایم پی نے اپنی الگ تفتیش شروع کی۔ بعد از خرابی بسیار دونوں ایجنسیاں اس نتیجے پر پہنچیں کہ بھارتی حکومت نے ان کے ساتھ بھونڈا مذاق کیا ہے یا پھر بھارتی حکومت سکھوں سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ وہ رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کر رہی ہے۔

جو واقعات اِن ایجنسیوں کے علم میں آتے وہ کچھ یوں تھے کہ جس اسلحہ ڈیلر کی نشاندہی کی گئی تھی وہ ایک لائسنس یافتہ اسلحہ برآمد کرنے والا ڈیلر ہے۔ دو سکھوں نے اس سے دو قیمتی شکاری بندوقیں خریدیں جو اپنے بھارتی عزیزوں کو تحفے میں روانہ کر دیں۔ یہ اسلحہ کینیڈین پوسٹ کے ذریعے بھیجا گیا تھا جسے انڈین پوسٹ آفس نے وصول کرنا تھا جہاں باقاعدہ کسٹم ہونے کے بعد اور بندوقوں کا معائنہ کرنے کے بعد متعلقہ لوگوں تک یہ خطرناک اسلحہ انڈین پوسٹ آفس کے ذریعے پہنچتا۔

یہ تھی وہ کہانی جس کو بھارتی حکومت نے خطرناک ہوّا بنا کر پیش کیا تھا۔ بھارتی حکومت کے دباؤ پر کینیڈین انٹلی جنیس نے تلوندر سنگھ پرمار اور اس کے ساتھیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ ان کے لیے اپنے گھر سے نکلنا دوبھر ہو چکا تھا۔ جب گسبن اور پٹ اوسن کے سروں پر بھارتی ہائی کمیشن نے ایک اور پہاڑ گرا دیا۔

اِس مرتبہ ایک لمبی لسٹ انٹلی جنیس کو فراہم کی گئی جس میں بہت سے مقامی ہندوؤں کے نام، بھارتی مفادات کے مراکز جن میں سفارتی اور تجارتی مراکز کے علاوہ ائر انڈیا کے آفس بھی شامل تھے۔ اور کہا گیا کہ ان کی سلامتی کو سکھ دہشت گردوں کے ہاتھوں زبردست خطرہ لاحق ہے۔

۱۹۸۵ء کا آغاز ہوتے ہی بھارتی حکومت نے کینیڈا کی وزارتِ خارجہ کو نوٹ لکھنے شروع کر دیتے کہ آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ پر سکھوں کی طرف سے بھارتی تنصیبات کو غیر ممالک میں شدید خطرہ لاحق ہونے لگا ہے اور اس کا ابھی سے تدارک ضروری ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا کہ جون کے پہلے ہفتے ہی میں سکھ کوئی ایسی کارروائی کر سکتے ہیں۔ بھارتی خوفزدہ تھے۔ انھیں یقین تھا کہ غیر ممالک میں ضرور بھارت کے خلاف سکھ کوئی سازش کر رہے ہیں۔

کینیڈین حکومت نے بھارتی ہائی کمیشن اور قونصلیٹ کے گرد حفاظتی بندوبست مزید بڑھا دیتے۔ پہرے داروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اس طرف آنے اور جانے والے راستوں پر سیکورٹی کا جال بچھا دیا گیا اور مشتبہ سکھوں کی حرکات پر کڑی نظر رکھی جانے لگی۔ بھارتی حکومت کا ایک خاص نوٹ ائر انڈیا کی اس ہفتہ وار پرواز سے متعلق تھا جو دہلی سے مانٹریال کے راستے ٹورانٹو آتی تھی اور اسے پٹرول لینے کے لیے لندن میں اترنا ہوتا تھا۔ یہ نئی سروس تھی، جس کا آغاز ۱۹ جنوری ۸۵ء کو ہوا تھا اور اسے فلائٹ نمبر ۱۸۲ کا نام دیا گیا تھا۔

یہ فلائٹ ہر ہفتے کے دن پرسن انٹرنیشنل ائرپورٹ کے ٹرمینل نمبر ۲ پہ آتی تھی اور رات دیر گئے پھر واپس جاتی تھی۔ آر سی ایم پی والوں نے اس پرواز کے لیے خصوصی اہتمام کیا تھا۔ ایک کانسٹیبل تو ٹرمینل کے داخلے والے دروازے پر موجود رہتا تھا۔ دو کانسٹیبل جہاز کے لینڈ کرنے سے پرواز کرنے تک اس کی نگرانی کرتے تھے اور مسافروں کی حرکات شارٹ سرکٹ کیمروں کے ذریعے الگ مانیٹر کی جاتی تھیں۔ ائر لائن کے کاؤنٹر پر آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس بیک وقت موجود رہتی تھی۔ جب سے بھارتی حکومت نے سکھوں کی ممکنہ دہشت گردی کا شک ظاہر کیا تھا اس کے بعد سے نگرانی اور سخت کر دی گئی تھی اور آپریشن بلیو سٹار کی پہلی سالگرہ پر تو کینیڈین حکام ضرورت سے زیادہ ہی محتاط اور چوکنے تھے۔ کسی بھی ممکنہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے ٹرمینل پر خصوصی انتظامات موجود تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کینیڈین حکام نے سکھ کا سانس لیا جب آپریشن بلیوسٹار کی سالگرہ والا دن بخیر و عافیت گزر گیا۔

بھارتی حکومت کی شکایات پر جب تفتیش کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک سراغ امریکن انٹیلی جینس والوں کے ہاتھ لگا کہ کچھ سکھوں نے امریکہ میں "کمفر مرسنریز کیمپ" میں تربیت ضرور حاصل کی ہے۔ نومبر ۸۴ء میں سکھوں کے ایک گروپ نے ویٹ نام کے سابقہ فوجی افسر فرینک کمفر سے ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیا تھا۔ کمفر بعد میں ۷۷ء میں کیلیفورنیا میں کسی جگہ بم پھینکنے کے الزام میں گرفتار ہوا اور آج کل امریکہ میں جیل کاٹ رہا تھا۔

لال سنگھ اور امند سنگھ نامی دو سکھ جو کہ حال ہی میں فلوریڈا کی بندرگاہ پر ایک بحری جہاز کے ذریعے پہنچے تھے۔ دونوں امریکہ میں جو کاغذات لے کر داخل ہوتے تھے ان کے مطابق انھیں یہاں سے دوسرے جہاز پر منتقل ہونا تھا۔ لیکن یہ تو صرف بہانہ تھا دونوں یہاں سے بھاگ کر نیویارک پہنچے اور اب یہیں قیام پذیر تھے۔

کمفر جب الباما میں سکھوں کا ٹریننگ کیمپ چلا رہا تھا تو اسے اطلاع ملی کہ سکھ بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس منصوبے کے مطابق راجیو گاندھی کو دورہ امریکہ کے دوران جون ۸۵ء میں نیویارک میں قتل کرنا طے پایا تھا۔ کمفر نے فوراً یہ اطلاع ایف بی آئی کو پہنچائی۔

کمفر کی اطلاعات کی روشنی میں ایف بی آئی حرکت میں آئی اور انھوں نے مئی ۸۵ء میں گردیپ تاب سنگھ ورک اور اس کے چار ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ورک کمپیوٹر سائنس کا ماسٹر سمجھا جاتا تھا اور نیویارک کے کمپیوٹرز سے متعلقہ حلقوں میں اس کی قابلیت اور اہمیت کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ بڑی بڑی کمپنیاں اس کے قیمتی مشوروں کی محتاج رہتی تھیں۔

ورک اور اس کے ساتھیوں کو اس الزام کے تحت گرفتار کیا گیا کہ وہ ہریانہ کے وزیراعلیٰ بھجن لال کو جو ان دنوں نیو اورلینز میں آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں داخل

تھا قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ورک اور اس کے دوسرے ساتھی پر اس کے علاوہ ایک اور بڑا الزام یہ بھی تھا کہ دونوں نے بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کے قتل کا منصوبہ بھی بنا رکھا ہے۔

کمفر ان دنوں ایف بی آئی کے لیے کام کرتا تھا اور اس نے اپنی خدمات انڈین لوگوں کی جاسوسی کے لیے پیش کی تھیں۔ اب وہ ایف بی آئی کے ایجنٹ کی حیثیت سے سکھوں کے درمیان موجود تھا۔ بھارتی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ کمفر کا یہ معاہدہ مئی میں گرفتاریوں کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس کمفر کا دعویٰ ہے کہ اس نے ہی بھارتیوں کو خبردار کیا تھا کہ سکھ ائر انڈیا کے جہاز کو بم سے اُڑانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا۔

میں نے اس کے علاوہ بھی سکھوں کی ممکنہ کارروائیوں اور اہداف سے بھارتیوں کو پیشگی آگاہ کر دیا تھا۔ انھوں نے میری اطلاعات پر کان نہیں دھرے۔ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ شاید میری باتوں پر وہ صرف بیوروکریٹس کی طرح غور کرتے رہے پھر فائلیں اُٹھا کر ایک طرف رکھ دی گئیں۔ میں نے ایف بی آئی اور بھارتیوں کو ایسی اہم اطلاعات دی تھیں جو اُن کے وہم و گمان میں نہ آئیں اور جو میں بتاتا رہا وہی کچھ ہو کر رہا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس کے لیے پہلے ہی سے بندوبست کیوں نہ کر لیا گیا۔ شاید بھارتی صرف اپنی انٹیلی جینس ایجنسیوں کی فراہم کردہ اطلاعات پر ہی عمل اور انحصار کرتے تھے۔"

کمفر کی اطلاعات کو خاطر میں کیوں نہ لایا گیا؟

اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ بھارتی چاہتے تھے کہ سکھ ایسا کریں شاید سکھوں میں داخل کردہ ان کے ایجنٹ انڈین انٹیلی جینس کے پلان کے مطابق اپنا کام کر رہے تھے۔ عام سکھوں کو وہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہے اور بھارتی انٹیلی جینس کا خفیہ آپریشن کامیابی سے جاری رہا۔

فی الوقت یہ کہنا مشکل ہے کہ کمفر کے اس دعوے میں کہاں تک سچائی ہے کہ اس نے ائر انڈیا کی فلائٹ نمبر ۱۸۲ کی تباہی کی پہلے سے نشاندہی کر دی تھی اور بھارتیوں کو

آگاہ کر دیا تھا کہ کوئی ایسا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ ۲۳ جون ۸۵ء کو پھر یہ حادثہ رونما ہو کر رہا جب آئرلینڈ کے سمندر پر دورانِ پرواز ائر انڈیا کی فلائٹ ایک زوردار دھماکے سے تباہ ہوئی اور اس میں ۳۲۹ مسافر مارے گئے۔

اِس تباہی کی ذمہ داری کیا بھارتی حکومت پر عائد نہیں کی جا سکتی جو ایک طرف تو کینیڈین حکومت کے پاس واویلا کرتی رہی کہ ائر انڈیا کا جہاز تباہ ہونے والا ہے، اور دوسری طرف اس نے کمفرکی اطلاع پر کان دھرنے کی زحمت ہی نہ کی؟ کیا بھارتی سفارت کار "ڈِس انفارمیشن" پلان میں اتنے ہی زیادہ گم ہو گئے تھے کہ انھوں نے شیر آیا، شیر آیا کا اِتنا واویلا مچایا کہ پھر جب واقعی شیر آ گیا تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی؟

اِس امر کے شواہد موجود ہیں کہ بھارتی اگر چاہتے اور ذمہ داری کا ثبوت دیتے تو عین ممکن ہے کہ یہ سانحہ ٹل جاتا۔ کینیڈا میں دو ایجنٹ آر سی ایم پی کے لیے کام کر رہے تھے جنھوں نے ائر انڈیا کی تباہی سے متعلق بعض اہم نوعیت کی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں۔

ان میں سے ایک ٹورنٹو کا سابقہ ملازم ۴۲ سالہ پال بیسو تھا۔ پال جو دھماکہ خیز مواد کی تیاری کی تربیت حاصل کر چکا تھا وینکوور کے سکھوں کے ایک ایسے حلقے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا جن کا رابطہ کیلی فورنیا کے ایک انتہا پسند سکھ گروپ سے تھا۔ ان لوگوں کے اکثر کام بیسو کے ذریعے انجام پانے لگے۔ بیسو کی ملاقات اس سلسلے میں کیلی فورنیا کے ایک سکھ سے ہوئی جو یہاں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا صدر بھی تھا۔ بیسو کا دعویٰ ہے کہ یہ گروپ جدید ترین خودکار ہتھیار اور ۵۰ فیصد خالص ڈوڈو مائیٹ پلاسٹک ایکسپلوسو حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا جس کے ذریعے بھارت میں پُلوں کو اُڑایا جا سکے۔ بیسو کا کہنا ہے کہ وینکوور میں اس کا ساتھی گورمیل سنگھ اس کے ساتھ ایک بُک شاپ میں گیا تھا جہاں اس نے سیلز مین لڑکی سے پوچھا تھا "آپ کے پاس بموں کی تیاری سے متعلق کوئی کتاب موجود ہے؟" جب لمبی داڑھی اور سر پر پگڑی باندھنے والا سکھ ایسی کتاب مانگے تو اس کا مطلب آپ جانتے ہیں کیا ہو سکتا ہے؟

بیسو کا کہنا ہے کہ جب مَیں نے سکھوں سے دریافت کیا کہ آپ دھماکہ خیز مواد اور جدید ترین اسلحہ کس طرح بھارت منتقل کریں گے تو ان میں موجود ایک سکھ جس کو وہ ہرجیت سنگھ کی حیثیت سے جانتا تھا بولا کہ میں انڈین انٹیلی جینس کے ساتھ کام کر چکا ہوں اور اب میرا چچا ان میں موجود ہے۔ مجھے علم ہے کہ ہم اپنا کام کیسے کر سکتے ہیں۔ بیسو کو بعد میں آر سی ایم پی نے اپنی ملازمت سے الگ کر دیا کیونکہ وہ ان کے لیے مطلوبہ شہادت فراہم نہیں کر سکا تھا۔ آر سی ایم پی والے چاہتے تھے کہ بیسو کے ذریعے ایسا ثبوت حاصل ہو جس کے ذریعے وہ یہ ثابت کر سکیں کہ تحریکِ خالصتان کو سرمایہ "ڈرگ مافیا" کے ذریعے فراہم کیا جاتا ہے۔

اگلی ملازمت کے حصول کے لیے بیسو نے ۸۶ء میں ٹورانٹو میں بھارتی قونصلیٹ سے رابطہ کیا اور اسے اپنی خدمات کی پیش کش کی۔ بھارتی وائس کونسل برج موہن لال کے ساتھ اپنی ڈیڑھ گھنٹے کی ملاقات میں اس نے موہن لال کو آفر دی کہ وہ بھارتی مفادات کے حصول کے لیے سکھوں کی جاسوسی کرنے کو تیار ہے۔ موہن لال نے اس کی پیش کش قبول کر لی اور دونوں کے درمیان معاہدہ بھی طے پا گیا لیکن دوسری ہی ملاقات میں وائس کونسل نے اسے دھتکار دیا۔ بیسو کا کہنا ہے اس کی وجہ آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کے لوگ تھے جنھیں مَیں نے اس ملاقات کے دوران بھارتی قونصلیٹ کے گرد منڈلاتے دیکھ لیا تھا۔

بیسو نے آر سی ایم پی کو بھی خبردار کیا تھا کہ ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ایسی ہی ایک اطلاع وینکوور میں قید ایک سکھ کی طرف سے اس کے وکیل کے ذریعے پہنچائی گئی۔ اس وکیل کو امید تھی کہ فراڈ، چوری اور جان سے مارنے کی دھمکی دینے کے جُرم میں ۱۲ سال قید پانے والے اس کے مؤکل کو اس اطلاع کے عوض کراؤن پراسیکیوٹر کچھ معافی دلا دے گا۔ شاید اسی سودے بازی کے نتیجے میں اس کی جان چھوٹ جائے گی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وینکوور کے وکیل جارج نے بتایا کہ اس کے موکل ہرمیل سنگھ گریوال جو شراب کی ایک دکان پر سیلز مین تھا نے آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کو خبردار کیا تھا کہ ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ وکیل کا کہنا تھا کہ میرے موکل کو جیل کے ساتھی قیدی سے اطلاع ملی تھی کہ مانٹریال کے ائرپورٹ جہاں پر جہاز تھوڑی دیر کے لیے رُکے گا یہاں سے سامان میں ایک بم اس میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس وکیل کا کہنا تھا کہ آر سی ایم پی اخلاقی طور پر اس کی سزا معاف کروانے کی پابند ہے اور جب تک وہ اس کو معافی نہیں دلاتی اس کا موکل اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرے گا۔ جب گریوال اپنی اطلاع کے مصدقہ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا تو پولیس اسے جھوٹا بتا رہی تھی۔ کچھ بھی ہو کینیڈین سیکورٹی پر اس الزام کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا کہ انھیں جہاز کی تباہی کی پیشگی اطلاع مل چکی تھی۔

جہاں تک کینیڈا کی انٹیلی جنیس کا سوال ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں شک تو تھا کہ آپریشن بلیو سٹار سے جس طرح سکھوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے اور پھر پنجاب سے اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بھارتی فوج کے ظلم وستم کی جو کہانیاں ان تک پہنچ رہی ہیں ان کے بعد یہ بات ناممکن نہیں کہ طیش میں آ کر کوئی انتہائی قدم اُٹھا لیں۔ لیکن یہ طے نہیں تھا کہ ان کا ہدف کیا ہو گا۔

○

اولسن نے اپنی یادیں دُہراتے ہوتے کہا "ہم ہر چیز پر نظر رکھتے تھے۔ کڑی نگرانی، تلاشی، اچانک چھاپہ، ہم نے ہر حربہ آزمایا تھا۔ ٹھیک ہے انڈین اطلاعات دے رہے تھے لیکن اس بات کا تو علم کسی کو نہیں تھا کہ سکھوں کا اگلا نشانہ کون سا ہے؟ معلوم نہیں وہ ائر انڈیا کا جہاز گرانا چاہتے تھے، با اثر ہندوؤں کو مارنا چاہتے تھے؟ بھارتی تجارتی سنٹروں یا قونصلیٹ پر حملہ کرنا چاہتے تھے؟ ان کا نشانہ کوئی واضح تو نہیں تھا۔ آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کے لیے یہ دھماکہ خیز خبر تھی۔ حیرت انگیز اور چونکا دینے والی۔ وہ تو کبھی سوچ نہیں سکتے تھے۔ کہ یہ کچھ بھی ہو جائے گا۔ اطلاعات تو تھیں لیکن ہم لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ جیسے اسلحے والی بات ٹریننگ کیمپوں

والی بات بعد میں غلط ثابت ہوئی اسی طرح ممکن ہے اب بھی بھارتی حکام رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کر رہے ہوں۔ اس بات کا تو ہمیں اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ شیر آیا، شیر آیا چلاتے چلاتے ایک دن سچ مچ کا شیر بھی آ جائے گا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تباہی کی منصوبہ بندی

۴ جون ۸۵ء کی شام تھی جب ایک فورڈ وین وینکوور آئس لینڈ کے قصبے ڈنکن کے جنگلی سلسلے کے نزدیک آکر رُکی۔ وین سے دو آدمی اُتر کر باہر آئے جن میں ایک تلوندر سنگھ پرمار تھا اور دوسرا اندرجیت سنگھ۔ دونوں وین سے اُتر کر پیدل چلتے ہوئے ڈنکن کے جنگل کی طرف چلے گئے جب کہ ان کا تیسرا ساتھی جس کی شناخت نہیں ہو سکی وین کے پاس ہی کھڑا رہا۔

آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ کو ۲ دن باقی تھے اور ائر انڈیا کی فلائٹ ۱۸۲ کی تباہی سے ۱۹ روز پہلے کی بات ہے، اندرجیت سنگھ، ریاست ببر خالصہ کا سرگرم رُکن اور تلوندر سنگھ پرمار کا زبردست پیروکار تھا۔ اندرجیت ڈنکن میں موٹر مکینک کی حیثیت سے قیام پذیر تھا جن چیزوں کی مدد سے ان لوگوں نے یہاں تجربہ کرنا تھا وہ اندرجیت سنگھ نے ہی تیار کی تھیں۔

اِس سامان میں ۱۲ وولٹ کی ایک بیٹری بھی تھی ان لوگوں نے درختوں کے گھنے سلسلے میں دُور اندر جا کر بیٹری نصب کی تھی۔ اندرجیت کا کہنا ہے کہ وہ لوگ ایک خود ساختہ بم کا تجربہ کرنے جا رہے تھے۔ یہ بم تلوندر سنگھ پرمار کی ہدایت پر اندرجیت نے تیار کیا تھا۔

ڈنکن اور کوویچن کے درمیانی علاقے میں واقع یہ جنگل جسے دونوں نے اپنے لیے محفوظ پناہ گاہ سمجھ لیا تھا، دراصل اتنی ہی غیر محفوظ تھی جتنی ان کی رہائش گاہیں ہیں۔ دونوں اِس امر سے بے خبر تھے کہ سی ایس آئی ایس اور آر سی ایم پی کے ایجنٹ سائے

کی طرح ان سے چمٹے ہوتے ہیں بعد میں یہ دونوں ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی کے ضمن میں کینیڈین انٹیلی جینس کے نزدیک سب سے زیادہ مشکوک قرار پاتے۔

ٹوکیو کے ناریٹا ائرپورٹ پر ایک گمنام سامان کے بکس میں ہونے والے دھماکے کا شک بھی ان دونوں پر ہی کیا جاتا ہے۔ یہ سامان دوسرے جہاز میں لادا جانا تھا جس میں وقت سے پہلے دھماکہ ہو گیا۔ خیریت یہ گزری کہ دھماکہ ائرپورٹ کی حدود سے باہر ہوا ورنہ بہت جانی اور مالی نقصان ہوتا۔

تیسرا آدمی جس کی شناخت ممکن نہیں ہو سکی اس روز علی الصبح تلوندر سنگھ ببر کی رہائش گاہ پر "بربنے"، پہنچا، جہاں سے دونوں وینکوور کے "فیری ڈیک" کی طرف روانہ ہوتے۔ سی ایس آئی ایس کے دو ایجنٹ لیری اور میک ایڈم ان کے تعاقب میں تھے۔ انھوں نے دیکھا سکھوں والی فیری کا رُخ "نانائے مو" کی طرف تھا جہاں اِن دونوں سکھوں نے اپنے ایک اور ساتھی جوگندر سنگھ گل سے ملاقات کی جو یہاں کار لیے ان کا منتظر تھا۔ کار کا رُخ اب ڈنکن میں اندرجیت سنگھ کے گھر کی طرف ہو گیا تھا۔

سیکورٹی ایجنٹوں کو پرمار اور اندرجیت کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن وہ ان کے تیسرے ساتھی کو نہ پہچان سکے۔ تیلا، لمبا اور چھوٹی چھوٹی داڑھی والا سکھ جس نے اپنے سر پر سلیقے سے پگڑی باندھ رکھی تھی پہلی مرتبہ ان کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔

دونوں سیکورٹی ایجنٹ ہاتھ ملتے رہ گئے کہ ان کے پاس اس وقت کیمرہ نہیں تھا ورنہ وہ تلوندر سنگھ پرمار کے حلقے میں آنے والے اس نوجوان کی تصویر ہی اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر لیتے۔

اب ان کے لیے ایسا ممکن نہیں تھا اگر وہ بھاگ دوڑ کر کے کیمرہ حاصل کر بھی لیتے تو فیری میں موجود بے شمار مسافروں میں سے کسی ایک کی واضح اور صاف تصویر حاصل کر لینا ان کے لیے ممکن ہی نہ رہتا۔

بہرحال دونوں ان سے چپٹے رہے، اب یہ لوگ اندرجیت کی کار میں سوار ہوکر کسی طرف جارہے تھے۔ اِس مرتبہ ان کی منزل ڈنکن آٹو الیکٹرک میرین شاپ تھی جہاں اندرجیت ملازمت کرتا تھا یہاں سے اندرجیت نے کوئی شے اٹھائی اور اس کار کا رُخ کو دیکن جھیل کی طرف ہوگیا تھا۔

جب کار کا رُخ ہل کریسٹ روڈ کی طرف ہوا اور اچانک چوراہا آگیا تو دونوں جاسوسوں کے لیے ان کی مسلسل نگرانی مشکل ہوگئی۔ وہ دونوں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ رہے۔ تینوں کو جنگل کی طرف جاتے انھوں نے دیکھا تھا لیکن اِتنے گھنے جنگل میں ان کی ہر حرکت دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دھماکے کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔

دونوں اندازہ نہیں لگا سکے کہ دھماکہ کس چیز کا تھا۔ اس روز اپنی نگرانی کی رپورٹ میں لیری نے لکھا کہ دھماکہ کی آواز کسی شکاری رائفل کا فائر معلوم ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد انھوں نے پرمار اور اندرجیت کو جنگل سے نکل کر کار کی طرف آتے دیکھا۔ دونوں کار میں بیٹھ گئے اور وہاں پہلے سے موجود ان کے ساتھی نے کار کا رُخ دوبارہ ڈنکن کی طرف موڑ دیا۔ ان کے وہاں سے ہٹتے ہی لیری بھاگم بھاگ جنگل میں پہنچا جہاں ناکامی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ دھماکہ والی جگہ سے کوئی بھی اِس سلسلے کی شہادت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ یہاں زیادہ دیر رُکنا بھی مشکل تھا۔

دونوں ایک مرتبہ پھر پرمار سے چپٹ گئے

دونوں پرمار کا تعاقب کرتے دوبارہ اس کے گھر تک پہنچ گئے۔ ان کا تیسرا ساتھی جس پر دونوں جاسوسوں کی نظریں جمی تھیں بڑے پُراسرار طریقے سے غچہ دے کر نکل گیا، دوبارہ کبھی سی ایس آئی ایس کے لوگ اس کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔ کسی کو معلوم ہی نہ ہوسکا کہ وہ کدھر سے آیا تھا اور کس طرف چلا گیا

ائیر انڈیا اور کیتھی پیسفک والے دھماکوں کی تفتیش وینکوور میں جاری رہی۔ سیکورٹی

کے علم میں یہ بات آئی کہ یہاں سے کیتھی پیسفک کے لیے دو ٹکٹ خریدے گئے تھے۔ دونوں پروازیں متضاد سمتوں میں جانے والی تھیں اور ٹکٹیں ۲۲ جون کی تھیں۔

۱۹ جون کو کیتھی پیسفک کے مقامی ایجنٹ مارٹینی کو ایک شخص کا فون موصول ہوا جس نے اپنی شناخت مسٹر سنگھ کہہ کر کروائی تھی۔ آدھ گھنٹے کے بعد دوبارہ اس نے ۲۲ جون کے لیے دو اور سکھوں کے نام سے دو ٹکٹ بُک کروائے۔

ایک ٹکٹ مہندر بل سنگھ کے نام سے سی پی ائر کی فلائٹ نمبر ۳۰۰ پر بُک کروالیا گیا جس کا روٹ وینکوور سے ٹوکیو تھا۔ اس فلائٹ کے مسافر نے یہاں سے ائر انڈیا کی فلائٹ نمبر ۳۰۱ لینی تھی جو ٹوکیو سے بنکاک جاتی ہے۔ دوسری ٹکٹ جسونت سنگھ کے نام سے فلائٹ ۸۶ کی تھی جو مانٹریال کے ڈرول ائرپورٹ پر رُکتی ہے۔ یہاں سے جسونت سنگھ نے خود مانٹریال کے دوسرے ائرپورٹ ماتی ربیل پہنچنا تھا۔ جہاں سے اسے ائر انڈیا کی فلائٹ نمبر ۱۸۲ میں سوار ہونا تھا۔ ائر لائن ریزرویشن کے اصول کے مطابق ٹریول ایجنٹ کے پاس ٹکٹوں کے ساتھ ایک رابطہ نمبر چھوڑ دیا گیا۔

مارٹینی بتاتا ہے کہ بکنگ کرنے والا خاصا باخبر آدمی دکھائی دیتا تھا اسے وینکوور کے فلائٹ شیڈول اور ائیر انڈیا کی بین الاقوامی پروازوں کا مکمل علم تھا کہ کون سی فلائٹ کس ائیرپورٹ سے کب روانہ ہوگی اور اس کی منزل کون سی ہے۔ اس شخص کو علم تھا کہ ائیر انڈیا کی فلائٹ نمبر ۳۰۱ حاصل کرنے کے بہترین رابطہ فلائٹ کے پی نمبر ۳۰۰ تھی جو ٹوکیو جاتی ہے۔ مارٹینی نے تفتیشی افسران کو بتایا کہ اس بات کا علم تو اس کے ٹکٹ کمپیوٹر کو بھی نہیں تھا۔

دو گھنٹے بعد سی پی ائیرلائن کے ایک اور ایجنٹ کو فون ملا جس میں جسونت سنگھ کے نام پر کی جانے والی وینکوور مانٹریال ریزرویشن کو کینسل کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کے بجائے سی پی ائیر فلائٹ نمبر ۶۰ جو ٹورنٹو سے روانہ ہوتی تھی پر ریزرویشن کروا دی گئی۔ ٹکٹ ہولڈر نے اس کے بعد ائیر انڈیا کی فلائٹ نمبر ۱۸۲ لینی تھی جو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مکمل بُک تھی لیکن چانس پر اس کو جگہ مل سکتی تھی۔

۲۰ رجون کو سی پی ایئر لائن دینکوور کے ڈاؤن ٹاؤن آفس میں ایک موٹا تازہ سکھ آیا جس نے دونوں ٹکٹوں کے پیسے ادا کر دیئے چونکہ سی ایس آئی ایس کینیڈا کے تمام سکھوں کی نگرانی نہیں کر سکتی تھی اِس لیے اس شخص کی شناخت بھی معمہ بنی رہی۔

ٹکٹ ایجنٹ جیرالڈ ڈنکن نے اس کی شناخت کچھ اس طرح بتاتی تھی۔ گول چہرہ قد تقریباً ۵ فٹ ۱۰ انچ اور وزن دو سو پاؤنڈ سے زیادہ ہی رہا ہوگا۔ اس نے گہرے رنگ کی پگڑی بہت سخت کر کے باندھی ہوئی تھی اور اس کی داڑھی کو ہلکا ہلکا خضاب لگا تھا۔ نیچے کے بال سفید نظر آ رہے تھے۔ داڑھی کے بالوں کو شاید باندھا ہوا تھا۔

اس نے سب سے پہلے ریزرویشن پر نام تبدیل کروائے۔ اب کسی ایل سنگھ کے نام سے ٹوکیو اور پھر بنکاک کی ٹکٹ بُک کروائی گئی۔ اس کے ساتھ ایک دیسٹرن ٹکٹ اوپن بُک کروائی گئی۔ دوسری ٹکٹ پر ایم سنگھ کا نام لکھوایا گیا تھا جو ٹورنٹو جا رہا تھا۔ جہاں ایئر انڈیا کی ویٹنگ لسٹ میں اس کا نام شامل تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا بٹوا نکالا اور سو اور پچاس ڈالر کے ترتیب سے رکھے ڈالر اس کی طرف بڑھا دیئے۔ ایک ہیرے کی انگوٹھی اس کے دائیں ہاتھ میں موجود تھی۔

"اس کے پاس کچھ زیادہ پیسے نہیں تھے"۔۔۔۔ ڈنکن نے بعد میں آر سی ایم پی کے افسران کو بتایا۔

اس سے زیادہ افسران کو کچھ نہ بتا سکا کہ نووارد نے ۳ ہزار پانچ ڈالر ٹکٹوں کا کرایہ ادا کیا۔ دونوں ٹکٹ اپنے جیب میں ڈالے اور دفتر سے باہر نکل گیا۔ جارجیا سٹریٹ میں انسانوں کے سمندر نے اسے نگل لیا۔ بہرحال ٹکٹ کا خریدار ایک کلو اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ اس نے اپنا ٹیلی فون نمبر تبدیل کروا لیا تھا۔

پہلا ٹیلی فون نمبر جو لکھوایا۔ ہردیال سنگھ جوہل کا تھا جو اپنی روشن دماغی اور مغربی اطوار کی وجہ سے دینکوور کے سکھوں میں خاصا معروف اور جانا پہچانا شخص تھا۔

ہردیال سنگھ کو خالصتان نواز سکھوں نے ایک مرتبہ بہت بُری طرح مارا پیٹا، جب اس نے اپنے سکول کی عمارت پر جہاں وہ کام کرتا تھا کینیڈین پرچم لہرانے کی کوشش کی تھی۔

تفتیش کرنے والے افسران اِس نتیجے پر پہنچے کہ انتہا پسندوں نے آر سی ایم پی کی تفتیش کو غلط رُخ پر موڑنے کے لیے جوہل کا ٹیلی فون نمبر دیا تھا اس کے باوجود سیکورٹی والوں نے اس کی جان نہ چھوڑی۔ جولائی، اگست اور نومبر میں انھوں نے یکے بعد دیگرے اس کے گھر پر چھاپا مارا، گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ اس کی ذاتی ڈائریاں، ٹیلی فون نمبر کی کتاب غرض کہ ہر قابلِ ذکر شے کی چھان بین کی گئی۔

دوسرا نمبر سٹی روز سٹریٹ کے گوردوارے کا تھا جو کینیڈا کا سب سے پُر رونق گوردوارہ سمجھا جاتا تھا۔ اس گوردوارے کے ممبران پکّے خالصتانی اور زبردست بھارت مخالف شمار ہوتے تھے۔ آر سی ایم پی کے لوگ چکرا کر رہ گئے۔ دھوکہ دینے والوں نے انھیں دونوں انتہائی نقطۂ نظر کے حامل لوگوں کے ایڈریس پر پہنچا دیا تھا۔

۲۲ رجولائی کی صبح کو سی پی ایئر کے آفس میں منجیت سنگھ نامی ایک شخص کا فون آیا اس نے مقامی ایجنٹ عزیز پریم جی سے پوچھا۔۔۔ "کیا ابھی تک فلائٹ ایئر انڈیا نمبر ۱۸۲ پر وہ سٹینڈ بائی ہی ہے یا اس کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے؟"

عزیز پریم جی نے بتایا کہ ابھی تک اِس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ جس پر وہ بضد ہُوا کہ اس کی ٹکٹ فوراً اسی فلائٹ پر کنفرم کی جائے۔ ایجنٹ نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے ٹوکیو کے راستے کسی بھی دوسری فلائٹ سے دہلی بھیج دے گا لیکن منجیت کا کہنا تھا کہ اس کے کچھ دوست بھی ۱۸۲ پر جا رہے ہیں اور وہ بھی اِسی فلائٹ پر جائے گا۔

دورانِ گفتگو اس نے انگریزی، پنجابی، ہندی میں اس طرح لہجہ بدل بدل کر بات کی کہ اس کی صحیح زبان کا علم ہی نہ ہو سکا۔ اس نے پریم جی سے کہا چاہے اس کی

ٹکٹ کنفرم ہوتی ہے یا نہیں ۔ اس کا سامان سی پی ایر سے انڈین ایئر لائن میں منتقل کر دیا جاتے ۔

عزیز پریم جی نے کہا "سٹینڈ بائی" کا سامان جہاز میں نہیں جاسکتا جب تک اس کی ٹکٹ کنفرم نہ ہو۔

چند گھنٹے بعد ہی سی پی کی چیک ان کلرک جینی ایڈم نے دو اشخاص کو دیکھا جنہوں نے واقعی جہاز میں بم پہنچایا تھا لیکن بعد میں اس نے آر سی ایم پی کو جو اطلاعات پہنچائیں وہ مجرم کی گرفتاری کے لیے بالکل ناکامی اور نامکمل تھیں۔

۲۲ جون ہفتے کی صبح جینی ایڈم کی ڈیوٹی دراصل وینکوور انٹرنیشنل ائر پورٹ پر سی پی چیک ان کلرک کی نہیں تھی ۔ وہ اپنی ایک ساتھی کی جگہ کاؤنٹر پر موجود تھی جو آج چھٹی پر تھی اور اس کی درخواست پر ہی جینی نے اس کی جگہ کام کرنا منظور کیا تھا۔ ائر لائن نے اسے ۲۶ نمبر سٹیشن دیا تھا جہاں ایمپریس کلاس کے مسافر چیک ان کر رہے تھے۔ ایمپریس کلاس اکانومی سے ایک درجہ زیادہ بہتر تھی لیکن اسے فسٹ کلاس نہیں کہا جاسکتا۔

اس روز سی پی ایر کے چیک ان کلرک بہت مصروف تھے۔ فلائٹ مکمل پیک تھی ۔ تمام لائنیں مسافروں سے اٹی ہوئی تھیں حتیٰ کہ ایمپریس کلاس کے مسافروں کو بھی چیک کرنے میں ۲۰ منٹ لگ جاتے تھے ۔ جینی کے پاس پہنچنے کے بعد ہر مسافر سب سے پہلے تاخیر کا شاکی ہوتا لیکن وہ بڑے صبر وسکون کے ساتھ مسکرا کر انھیں مطمئن کر دیتی۔

جینی کو آج تک وہ شخص یاد ہے جس کے پاس ایم سنگھ کے نام کا ٹکٹ تھا اس نے اپنا سامان اس ائیر انڈیا کی ٹوکیو سے منسلک پرواز پر بک کروایا تھا۔

" بہت مصروف صبح تھی ۔ ۔ ۔ ۔" جینی نے بعد میں آر سی ایم پی کے ایجنٹوں کو بتایا ۔ ۔ ۔ ۔ میرے کاؤنٹر پر ابھی تک ۳۰ مسافروں کی لائن لگی تھی اور ہر شخص پریشان اور کھچا کھچا نظر آرہا تھا۔ اس وقت میری ایک ہی خواہش تھی کہ جتنی جلد ی ممکن ہو سکے تمام لوگ چیک ان کر جائیں۔

ایم سنگھ کے پاس حالانکہ ایمپریس کلاس کی ٹکٹ نہیں تھی اس کے باوجود وہ جینی والے کاؤنٹر کی لائن میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس پکڑ رکھا تھا جبکہ اس کے قدموں میں ایک زنجیر والا بیگ دھرا تھا۔ جیسے ہی ایم سنگھ کی باری آئی اس نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور جینی کے سامنے والی سامان کی بیلٹ پر رکھ دیا۔

جیسے ہی اس کا سوٹ کیس جینی کے سامنے رکا اس نے معمول کے مطابق ٹکٹ کی اطلاعات کمپیوٹر پر منتقل کرنا شروع کر دیں لیکن یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ سامان ائر انڈیا کی فلائٹ ۱۸۲ کے لیے بک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایسا تب ہی ممکن تھا اگر ایم سنگھ کا ٹکٹ کنفرم ہوتا۔ اس نے کمپیوٹر سے "کلیم ٹکٹ" والا مارک برآمد کیا جس پر "وائی وائی زیڈ" کے کالے الفاظ لکھے یہ ٹورنٹو کے لیے کوڈ تھا۔ جس میں مسافر کی ٹکٹ ائر انڈیا فلائٹ ۱۸۲ کے لیے "سٹینڈ بائی" کی اطلاع دی گئی تھی بشکر سوٹ کیس سے چپکا کر اس کو بیگج ٹکٹ تھما دیا۔

ایم سنگھ اپنی جگہ سے ایک قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے جینی سے بحث شروع کر دی وہ مسلسل جھوٹ بولتا رہا۔ بالآخر اس کے سامنے سے یہ کہتا ہوا ہٹ گیا وہ اپنے "بھائی" سے مشورہ کرلے۔

جینی نے فیصلہ کیا کہ اسے مزید مغزماری کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے اب دوسرے مسافروں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

جینی نے آر سی ایم پی کے تفتیشی افسر کو اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو سنائی جو کچھ اس طرح تھی۔ وہ اپنا بیگ دہلی کی فلائٹ میں بک ان کروانا چاہتا تھا۔

میں نے کہا . . .

" سر! میں اس کی مجاز نہیں کیونکہ آپ کی فلائٹ کنفرم نہیں ہے۔"

اس نے کہا . . .

" میں کنفرم ہوں۔ اور یہ رہا میرا ٹکٹ۔"

میں نے کہا . . .

" آپ کے ٹکٹ پر یہ نہیں لکھا کہ سیٹ کنفرم ہے اور میں آپ کا بیگ فلائٹ ۱۸۲ کے لیے چیک اِن نہیں کر سکتی۔"

اس نے کہا . . . .

" اگر میری ٹکٹ کنفرم نہیں تو میں ٹورنٹو سے اپنا سامان وصول کروں گا۔ اور اسے خود ائر انڈیا کی فلائٹ میں ٹرانسفر کردوں گا۔"

میں نے کہا . . . .

" میں آپ کی بات مانتی ہوں لیکن یہاں سے براہِ راست میں آپ کا سامان ائر انڈیا کی فلائٹ پر نہیں بک کرسکتی۔"

اس نے کہا . . . .

" لیکن میں نے ائر انڈیا کو فون کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ میری سیٹ کنفرم ہے۔"

میں نے سوچا ممکن ہے یہ سچ کہہ رہا ہو۔ عموماً ایسی بات وہی لوگ کرتے ہیں جو ائرلائن کا طریق کار نہیں جانتے۔ میں نے سوچا اگر اس کا ٹکٹ ائر انڈیا نے اپنے فائل میں کنفرم کر بھی دیا ہے تو ممکن ہے ان کے کمپیوٹر پر اس کا نمبر ہو، ہمارے کمپیوٹر پر ابھی رپورٹ نہیں آئی تھی۔

میں نے کہا . . . .

" جب تم ٹورنٹو پہنچو تو وہاں چیک کرلینا اور اپنا سامان ائر انڈیا میں بُک کروا لینا۔"

اس پر اس نے پھر بحث کرنا شروع کر دی وہ کہہ رہا تھا کہ ٹورانٹو ائر پورٹ بہت مصروف ہوتا ہے اور اس کے لیے سامان کی منتقلی ایک مسئلہ بنی رہے گی جب اس نے ائر انڈیا کو فون کر کے اپنی سیٹ کنفرم کروا لی ہے تو آخر اس کا سامان ائر انڈیا کے لیے چیک اِن کیوں نہیں ہو رہا۔

میں نے اسے فائل کے متعلق سمجھایا اور بتایا کہ ابھی ہمارے کمپیوٹر پر اس کا نمبر نہیں لگا۔

اس پر اس نے کہا . . . .

" اچھا تم میرے بھائی سے بات کرلو۔ میں اسے بُلاتا ہوں۔"

قطار کے مسافر خاصے بے چین نظر آرہے تھے اور یہ شخص میرا وقت ضائع کر رہا تھا۔

میں نے سوچا کوئی پاگل آدمی ہے اور اس سے کہا میرے پاس تمھارے بھائی سے بات کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا ٹکٹ اور سامان وہاں رکھ کر اپنے بھائی کو بُلانے کے لیے پیچھے ہٹا میری آواز پر وہ لوٹ آیا۔

میں نے کہا . . .

" او کے۔ میں تمھارا سامان تھرو کر رہی ہوں لیکن تم ٹورنٹو آکر دوبارہ ائر انڈیا سے بات کر لینا۔"

مجھے یاد ہے میں نے اس کے سامان سے "ایکس وائی زیڈ" کا ٹیگ اُتار دیا۔ اور اسے کہا . . . .

" تم نے بہت وقت ضائع کیا۔"

جینی ایڈم نے بتایا: اس شخص کی عمر ۳۵ اور ۴۰ سال کے درمیان تھی لیکن نہ تو اس کی ڈاڑھی تھی نہ ہی اس نے پگڑی باندھ رکھی تھی۔ وہ سُوٹ اور ٹائی میں ملبوس تھا اور سر کے بال خاصے بڑھے ہوتے اس کے کانوں کو ڈھانپ رہے تھے۔ چھوٹا سا خوبصورت چہرہ اور مسکراتی ہوئی آنکھیں۔

ایم سنگھ کے پیچھے کھڑے مسافر نے جو ٹورنٹو ائر پورٹ کا سابقہ جنرل مینجر تھا، بتایا کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ شخص چہرے سے ایسٹ انڈیا کا کوئی تاجر نظر آ رہا تھا اور اس کا سامان بھی ایک بیگ اور شولڈر کیس پر مشتمل تھا۔

جینی ایڈم بتاتی ہے اس سامان کا وزن کچھ زیادہ نہیں تھا اور ۱۰ پاؤنڈ سے کم ہی تھا۔ اس نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ بیگ کا رنگ شاید کریمی تھا اور یہ بیگ شاید سکریننگ مشین سے گزرے بغیر یہاں تک پہنچا تھا کیونکہ اس دور میں صرف مسافر کے ساتھ جانے والے سامان کی ہی سکریننگ کی جاتی تھی۔

جینی کی ملاقات آر سی ایم پی کے ایک آرٹسٹ سے کروائی گئی۔ اس نے اپنی معلومات کی حد تک آرٹسٹ کو ایم سنگھ کے چہرے کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔

○

آر سی ایم پی کے ایک اور افسر کے ساتھ اپنے ٹیپ ریکارڈڈ انٹرویو میں اس نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آرٹسٹ کی طرف سے ایک اور انکشاف نے چونکا دیا۔ جب ایم سنگھ کی تصویر مکمل ہوئی تو اچانک ہی آرٹسٹ نے پوچھا۔

"کیا تمھیں اس کے دوسرے ساتھی ایل سنگھ کی شکل یاد ہے؟"

میں نے کہا...

"کون سا دوسرا ساتھی؟"

اس نے کہا....

"ایل، جس نے اس کے ساتھ ہی صرف وینکوور سے ٹوکیو تک جانا تھا۔"

میں نے کہا...

"میں اس کا چہرہ کیوں کر یاد رکھ سکتی تھی۔"

"کیونکہ تم نے اسے چیک اِن کیا تھا"... اس نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔

میں اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اسے کہا...

"تم مجھے بچی سمجھتے ہو؟"

اس وقت تک واقعی جینی ایڈم کو یہ علم نہیں تھا کہ اس نے ایک کے بجائے دو سوٹ کیس چیک اِن کیے ہیں۔ دوسرا ایل سنگھ کے نام سے تھا۔ وہ یاد بھی کیسے رکھتی ہزاروں مسافروں سے اس کا واسطہ زندگی میں رہا تھا۔ ہر ایک کا چہرہ یاد رکھنا اس کے لیے کیسے ممکن تھا۔ پھر ایسے آدمی کو کون یاد رکھ سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی حادثہ بھی نہ گزرا ہو۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

فلائٹ ۱۸۲

سی پی ایئر فلائٹ ۰۰۳ وینکوور سے شیڈول کے مطابق سوا ایک بجے دن ٹوکیو کے لیے روانہ ہوئی - ۱۸ منٹ لیٹ۔ روانگی کے وقت مسافروں میں ایل سنگھ موجود نہیں تھا۔

سی پی ایئر فلائٹ ۰۶۰ جو ٹورانٹو کے راستے ٹوکیو جا رہی تھی۔ شیڈول کے مطابق ۹ بجے روانہ ہوئی لیکن اس میں ایل سنگھ موجود نہیں تھا۔

دونوں پروازیں اپنی اپنی منزل پر بخیر و عافیت پہنچ گئیں۔ فلائٹ نمبر ۰۶۰ مقررہ وقت سے ۱۲ منٹ لیٹ تھی جبکہ فلائٹ نمبر ۰۰۳ مقررہ وقت سے ۴ منٹ پہلے ہی ٹوکیو پہنچ گئی۔

ایئر پورٹ کے بیگیج سارٹنگ کرنے والے عملے نے ٹورانٹو سے آنے والی فلائٹ کا سامان چیک کیا تاکہ متعلقہ منسلک فلائٹوں پر وہ سامان بھیج سکیں اور انھوں نے ایل سنگھ کا سامان جو ایئر انڈیا میں منتقل ہونا تھا اسے الگ کر لیا۔ اس کو ۲۱ دیگر مسافروں کے سامان کے ساتھ جو اسی فلائٹ سے آئے تھے اور انھوں نے پھر فلائٹ ۱۸۲ سے جانا تھا سیکورٹی کلیرنس کے لیے بھیج دیا گیا تاکہ ۷۴۷ جمبو جیٹ میں سامان رکھنے سے پہلے اس کی معمول کی جانچ پڑتال کر لیں۔ یہ معمول کی کارروائی تھی۔

ایئر انڈیا کی یہ پالیسی تھی کہ جہاز میں داخل ہونے والا تمام سامان خواہ وہ دستی ہو چیکنگ کروایا جاتے چیکنگ کے بغیر جہاز میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر قسم کے سامان کو سیکورٹی کے مراحل سے گزرنا پڑتا تھا کسی بھی ممکنہ کارروائی سے نمٹنے کے لیے جس کا خدشہ ایئر انڈیا کو لاحق تھا ۲۲ جون کو ایئر انڈیا نے نیویارک سے اپنا ایک سیکورٹی آفیسر بطور خاص ٹورانٹو روانہ کر دیا تھا تاکہ مانٹریال اور ٹورانٹو کے درمیان سفر کرنے والے سامان کی کڑی نگرانی کی جا سکے۔ اس کے باوجود ابھی تک مسافر کے متعلق کنفیوژن موجود تھا۔

ایئر انڈیا کا ٹورانٹو کا سٹیشن مینیجر چھٹی پر تھا اور کینیڈین ایوی ایشن کے سیفٹی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق اس بات کی کوئی شہادت نہیں مل سکی کہ سٹیشن مینیجر کو کس نے چھٹی پر بھیجا اور اس کے متبادل کی حیثیت سے کس نے ڈیوٹی دی۔

سامان جمع کرنے والے سٹور ڈیپارٹمنٹ میں ایئر انڈیا کے مینیجر کی طرف سے پرائیویٹ سیکورٹی گارڈ متعین کیے گئے تھے۔ جنھیں یہ ہدایت تھی کہ تمام بیگیج ایکسرے مشینوں کے ذریعے گزار کر چیک کیا جائے۔ برنس سیکورٹی کمپنی کی خدمات ایک کنٹریکٹ کے ذریعے ٹرانسپورٹ کینیڈا نے حاصل کی ہوئی تھیں جن کا خرچہ ان ٹرمینلز استعمال کرنے والی ایئر لائنوں کے تعاون سے ادا کیا جاتا تھا۔ برنس سیکورٹی کمپنی ایئر پورٹ سیکورٹی کے لیے گارڈ فراہم کرتی تھی۔

ان گارڈز کو بہت کم معاوضے پر حاصل کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کو سیکورٹی کی الف۔ ب کی شدھ بدھ بھی نہیں تھی اور انھوں نے ٹرانسپورٹ کینیڈا کی طرف سے ڈیزائن کردہ سیکورٹی ٹریننگ کا کورس بھی نہیں کیا ہوا تھا۔

اس روز ایکسرے مشین کی کارکردگی بھی تسلی بخش نہیں تھی چنانچہ ایک مرحلے پر اس نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مشین کی کارکردگی کبھی مشکوک نہیں رہی تھی لیکن اس روز وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے اس سے خراب ہو گئی کیونکہ مشین کو یہاں سے اکھاڑ کر کہیں اور لے جایا جا رہا تھا۔

اس مرحلے پر سیکورٹی گارڈ جمی پوسٹ نے پی ڈی ۴ نامی دستی مشین کے ذریعے سامان کی چیکنگ شروع کر دی لیکن ایئر انڈیا کے سیکورٹی چیف جان ڈی سوزا نے اس پر عدم اطمینان ظاہر کیا، ڈی سوزا نے دوبارہ سارا سامان اپنی نگرانی میں چیک کروایا گیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دفعہ تو وہ ماچس کی تیلی جلا کر متعلقہ سامان سے کچھ فاصلے پر رکھ کر دیکھتا کبھی سامان کو سونگھنے کی کوشش کرتا بالآخر سامان کو کنویئر بیلٹ پر رکھ دیا جاتا۔

جیمز فریڈرک پوسٹ کو برنس سیکورٹی کمپنی کے ساتھ کام کرتے ۸ ماہ گزرے تھے جب اسے پرسن ایئرپورٹ پر ڈیوٹی سنبھالنے کا حکم ملا۔ اس نے ٹرانسپورٹ کینیڈا کا ایئرپورٹ سیکورٹی پروگرام پاس نہیں کیا تھا۔

"مجھے ان لوگوں نے معمول کے پہرے سے اُٹھایا اور یہاں لا کر اس حکم کے ساتھ پھینک دیا کہ میں سامان کی چیکنگ کروں گا۔ مجھے ایئرپورٹ سے متعلق کوئی تربیت حاصل نہیں تھی۔"

اس نے آرسی ایم پی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا اس بیان پر پوسٹ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

پی ڈی فور پر اس کی ڈیوٹی تھی۔ اس کے ایک اور ساتھی سیکورٹی گارڈ نسیم کا کہنا ہے کہ جب میرون رنگ کا ایک بیگ ایکسرے مشین سے گزر رہا تھا تو ہم نے ہلکی سی آواز سُنی تھی جس پر میں بھی چونکا اور پوسٹ نے میرے سامنے دوبارہ بیگ کو ایکسرے مشین سے گزرا۔ اِس مرتبہ آواز وہ نہیں آئی اور ہم مطمئن ہو گئے۔ یہی طریقہ ہمیں ایئر انڈیا کے چیف سیکورٹی آفیسر نے بتایا تھا۔

بیگ کا جو رنگ بتایا گیا تھا ایسے رنگ کا بیگ ہی جیسی ایڈم کے خیال میں ایل سنگھ نے چیک ان کیا تھا۔

پی ڈی فور نامی سنائفر مشین کی کارکردگی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھی جاتی رہی ہے۔ ۱۹ جنوری ۸۵ء جب سے ایئر انڈیا نے پرسن ایئرپورٹ پر فلائٹ شروع کی تھی اسی روز سے ہی وہ لوگ پی ڈی فور سے مطمئن نہیں تھے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حادثے سے ایک روز قبل ہی آرسی ایم پی کینیڈا ٹرانسپورٹ اور ایئر انڈیا کی مشترکہ میٹنگ میں اس سیکشن کو تبدیل کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔

کینیڈین ایوی ایشن کی رپورٹ کے مطابق آرسی ایم پی کے افسر نے بھی متعلقہ مشین

کو چیک کیا تھا اور اس ٹیسٹ رپورٹ کے مطابق کہ گن پاؤڈر کی معمولی سی مقدار اگر اس "سنائفر" سے گزاری جاتے تو اس کا علم نہیں ہوتا تھا اگر گن پاؤڈر "سنائفر" سے کم از کم ایک انچ کے فاصلے پر موجود ہو تو اس کی موجودگی کا علم ہوتا تھا۔

اِس کے علاوہ اگلے ہی روز اس "سنائفر" سے جب سی فور دھماکہ خیز پلاسٹک بم گزارا گیا تو وہ بھی نہیں پکڑا جا سکا۔ حتیٰ کہ جب اِس دھماکہ خیز مواد کو مشین کی رینج کے اندر بھی لایا گیا تب بھی مشین خاموش رہی۔ سیفٹی بورڈ کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ ۲۲ جون ۸۵ء کو یہی "سنائفر" استعمال ہوئی یا کوئی اور؟

فلائٹ ۱۸۲ کو پرسن ایئرپورٹ سے اُڑنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ اس کی وجہ چند روز پہلے ایئر انڈیا کے ایک جہاز کے انجن کی خرابی تھی۔ یہ پرواز ٹورانٹو آ رہی تھی۔ جس کا ایک انجن فیل ہو گیا۔ انجن بعد میں تبدیل کر دیا گیا۔ خراب انجن جو ایئر کینیڈا کے ہینگر میں پڑا تھا۔ انڈین ایئر کی درخواست پر اس بوئنگ میں نصب کر دیا گیا تاکہ بھارت پہنچا کر اس کی مرمت کی جا سکے۔ بوئنگ ۷۴۷ نے یہ فالتو انجن بڑی آسانی سے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اب اس کے ایک پر کے نیچے دو اور دوسرے کے نیچے ۳ انجن نصب تھے لیکن یہ خدشہ بہرحال موجود تھا کہ اس کی رفتار اور سمت میں فرق پڑ سکتا ہے۔

بہت سی قباحتوں کے بعد فلائٹ نمبر ۱۸۲ پرسن ایئرپورٹ سے سوا آٹھ بجے ایسٹرن ڈے لائٹ ٹائم کے مطابق روانہ ہوئی۔ پرواز ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ لیٹ تھی۔

دوسری طرف میرابل ایئرپورٹ پر جب ۱۸۲ میں منتقل کرنے والا سامان چیک کیا گیا تو ۳ سوٹ کیس مشتبہ ہونے کی بنیاد پر روک لیے گئے لیکن جب انہیں کھول کر تلاشی لی گئی تو ان میں کوئی مشتبہ شے نظر نہ آئی۔ کوئی دھماکہ خیز مواد ان میں موجود نہیں تھا۔ ان سوٹ کیسوں میں جو سب سے زیادہ مشتبہ چیز ہو سکتی تھی وہ بجلی کی ایک استری تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فلائٹ ۱۸۲ یہاں معمول کی کارروائی سے گزری۔ پانچویں انجن کی تھوڑی بہت ری چیکنگ ہوئی اور ۱۰ بجکر ۱۸ منٹ پر مقامی وقت کے مطابق روانہ ہوگئی۔ اب اسے بحراوقیانوس عبور کرنا تھا۔

جیسے جیسے جہاز آئرلینڈ کے ساحلوں کے نزدیک ہو رہا تھا اس پر دن کے سورج کی روشنیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ جب ان لوگوں نے کینیڈا سے اُڑان کی تھی تو تقریباً آدھی رات ہورہی تھی جہاز کا عملہ مسافروں کے لیے ناشتے کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ آئرلینڈ کے شینن ائرپورٹ نے جہاز کی طرف سے معمول کے سگنل وصول کیے۔

فلائٹ نمبر ۱۸۲ اپنے ری فیولنگ سٹیشن لندن سے ایک گھنٹے کی دُوری پر تھی جب جہاز سمندر پر دھماکے سے پھٹ گیا۔ گرین وچ ٹائم کے مطابق ۷ بجکر ۱۴ منٹ پر جہاز میں بم کا دھماکہ ہوا۔ اس وقت ٹورانٹو میں ۳ بجکر ۱۴ منٹ ہورہے تھے۔ دھماکے کے ساتھ ہی جہاز کا برقی نظام تباہ ہوگیا اور جہاز کا رابطہ فضائی کنٹرول سے ٹوٹ گیا۔

سامان کے اگلے حصے میں ہونے والے دھماکے نے کیبن فلور کا فرش اُکھاڑ دیا اور فرش پر جمی کُرسیاں اپنی جگہ سے اُکھڑ گئیں۔ پہلے ہی حلے میں ۱۲ مسافر اپنی جگہ سے قریباً اُڑ کر سامنے دیوار سے جا ٹکرائے۔

۳۱ ہزار فٹ کی بلندی پر اُڑتے جہاز کے لیے سنبھلنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ بے جان پرندے کی طرح جہاز سمندر کی طرف گرنے لگا۔ ڈگمگاتے اور دائیں بائیں لڑھکتے جہاز کے درمیان میں سے دو حصے ہوچکے تھے اور اس خلا میں سے مسافر یخ بستہ فضا میں گرنے لگے۔ سطح سمندر سے قریباً ۵ میل کی اونچائی پر اُڑنے والے جہاز سے جب آکسیجن کا ذخیرہ اچانک ختم ہوا تو بیشتر مسافر اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھے۔

کئی مسافر جہاز کے سمندر میں گرنے سے پہلے ہی مر چکے تھے۔ ایک رپورٹ کے

مطابق مرنے والوں میں کم از کم دس ایسی لاشیں بھی ملیں جو سمندر میں گرنے تک زندہ تھے اور ان کی موت پانی میں ڈوبنے سے واقع ہوئی۔

سبز ہیرے کی طرح چمکنے والا نقطہ جو فلائٹ ۱۸۲ کی صورت شینن کی ریڈار سکرین پر ٹمٹما رہا تھا اچانک ہی اندھیروں میں ڈوب گیا۔ جہاز میں سوار ۳۲۹ مسافر اور جہاز کا عملہ ۱۲۰ میل دُور آئرلینڈ کے مغرب میں سمندر کا رزق بن گئے۔

کینیڈین ایوی ایشن کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جہاز کے اگلے حصے میں ہونے والا دھماکہ اس کی تباہی کا سبب بن گیا۔ چونکہ یہ صرف واقعاتی شہادت سے اخذ کردہ نتیجہ تھا اس لیے سیفٹی بورڈ نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہمیں جہاز کی تباہی کی کوئی دوسری وجہ جاننے سے متعلق کوئی شہادت نہیں مل سکی۔

فلائٹ نمبر ۱۸۲ کی تباہی سے ۵۵ منٹ پہلے ٹوکیو کی ناریٹا ائرپورٹ کی ٹرانزٹ بیگیج بلڈنگ میں ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے دو ورکرز موقع پر ہی مارے گئے۔ دھماکہ اس سامان میں ہوا جو سی پی ائر فلائٹ نمبر ۰۰۳ سے اُتار کر اب ائرانڈیا کی فلائٹ نمبر ۳۰۱ میں جو بنکاک جارہی تھی منتقل کیا جارہا تھا۔

جاپانی ماہرین پوسٹ مارٹم نے بڑی احتیاط سے دھماکے والی جگہ سے مرنے والوں کے جسمانی اعضا اکٹھے کیے۔ لاشوں سے ابھی تک پلاسٹک اور لوہے کے ٹکڑے چمٹے ہوتے تھے۔ دھماکہ خیز مواد ایک سٹیریو ٹیپ میں موجود تھا جو ایک اٹیچی کیس میں بند تھی۔ جاپانی ماہرین نے ٹیپ کا پُرزہ پُرزہ جوڑ کر یہ حیرت انگیز کامیابی بھی حاصل کرلی کہ یہ سٹیریو ٹیپ ریکارڈر سانیو کمپنی کا "ایف ایم ٹی ۱۱۶" ماڈل تھا۔

اندرجیت سنگھ نے سانیو کے اس ماڈل کی ایک ٹیپ وولورتھ سٹور ڈنکن سے ۵ جون کو خریدی تھی لیکن یہ زیادہ دیر اس کے پاس نہیں رہی۔ اندرجیت نے یہ سٹیریو ٹیپ تیسرے گمنام سکھ کو دی تھی۔ یہ وہی شخص تھا جو تلوندر سنگھ اور اندرجیت سنگھ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ساتھ جنگلی علاقے میں گیا اور کار کے باہر کھڑا رہا تھا اور جس کی پہچان آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس والے نہیں کر سکے تھے۔

۶ر نومبر ۱۹۸۵ء کو اندرجیت سنگھ کو آر سی ایم پی نے ڈنکن سے اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ اپنے کام سے چھٹی کر کے گھر واپس جا رہا تھا۔ اس دوران سیکورٹی والوں نے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے خرید کردہ سٹیریو ٹیپ کی رسید جو وولورتھ سٹور سے اندرجیت کے نام بھیجی گئی تھی اپنے قبضے میں لے لی تھی۔

پہلے سات گھنٹے کی تفتیش کے دوران اندرجیت نے آر سی ایم پی والوں کے ہر سوال کا جواب نفی میں دیا۔ اِس دوران اس پر ہر ممکنہ تفتیشی حربہ آزما لیا گیا تھا۔ پہلے مرحلے پر تو اس نے یہ بات ماننے سے ہی انکار کر دیا کہ اس نے ڈنکن کے جنگلی علاقے میں کسی دھماکے کا تجربہ کیا تھا جبکہ اس کے ساتھ پرمار اور ایک گمنام سکھ بھی موجود تھا ـــــــ اندرجیت سنگھ نے یہ ماننے سے بھی انکار کر دیا کہ وہ کسی پرمار نام کے آدمی کو جانتا ہے اس نے یہ بھی شکایت کی کہ اسے آر سی ایم پی والوں کے انگریزی لہجے کی ٹھیک سے سمجھ نہیں آ رہی۔

لیکن ۔ ۔ ۔ ۔

اس نے یہ ماننے سے کبھی انکار نہیں کیا کہ اس نے ایک سٹیریو ٹیپ بھی خریدی تھی۔

اندرجیت کی تفتیش کرنے والے آر سی ایم پی کے دونوں کارپورل ڈاگ ہینڈرسن اور گلین راکول اس سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں کر سکے۔ جس بات کی انھیں تلاش تھی وہ اطلاعات انھیں اندرجیت سے نہیں مل سکیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم صورتِ حال کی سنگینی کو مدِ نظر رکھ کر مجھے ایک ایک بات سچ سچ بتا دو، کچھ چھپانے یا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے علم ہے تم سچ بولنا چاہتے ہو اور مَیں بھی یہاں سچ سُننے آیا ہوں" تفتیش کی ابتدا ہی میں ہینڈرسن نے اسے خبردار کیا۔

ہینڈرسن جس کی ڈیوٹی آر سی ایم پی نے اندرجیت کی تفتیش پر لگائی تھی اس نے

پہلے پہل اندرجیت جیسے ٹیڑھے سکھ کو بڑا آسان لیا۔ اس کے برعکس دیشکودر کے آفیسر راکول کا رویہ بالکل اُلٹ تھا۔

"مسٹر سنگھ! مَیں تمھارے پیچھے بیٹھا ہوں اور مَیں صرف یہ نوٹ کروں گا کہ تم نے کتنے سوالات کے غلط جوابات دیئے ہیں تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ تم ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اگر تم بہت ہوشیار ہو تو کوشش کر دیکھو"۔ اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

آدھی رات تک دونوں اندرجیت سے مغز ماری کرتے رہے لیکن کوئی ڈھنگ کی بات اس کے منہ سے نہ نکلوا سکے۔ بالآخر انھوں نے اندرجیت پر ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور ٹوکیو ائر پورٹ پر ہونے والے دھماکے کی ذمہ داری ڈال دی۔

"اندرجیت! میں بھی اپنے عقیدے کے مطابق خدا کی عبادت کرنے والا انسان ہوں" راکول نے بولنا شروع کیا ۔ ۔ ۔

"مجھے شدت سے اِس بات کا یقین ہے کہ ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی میں یقیناً تمھارا ہاتھ بھی ہے اور تم جاپان میں بھی ایسی ہی تباہی لانے جا رہے تھے۔ ٹوکیو میں ہونے والے دھماکے میں بھی تم ملوث ہو ۔ ۔ ۔ مَیں تم سے کوئی وضاحت طلب نہیں کر رہا مَیں صرف تمھیں مطلع کر رہا ہوں کہ میری سوچ یہ ہے کہ مَیں اِس لیے یہاں موجود ہوں کہ تم سے حقائق کا اقرار کروا سکوں"

ہینڈرسن نے فوراً ہی راکول کے جارحانہ انداز پر اندرجیت سے معذرت کر لی اور اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا کہ وہ اسے سچ سچ بتا دے۔ اندرجیت نے چند لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اچانک ہی اس نے نفی میں جواب دے دیا۔

"نہیں ۔ ۔ ۔ مَیں نے یہ سب کچھ نہیں کیا"

○

دورانِ تفتیش ہینڈرسن اپنے دوسرے ساتھی کو یہی باور کرواتا رہا کہ اندرجیت کو

اس سازش کا علم نہیں تھا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ اس کے ساتھی ائر انڈیا کا جہاز تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندرجیت سے یہی امید کر رہا تھا کہ اس کی مدد سے کم ازکم وہ اس سازش کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ اندرجیت کے بالکل نزدیک ایک اور سٹول پر بیٹھ گیا اور اپنا منہ اس کے کان کے نزدیک لے جا کر کہا۔

"ان لوگوں نے تباہی کا ایک گھناؤنا منصوبہ تیار کیا تھا۔ انھیں اس سلسلے میں رہنمائی درکار تھی۔ وہ کسی کی معاونت چاہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ممکن ہے تمھیں اس بات کا علم نہ رہا ہو کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ لوگ کیا کرنے جا رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن وہ تمھاری مدد چاہتے تھے اور تم نے ان کی مدد کی۔ تم ۔ ۔ ۔ تم نے ان کی معاونت کی اور ان کی مدد کر کے تم بے گناہ لوگوں کی موت میں معاونت کے مرتکب ہو گئے ہو۔ ۔ ۔ ۔"

اندرجیت چند لمحے ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھتا رہا اس نے قریباً چلاتے ہوئے کہا۔

"مَیں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی، نہیں کی، مَیں نے مسافروں کو قتل کرنے میں کوئی حصّہ نہیں لیا ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے ایسا گھناؤنا قدم اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

جس وقت اندرجیت کی تفتیش ہو رہی تھی عین ان لمحات میں آر سی ایم پی کے افسران کی ایک ٹیم چھاپہ مار چکی تھی۔ انھوں نے اندرجیت کے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ اور وہاں سے دھماکہ خیز مواد اور بارود کی ٹیوبیں برآمد کر لیں۔

جب اندرجیت کو اس کے متعلق بتایا گیا تو اس نے کہا کہ پستول بازی اس کا شوق ہے اور متعلقہ ڈائنامائیٹ بھی اسی شوق کا حصّہ ہے۔

یوں بھی اس آئی لینڈ میں جہاں وہ رہتا ہے بارود کی سلاخیں اپنے پاس رکھنا کچھ ایسا معیوب نہیں سمجھا جاتا لیکن وہ ڈنکن کے ایک اور رہائشی کیتھ سلیڈ کے اس الزام کا کوئی جواب نہ دے سکا جو اس نے اندرجیت پر لگایا تھا۔ سلیڈ نے آر سی ایم پی کو بتایا کہ مئی ۸۵ء کے آخری ہفتے میں اندرجیت نے اس سے ڈائنامیٹ کی آٹھ سلاخیں

خریدی تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں دھماکہ خیز بلاسٹنگ کیپ اس سے سوا تھے۔ کیا یہ وہی ڈائنامائیٹ تھا جس کا اندرجیت اور اس کے ساتھی پرمار نے جنگل میں تجربہ کیا تھا اور ان کا تیسرا ساتھی باہر ہی ان کا منتظر کھڑا رہا۔

اندرجیت بضد تھا کہ ۴ جون کو اس نے دھماکہ خیز مواد کا کوئی تجربہ نہیں کیا۔ بڑی ردّوقدح کے بعد وہ یہ بات ماننے پر تیار ہوا کہ وہ پرمار کے لیے ایک دھماکہ خیز آلہ تیار کرنے جا رہا تھا اور یہ تجربہ بھی اسی سلسلے کی کڑی تھا۔ اندرجیت نے بتایا کہ پرمار کوئی ایسا دھماکہ خیز آلہ تیار کروانا چاہتا تھا جس کے اثرات بڑے تباہ کُن ہوں وہ یہ ہتھیار پنجاب میں سرگرم اپنے خالصتان نواز گوریلوں کو بھیجنے کا خواہش مند تھا۔ پرمار کوئی ایسا دھماکہ خیز آلہ تیار کروانا چاہتا تھا جس کی مدد سے کسی پل، گاڑی یا بلڈنگ کو دھماکے سے بھارت میں تباہ کیا جا سکے اور اس دھماکہ خیز آلے کو ریموٹ کے ذریعے کنٹرول کیا جائے اس نے اندرجیت سے اسی نوعیت کی کوئی چیز بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس ضمن میں ان لوگوں نے بیٹری اور گن پاؤڈر کی مدد سے تجربہ کرنا چاہا جو ناکام رہا اور ایک مرحلے پر جب اس نے دو تاروں کو آپس میں ملایا تو بیٹری بھی دھماکے سے تباہ ہو گئی۔ جس کی آواز سیکورٹی والوں نے سُن لی۔

اندرجیت نے بتایا کہ اس ناکام تجربے سے پرمار جھلا اُٹھا اور اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار بھی کیا تھا۔

"مَیں نے اس کے لیے کوئی شے بنانے کی ہامی بھری۔ تجربہ ناکام رہا مَیں تیار نہ کر سکا۔ اب میری جان چھوڑو۔ مَیں نے پرمار کو کہہ دیا تھا۔"

یہ وہ اقبالی بیان نہیں تھا جو آر سی ایم پی کو درکار تھا۔ یہ تو اندرجیت کی طرف سے معمول کی وضاحت تھی جس کے ذریعے وہ اپنے تفتیش کُنندگان کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ انھیں تو ٹھوس ثبوت درکار تھا جس کو عدالت اور دُنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ اس ضمن میں پولیس حکام نے تین مرتبہ اندرجیت کے ہمراہ "تجربہ گاہ" کا دورہ کیا لیکن وہ کوئی ثبوت اس جنگل سے تلاش نہ کر سکے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا کہ یہاں کوئی دھماکہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا گیا تھا یا پھر کسی دھماکہ خیز مواد کا تجربہ کیا گیا ہے۔

حیرت کی بات تھی نہ تو وہاں جلی ہوئی گھاس تھی نہ ہی کوئی جلا ہوا درخت تھا۔ پولیس کے وہ تربیت یافتہ کتے جنھیں خاص طور سے بارود کی بُو سونگھنے کی تربیت دی جاتی ہے وہ بھی پولیس کے لیے کوئی ثبوت تلاش کرنے سے قاصر رہے۔

○

جہاز کی تباہی کے بعد نو دن بعد تک تفتیشی افسران کوئی معمولی سا ثبوت بھی یہاں سے حاصل نہ کر سکے۔ اتفاق سے دسویں دن ان کے ہاتھ ایک بہت ہی معمولی ثبوت آ گیا۔ یہ جلے ہوئے کپ ایک ٹکڑا تھا جو دھماکے میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس پر بھی انھوں نے سجدہ شکر گزارا لیکن اندرجیت نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس نے کوئی اس نوعیت کا تجربہ کیا تھا جس میں ایسے کپ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس تفتیش کے بعد پولیس نے پرمار اور اندرجیت پر دو الزامات عائد کیے ایک الزام دھماکہ خیز مواد رکھنے کا تھا اور دوسرا اس مواد کے ذریعے پبلک پراپرٹی کو نقصان پہنچانے کا تجربہ کرنا۔

یہ الزامات جنگلی علاقے میں ان کے تجربے کے حوالے سے لگائے گئے تھے لیکن جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے اس میں ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے یا نارٹیا ائرپورٹ پر دھماکے میں ملوث ہونے کے الزامات شامل نہیں تھے۔ جہاں تک ان دونوں معاملات کا تعلق ہے آر سی ایم پی ان کے خلاف کوئی بھی ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہی جس کے بغیر اس الزام کی حیثیت محض الزام سے زیادہ اور کچھ نہ رہ جاتی۔

سرکاری وکیل بارودی چھڑیوں کی خریداری کے معاملے کو عدالت میں زیر بحث نہیں لا سکا۔ تلوندر سنگھ پرمار کے خلاف لگائے گئے الزامات حکومت کو واپس لینے پڑے جبکہ اندرجیت کے خلاف غیر قانونی ہتھیار رکھنے اور غیر قانونی دھماکے کا تجربہ کرنے کے الزامات عائد کیے گئے جسے عدالت کی طرف سے ۲ ہزار ڈالر جرمانہ کیا گیا۔ بعد میں آر سی ایم پی نے پرمار کے ٹیلیفون کی ریکارڈنگ سے یہ ثبوت بھی حاصل کر لیا کہ یہ جرمانہ

اندرجیت کی طرف سے ببر خالصہ نے ادا کیا تھا۔

اس سب کچھ کے باوجود آر سی ایم پی نے اپنی تفتیش جاری رکھی خصوصاً اندرجیت پر انھوں نے کڑی نظر رکھی اور اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے تفتیش کنندگان کے لیے دو الزامات اس پر عائد کرنا بڑا دشوار تھا۔ خاص طور سے نومبر میں اندرجیت کی تفتیش کرتے ہوئے وہ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔ تفتیشی افسر جانتے تھے کہ اندرجیت ایک سٹیریو کلاک بنانے میں دلچسپی لے رہا تھا۔

لیری ڈیلر جو فیکٹری ساؤنڈ ڈکٹوریہ میں کام کرتا تھا نے پولیس کو بتایا کہ اندرجیت نے اس کے سٹور سے یکم جون ۸۵ء کو سٹیریو کلاک خریدا لیکن کچھ عرصہ بعد یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ وہ اس سٹیریو کلاک کی کارکردگی سے مطمئن نہیں۔ آٹو میرین الیکٹرک سٹور برن بے کے ایک مکینک ریمونڈ داؤنڈ آؤٹ نے پولیس کو بتایا کہ ۲۲ جون ۸۵ء کو اندرجیت نے ان کے سٹور سے ۱۲ وولٹ کی دو بیٹریاں خریدی تھیں۔

یہ وہی دن ہے جس روز سی پی ائر لائن کے دو جہازوں میں وینکوور میں بم رکھے گئے تھے۔ ۸۶ء کے موسم گرما میں اندرجیت ڈنکن کینیڈا سے انگلینڈ کی ایک کاؤنٹی میں منتقل ہو گیا جہاں اس نے جیگوار آٹو موبائل فیکٹری میں ملازمت کر لی۔

○

۵ فروری ۸۸ء کو دوبارہ اسے برٹش کانسٹیبلری نے گرفتار کر لیا اور اسے بتایا گیا کہ آر سی ایم پی نے اس پر الزام لگایا ہے کہ نارٹیا ائرپورٹ پر ہونے والا دھماکہ جس میں دو کارکن مارے گئے تھے اسی کی کارستانی ہے۔ اس مرتبہ بھی اسی پر ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی کا الزام لگایا گیا۔ ولیم رائنسز مجسٹریٹ نے اس کے خلاف پراسیکیوٹر کی طرف سے پیش کردہ کیس پر عدم اطمینانی ظاہر کی اور اپنے پہلے فیصلے میں یہی کہا کہ کیس کمزور ہے لیکن اگست ۸۸ء میں بالآخر برطانوی عدالت عالیہ نے حکم دیا کہ اندرجیت

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو کینیڈا پولیس کے حوالے کر دیا جاتے جہاں وہ اپنے خلاف مقدمات کا سامنا کر سکے۔ اِس فیصلے کے خلاف اندر جیت نے اپیل کی جو جنوری ۸۹ء کو نامنظور ہو گئی اور بالآخر وہ دوبارہ کینیڈین پولیس کی حراست میں پہنچ گیا۔

یہ بظاہر بہت بڑا قدم تھا جو کینیڈین پولیس نے اُٹھایا۔ کسی شخص کے خلاف محض اِس الزام کی تصدیق سے کہ اس نے ایک جنگلی علاقے میں دھماکہ خیز مواد کا تجربہ کیا، یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ وہی ایک جہاز کی تباہی اور ناریٹا ائر پورٹ پر دھماکے میں ملوث ہے قرینِ انصاف نہیں۔ آر سی ایم پی کے افسران کے پاس اپنے آفیسر راک ویل کی اس تصدیق کا کوئی جواز موجود نہیں تھا کہ اندر جیت نے ایک طاقتور بم سائیو کے سٹیریو ٹیونر میں نصب کیا اور اسے تیسرے آدمی کے حوالے کر دیا۔ یہ وہ رپورٹ تھی جو راک ویل نے اندر جیت کی تفتیش کے بعد لکھی تھی۔ اندر جیت نے آر سی ایم پی کو بتایا کہ بے شک تیسرے آدمی نے ایک ہفتے تک اس کے گھر قیام کیا اور اندر جیت نے اسے تربیت بھی دی۔ اس نے کہا مَیں اِس الزام سے انکار نہیں کرتا۔

تیسرے آدمی کی پہچان اس نے سرجیت سنگھ کے نام سے کی تھی اور بتایا کہ ۲۵ سالہ یہ نوجوان بھارت میں ٹیچر تھا اور اب کچھ عرصے سے وہ یہاں کینیڈا میں رہائش پذیر ہے۔ یہ باتیں بھی اس نے اپنے اندازے سے بتائی ہیں۔ اس شخص کے متعلق اس کی معلومات غلط بھی ہو سکتی تھیں۔

اندر جیت کی تیسرے آدمی کے متعلق معلومات کو بھی ایسی ہی معلومات پر منطبق کیا جا سکتا تھا۔ جیسی کہ اُس ٹیلیفون نمبر سے متعلق تھیں جو سی پی ائر لائن پر ٹکٹ بک کروانے والے نے وینکوور میں چھوڑا تھا۔ تفتیشی افسران کا خیال تھا کہ جس طرح ان کو گمراہ کرنے کے لیے ٹیلیفون نمبر غلط اور ایک دوسرے سے متضاد لکھائے گئے تھے اسی طرح اندر جیت نے بھی تفتیش کو غلط رُخ پر موڑنے اور ائر انڈیا کو تباہ کرنے والے کی حقیقی شناخت چھپانے کے لیے "تیسرے آدمی" کا ڈرامہ رچایا ہے۔

نومبر ۸۵ء کی تفتیش کے دوران آر سی ایم پی نے یہی نتائج اخذ کیے تھے کہ اندر جیت حالات سے بے خبر ہونے کا ڈرامہ رچا کر دراصل خود کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اپنی تفتیش سے مایوس ہینڈرسن اور راک ویل نے بالآخر اندر جیت کے سچ جھوٹ کا نتارا کرنے کے لیے اسے جھوٹ پکڑنے والی مشین (پولی گراف) کے ٹسٹ سے گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے سچ نہ بولنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

مایوس تفتیشی افسران نے اس سے کہا جب وہ لوگ اندر جیت کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وینکوور لے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے جہاں اسے پولی گراف ٹسٹ سے گزارنے کا فیصلہ ہوا تھا۔

"مَیں جو کچھ جانتا تھا تمھیں بتا دیا۔ مَیں نے تمھیں سچ سچ بتا دیا ہے اب تمھاری مرضی جو جی چاہے کرتے پھرو۔"

اندر جیت نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔

---

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"را" کی بھیانک سازش

سی ایس آئی ایس کے ایجنٹ جو ٹورانٹو اور وینکوور میں سرگرم عمل تھے ان کی حالت میدان جنگ میں کسی بھی حملے کے منتظر سپاہیوں جیسی ہو گئی تھی ۔ ۲۳ جون ۸۵ء کو اتوار کا دن تھا لیکن ان لوگوں کی چھٹیاں منسوخ کر کے انھیں ہنگامی حالت میں رکھا گیا تھا۔ حالانکہ دربار صاحب پر حملے کی سالگرہ کا دن بخیر و عافیت گزر جانے کے بعد وہ خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔

اتوار کا وہ ناقابلِ فراموش دن سی ایس آئی ایس کے ایجنٹس بٹ ادسن اور فرڈ گبسن کی یادداشت میں اب تک گزرے ہوئے کل کی طرح موجود ہے ان کا کہنا ہے۔

سی ایس آئی ایس کے دفتر میں اس روز کوئی خاص ہنگامہ آرائی دیکھنے میں نہیں آرہی تھی کیونکہ آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ بخیر و عافیت گزرنے پر ہم خاصے مطمئن تھے ہمارے اذہان پر ایک عجیب سا دباؤ تھا۔ آپ اسے تناؤ سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں دن یہ دن گزرتا جا رہا تھا لیکن ابھی تک کوئی خاص سرگرمی سکھوں کی طرف سے ہمارے نوٹس میں نہیں آرہی تھی۔

کیا سی ایس آئی ایس والوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب سب اچھا ہے؟

کیا مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی اطلاعات کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھا گیا؟

کیا کوئی اطلاع ان تک پہنچ نہیں سکی یا پھر ان لوگوں نے ایسی اطلاعات اور

بھارتی حکومت کی طرف سے مسلسل یاددہانیوں کا نوٹس نہیں لیا؟

اس ضمن میں سی ایس آئی ایس نے اپنے آپریشن کی وضاحت کی ہے۔

"ہمیں جو اطلاعات ملیں وہ سب کمپیوٹر کو منتقل کی گئیں" ادسن بتاتا ہے۔

"اتوار کے روز ہمارے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ ائر انڈیا کے جہاز کو واقعی تباہی کا خطرہ لاحق ہے اور عین ممکن ہے کہ اسے دھماکے سے تباہ کر دیا جائے ہم سرگرم عمل تھے۔ ہم نے حالات پر نظر رکھی۔"

اس کے باوجود آخر سی ایس آئی ایس نے بھارتی حکومت کی اطلاعات کو نظر انداز کیوں کیا؟ اور یہ "حادثہ" کیسے گزرا؟

ادسن کہتا ہے۔

"ہمیں بھارتی حکومت کی طرف سے گزشتہ طویل عرصے سے بے بنیاد اور من گھڑت اطلاعات مل رہی تھیں ان کے تمام اندازے اور رپورٹیں غلط ثابت ہو رہی تھیں، ممکن ہے ہمارے ایجنٹوں کے لاشعور میں یہ بات رہی ہو اور انھوں نے اس معاملے کو بھی زیادہ سیریس نہیں لیا۔"

درحقیقت اس معاملے پر سی ایس آئی ایس اور آر سی ایم پی میں معاصرانہ چشمک اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اس نے ایک طرح مخالفت کا روپ دھار لیا۔ دونوں ایک دوسرے کی تفتیش سے نامطمئن تھے اور دونوں پرمار اور اندرجیت کی دُم سے چمٹے رہے۔ اب یہ ایجنسیاں محسوس کرتی ہیں کہ دراصل پرمار اور اندرجیت نے انھیں مصروف اور الجھائے رکھنے کے لیے ہی یہ سارا گھڑاگ پھیلایا تھا بات کچھ بھی رہی ہو لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دونوں ایجنسیوں کی معاصرانہ چشمک اور ایک دوسرے کے ساتھ پیشہ وارانہ مخاصمت کی وجہ سے وہ اس قابل نہ رہے کہ مل کر کوئی بہتر لائحہ عمل اختیار کرتے اور کامیاب رہتے۔

یہ دونوں ایجنسیوں کی آپس کی مخاصمت ہی تھی جس نے انھیں اس قابل نہیں رہنے دیا کہ وہ ملزمان کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر کے انھیں عدالت کے سامنے پیش کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سکتے ۔آر سی ایم پی کی ایک ٹیم پرمار اور ببر خالصہ کے خلاف کیس کی تیاری کی ذمّہ دار ہے۔ان لوگوں کے پاس دو دلیلیں ایسی تھیں جن کی بنیاد پر وہ کیس تیار کر رہے تھے ایک تو یہ کہ پرمار اور اندر جیت نے مل کر جنگلی علاقے میں دھماکہ کیا اور دوسرا یہ ثبوت کہ اندر جیت نے ڈائنامائیٹ کی چھڑیاں اور سٹریو ٹیوٹرز خریدا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ٹوکیو ائرپورٹ پر ہونے والے دھماکے کی ذمّہ داری اندر جیت پر یہ ڈالی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود پھر دونوں ایجنسیوں نے اکٹھے ہو کر تفتیش کرنی شروع کی وہ عدالت کے سامنے ایسے شواہد پیش کرنے سے قاصر رہے جس کی بنا پر دونوں کو مجرم ٹھہرایا جاسکتا۔

O

آر سی ایم پی پر زبردست سیاسی دباؤ تھا کہ وہ جلد از جلد اس کیس کو ختم کرے دہلی کی طرف سے آتے روز احتجاجی مراسلوں کی بھرمار نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ خصوصاً جہاز کی تباہی کے بعد سے بھارتی بضد تھے کہ اس ضمن میں ہونے والی انکوائری سے انہیں باخبر رکھا جائے۔ اب صورت حال ایسی ہوگئی تھی کہ بھارت کی فرمائشوں پہ کینیڈین وزارت خارجہ قانونی راہنمائی کے لیے مرکزی سولیسٹر جنرل کی طرف دیکھتی تھی، اور سولیسٹر جنرل آر سی ایم پی کے کمشنر کی جان کو آیا رہتا تھا۔

ہٹ اولسن اور فریڈ گبسن کو آج بھی وہ بحرانی دور یاد ہے جب مرکزی سولیسٹر جنرل کے آفس کی طرف سے آر سی ایم پی کمشنر رابرٹ سائمنڈز پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا ہر نئے حکم کے ساتھ اس پر فوراً اور سختی سے عمل درآمد کی ہدایت کی جاتی تھی۔آر سی ایم پی کے ایجنٹوں کو بتایا جا رہا تھا کہ بھارت کی طرف سے کینیڈین وزارت خارجہ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ کینیڈا حکومت جان بوجھ کر ائر انڈیا کی تباہی میں ملوث سکھوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا رہی اور اس مسئلے کی آڑ میں کینیڈا کی بدنامی ہو رہی ہے۔

اصل میں یہی وہ دباؤ تھا جس نے آر سی ایم پی کے لوگوں کو اس حد تک جانے

پر مجبور کر دیا کہ ثبوت جائیں جہنم میں ملزمان کے وارنٹ جاری کر کے کم از کم بھارتی حکومت کو مطمئن کر دیا جائے۔

ٹاسک فورس نے نومبر ۸۵ء میں کیس تیار کر کے پرمار اور اندر جیت کے خلاف عدالت میں کیس پیش کر دیا جس میں ان پر دھماکہ کرنے کے الزامات لگائے گئے تھے جب دنیا میں ٹیلی ویژن کی سکرینوں پر عوام الناس نے دونوں ببر خالصہ کے ممبران کو ڈنکن کی برفیلی سڑکوں پر عدالت میں پیش ہوتے دیکھا تو یہی سمجھا جانے لگا کہ ائر انڈیا کی تباہی والا معمہ حل ہو گیا۔لیکن یہ سچائی نہیں تھی۔

اس کا اقرار برٹش کولمبیا کے پراسیکیوٹر نے عدالت عالیہ میں کیا۔اس نے اقرار کیا کہ پرمار اور اندر جیت پر لگائے گئے الزامات کی تصدیق نہ تو دوران تفتیش ہو سکی ہے اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت عدالت کے سامنے پیش کیا جاسکا کہ یہ دونوں سکھ ائر انڈیا اور ناریٹا ائرپورٹ میں دھماکے والے واقعات میں ملوث ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آر سی ایم پی کو اس مقصد میں مکمل ناکامی ہوگئی تھی اور ایک اندازے کے مطابق اس آپریشن پر کینیڈا حکومت کا ۶۰ ملین ڈالر خرچ اٹھ گیا۔کہا جاتا ہے کہ سی ایس آئی ایس نے اس گرفتاری کی زبردست مخالفت کی تھی وہ لوگ ان دونوں کو نامکمل ثبوت اور محض بھارتی حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرنے کے مخالف تھے۔

اس طرح ان کے خیال میں نہ صرف یہ کہ کیس کمزور ہو جاتا بلکہ اس کے بعد پھر مزید شواہد کا حصول بھی دشوار ہوتا۔سی ایس آئی ایس کو یقین تھا کہ ان حادثات کے پیچھے بڑی گہری پلاننگ موجود ہے۔جس کے ڈانڈے بہت دور کہیں جا کر ملیں گے۔ صرف یہ دونوں آدمی اتنا بڑا مجرمانہ فعل انجام نہیں دے سکتے تھے۔

سی ایس آئی ایس کے لوگ دراصل اس سازش کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے اور انہیں آر سی ایم پی کے رویے سے بہت مایوسی ہوتی۔جو صرف جنگلی علاقے میں کیے جانے والے ایک معمولی دھماکے کو بنیاد بنا کر ملزموں پر ہاتھ ڈال رہی تھی جس وقت

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آرسی ایم پی کے لوگ بڑے جوش وخروش سے اس مقدمے کو عدالت میں پیش کرنے کی تیاریاں کرکے اپنی دانست میں کھیل ختم ہوچکے تھے۔ ان لمحات میں سی ایس آئی ایس نے کھیل کا آغاز کیا تھا۔ وہ اس معمولی واقعے سے بہت آگے سوچ رہے تھے اور ان کی طرف سے مشترکہ ٹاسک فورس جو اسی سلسلے میں بنائی گئی تھی کو رپورٹ بھی پیش کی گئی لیکن کوئی ان کی باتوں پر کان دھرنے کو ہی تیار نہیں تھا۔

آرسی ایم پی نے ان امیدوں پر ابتدا ہی میں اوس ڈال دی تھی۔ سی ایس آئی ایس کے ایجنٹوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد، بہرحال یہ اہم سراغ پالیا تھا کہ جہاز کی تباہی میں بھارتی انٹیلی جنس ملوث ہے اور بھارتی انٹیلی جنس نے بڑی ہوشیاری سے اس کھیل میں اپنا رول ادا کیا ہے۔ جب انھوں نے اس لائن پر سوچنا اور کام کرنا شروع کیا تو ایسے اہم ثبوت سامنے آتے چلے گئے جن سے ان کے شک کو تقویت ملنے لگی۔

بھارتی انٹیلی جنس کے خلاف سی ایس آئی ایس کا کیس حالات کی پیداوار تھا۔ سی ایس آئی ایس کی ہائی کمان نے یہ باور کرلیا تھا کہ بھارتی انٹیلی جنس اس گھناؤنے کھیل میں ملوث ہے اور اب وہ اپنے ڈائریکٹر ٹیڈفن کو اس بات پر رضامند کررہے تھے کہ خواہ کینیڈین وزارت خارجہ کی ناراضگی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے انھیں اس مرحلے پر روکا نہ جائے اور حقائق کو سامنے لانے میں ان کی کوششیں سبوتاژ نہیں ہونی چاہئیں۔

یہ خطرہ اپنی جگہ موجود تھا کہ اگر اس ایشو کو اچھالا گیا تو بھارت اور کینیڈا کے درمیان پہلے سے موجود تناؤ حکومتی سطح پر اتنا زیادہ بڑھ جائے گا کہ دونوں ممالک کے آپس میں تعلقات متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہوجائے گا۔

نومبر ۸۵ء میں جب آرسی ایم پی کے لوگ گرفتاری اور تفتیش میں سرگرم تھے۔

وینکوور میں سی ایس آئی ایس کے افسران نے کینیڈا میں سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے ضمن میں محکمانہ بحث کا آغاز کر رکھا تھا اور وہ لوگ ان سکھوں کی فہرستیں زیر بحث لا رہے تھے جو یہاں ہنگامہ آرائی کے ذمہ دار تھے۔

سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے پس پردہ عوامل کی جو لسٹ انھوں نے تیار کی تھی اسی میں سر فہرست جی او آئی یعنی گورنمنٹ آف انڈیا کا نام تھا جس کے سامنے بریکٹ میں سیکرٹ سروسز بیورو، سی بی آئی، "را" اور "تھرڈ ایجنسی" کے نام شامل تھے۔ اور جی او آئی کے نیچے ان سکھوں کے نام کی فہرست تھی جو بھارتی حکومت کے تنخواہ دار ایجنٹ تھے اور یہاں کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنس کی مذموم کارروائیوں کو بڑھاوا دے رہے تھے۔ ان میں وہ تنخواہ دار ایجنٹ بھی شامل تھے جو بظاہر خالصتانی سکھ تھے لیکن اندرون خانہ بھارتی انٹیلی جنس کی ملازمت کررہے تھے اور ان کا مشن سکھوں میں بے چینی پیدا کرکے انھیں تشدد آمیز کارروائیوں پر اُبھارنا تھا۔

اس کے ساتھ ببر خالصہ کے سپورٹرز کی لسٹ منسلک تھی جن میں سے بیشتر پر دونوں دھماکوں میں ملوث ہونے کا شک کیا جارہا تھا۔ سی ایس آئی ایس والوں کی آبزرویشن یہ تھی کہ آرسی ایم پی کی تفتیش کا معیار بہت سطحی تھا اور وہ محض دو سکھوں کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑے رہے جبکہ اصل معاملات اور پس پردہ محرکات پر ان کی نظریں نہیں جاسکیں۔

ائر انڈیا کی تباہی پر تحقیقات کے ضمن میں قائم ٹاسک فورس میں فورس کے سی ایس آئی ایس کے ایک آفیسر نے اعلیٰ سطحی محکمانہ میٹنگ میں کہا۔! "اگر آپ لوگ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد اس سازش کو بے نقاب کرکے ملزمان کو گرفتار کیا جائے تو اپنی ویگنیں کے ساتھ انڈین ہائی کمیشن انڈین قونصلیٹ ٹورانٹو اور وینکوور پہ دھاوا بول دیجئے اور وہاں موجود تمام لوگوں کو اپنی ویگنوں میں لاد کر لے آئیے۔ ان سے الگ الگ سوال جواب کیے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ ملزمان گرفتار ہوجائیں گے۔ اس بات کا بھارتیوں کو بھی علم ہے کہ ہم جانتے ہیں اس تباہی میں بھارتی انٹیلی جنس ملوث ہے۔ اپنے ملوث ہونے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے متعلق تو ظاہر ہے بھارتی کسی شک میں مبتلا نہیں ہیں۔"

سی ایس آئی ایس کی طرف سے اس جی او آئی کنکشن کی حمایت میں آر سی ایم پی کا ایک سینئر آفیسر بھی تھا۔ دینکوور کے اس آر سی ایم پی آفیسر کو جو ٹاسک فورس میں شامل تھا حکم دیا گیا تھا کہ وہ بھارتی حکومت کے اس تباہی میں کردار پر تفتیش کرے۔ اس آفیسر نے ایسے شواہد تلاش کر لیے تھے جو اس تباہی کے پس پردہ کچھ اور ہی کہانی سُنا رہے تھے۔ ابھی اس کا کام جاری تھا کہ آر سی ایم پی نے نومبر آپریشن کا ڈول ڈال کر سارا کھیل بگاڑ دیا۔

اس دوران سی ایس آئی ایس کے ایجنٹوں نے اپنی سرتوڑ کوششیں جاری رکھیں اور اس بات کا ثبوت حاصل کر لیا کہ ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور ناریٹا ائر پورٹ کے دھماکے میں بھارتی انٹیلی جنس ملوث ہے۔ اس سلسلے میں پہلی مرتبہ اخبار کی ایک خبر کے ذریعے سی ایس آئی ایس کے ایک آفیسر کی طرف سے بیان سامنے آیا جو بقول پٹ ادسن ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

ہوا یوں کہ کینیڈا کے موقر روزنامہ "گلوب اینڈ میل" نے ائر انڈیا کے اس حادثے کے اگلے ہی روز فرنٹ پیج پر سٹوری شائع کی جس کی سُرخی تھی۔

کینیڈین پولیس کو ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور ناریٹا ائر پورٹ پر دھماکے کے سلسلے میں دو پُراسرار آدمیوں کی تلاش ہے میں انکشاف ہوا کہ اخبار کو یہ خبر ٹورانٹو میں بھارتی قونصل جنرل سریندر ملک کے ذریعے ملی تھی۔

سریندر ملک جو متعلقہ رپورٹر کا دوست تھا نے گلوب اینڈ میل کے رپورٹر کو فون پر اطلاع دی کہ ایف بی آئی امریکہ کو مسٹر راجیو گاندھی کے دورہ امریکہ کے دوران قتل کرنے کی سازش میں ملوث جن دو سکھوں امندر سنگھ اور ایل سنگھ کی تلاش ہے۔ یہی دونوں اس دھماکے کے سلسلے میں بھی مطلوب ہیں اگر سی پی ائر کمپیوٹر کا ریکارڈ چیک کیا جاتے تو پتا بھی ہو جاتے گا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے اور سریندر ملک کوئی بڑ نہیں ہانک رہا۔

سی ایس آئی ایس کے ایک تجزیہ نگار نے جس کے ذمے گلوب اینڈ میل کی اس خبر کا تجزیہ کرنے اور حقائق کا پتہ چلانے کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ جب صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو بعض انکشافات نے تو اسے گڑبڑا کر ہی رکھ دیا، اس کے ذہن میں خبر کی تحقیق کے بعد جو سوالات پیدا ہوتے وہ کچھ یوں تھے۔

اخبار کو یہ خبر حادثے کے ۱۶ گھنٹے بعد بھارتی قونصل جنرل نے دی تھی جب کہ کینیڈین پولیس جس نے سی پی ائر لائن کے کمپیوٹر ریکارڈ چیک کیے تھے اس کو بھی پسنجر لسٹ سے یہ خبر اس کے بعد ملی تھی کہ مسافروں میں ایل سنگھ کا نام شامل ہے۔

ایجنٹ کے ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر کینیڈین پولیس سے بھی پہلے قونصل جنرل سریندر ملک کو کیسے اس بات کا علم ہو گیا کہ ایل سنگھ پولیس کو مطلوب ہو گا؟

اگر اس نے ائر انڈیا کے کمپیوٹر سے یہ نام حاصل کیا ہے کیونکہ دونوں ائر لائنوں کے مشترکہ مسافروں کے کمپیوٹر ریکارڈ انٹر لنک تھے تب بھی اس نے ایل سنگھ کا نام ہی کیوں لیا؟ جبکہ ائر انڈیا کی لسٹ میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سنگھ شامل تھے جنھوں نے سی پی ائر کی اس فلائٹ سے ائر انڈیا کی تباہ ہونے والی فلائٹ پر سفر کرنا تھا۔ اس آفیسر کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ اس بات کا پتہ لگائے آخر سریندر ملک دونوں دھماکوں سے متعلق پولیس سے بھی زیادہ معلومات کیسے رکھتا ہے؟

مضمون نگار نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی معلومات کا ذریعہ بھارتی انٹیلی جنس نیٹ ورک ہے جس نے بم کے دھماکے کے سلسلے میں اختیار کردہ طریق کار کو بنیاد بنا کر تحقیق کی اور فوراً اس بات کا اندازہ لگا لیا کہ اس کے پس پردہ کس کا ہاتھ ہے؟

سریندر ملک کا کہنا تھا کہ جب ایک مشتبہ نے جاپان کے لیے بکنگ کروائی۔ تو دوسرے نے ٹورنٹو سے براہِ راست نیتے کے لیے بکنگ کروائی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں نے اپنا سامان جہازوں میں منتقل کیا لیکن وہ خود جہاز میں سوار نہیں ہوتے۔ اس طرح سریندر ملک نے دوہری تباہی کے منصوبے کا انکشاف کیا تھا اور جو نتیجہ اس نے محض چند گھنٹے میں نکال لیا تھا۔ آر سی ایم پی کے لوگوں نے بعینہٖ نتائج اخذ کیے تھے لیکن کئی دنوں کی مسلسل سر کھپائی اور دن رات کی محنت کے بعد۔۔۔!

یہ سوال بار بار ان کے ذہن کو کچوکے دے رہا تھا کہ آخر اس بات کا علم فوراً ہی سریندر ملک کو کیسے ہو گیا؟

سریندر ملک کی طرف سے "گلوب اینڈ میل" کو اطلاعات فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس نے جہاز میں بم رکھنے والے سکھ دہشت گردوں کی نشاندہی کا سلسلہ جاری رکھا۔ ائرانڈیا کے جہاز کی تباہی کے چھ دن بعد اس کے حوالے سے ایک اور خبر "گلوب اینڈ میل" میں اس سرخی کے ساتھ شائع ہوئی۔

"ائرانڈیا کے پائلٹ کی طرف سے پارسل بم کی اطلاع"

اس خبر میں بتایا گیا تھا کہ ائرانڈیا کے جہاز میں سکھوں نے کاک پٹ بم پہنچا دیا تھا۔ لیکن بروقت انکشاف سے مصیبت ٹل گئی۔ اس سلسلے میں گو کہ اس نے کسی کا نام نہیں لیا لیکن اس کا اشارہ "انہاس" نامی رسالے کے ایڈیٹر جگدیو بجر کے بھائی بلبیر سنگھ بجر کی طرف تھا۔ جو ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کی نام نہاد حکومت کا ایک متحرک عہدیدار تھا۔ اس خبر میں دعویٰ کیا گیا کہ بجر نے جہاز کے "کو پائلٹ" کے ذریعے جو ایک سکھ تھا۔ جہاز کے کاک پٹ میں بم پہنچایا تھا۔ یہ ایک خودکشی مشن تھا اور اس سکھ پائلٹ نے بھی جہاز کے ساتھ ہی تباہ ہو جانا تھا۔

آر سی ایم پی نے خبر کے مندرجات کے مطابق تفتیش کی اور وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ بھی بھارتی سفارت خانے کی طرف سے معمول کا ایک جھوٹ تھا جس کا مقصد ہمیشہ کی طرح تحقیقات کو غلط رُخ پر موڑنا تھا۔

بات صرف اتنی تھی کہ بجر اور جہاز کے کو پائلٹ ایس ایس بھنڈر نے فلائٹ والی رات سے ایک دن پہلے ٹورنٹو کے رائل پارک ہوٹل میں اکٹھے ڈنر کیا تھا۔ اسی ہوٹل میں ائرانڈیا

کے کریو قیام پذیر تھے۔ دونوں سکھ اپنے بھارت میں موجود ایک مشترکہ دوست کے ذریعے ایک دوسرے سے متعارف ہوتے تھے۔ اور ان کی یہ ملاقات بھی اسی دوستی کے حوالے سے تھی۔ اس درمیان کوئی "ڈیل" ان کے درمیان طے نہیں پائی۔

تباہ شدہ جہاز سے جو "بلیک باکس" ملا اس میں ریکارڈ شدہ گفتگو سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ جہاز کے کاک پٹ میں کوئی بم نصب کیا گیا تھا۔

سریندر ملک کی طرف سے ایسی "ڈس انفارمیشن" ہی کوئی ایک ایسا معاملہ نہیں تھا جو سی ایس آئی ایس کے افسران کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ بہت سے شواہد کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ تباہ ہونے والے جہاز سے بھارتی سفارت خانے کے پسندیدہ بہت سے لوگوں نے بھارت جانا تھا لیکن عین وقت پر انھوں نے اپنی نشستیں منسوخ کروا لیں۔

کیا اس کا سیدھا سیدھا مطلب یہ نہیں کہ ان لوگوں کو آنے والے حادثے کا علم ہو گیا تھا؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو شخص مشتبہ ٹھہرتا تھا وہ سریندر ملک خود تھا۔ جس کی بیوی اور بچوں نے بھی فلائٹ ۱۸۲ کے ذریعے سفر کرنا تھا لیکن فلائٹ کی روانگی سے چند گھنٹے پہلے اس نے نشستیں منسوخ کروا دیں۔ بعد میں جب اس سے گھریلو سیٹوں کی منسوخی کے متعلق سوال پوچھا گیا تو اس نے اپنی صفائی میں کہا کہ عین موقع پر اس کی بیٹی نے بتایا کہ اس کے سکول کے کچھ امتحانات ابھی باقی ہیں جن کے بغیر اس کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ اسی لیے اس نے عین موقع پر اپنے خاندان کی روانگی کا پروگرام بدل دیا۔

ایک اور دلچسپ کیس بھارتی بیورو کریٹ سدھارتھ سنگھ کا بھی تھا۔ جس کی سیٹ فلائٹ سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے منسوخ کی گئی۔ یہ بیورو کریٹ راجیو گاندھی کے ساتھ امریکہ کا دورہ کرنے والے وفد میں شامل تھا اور اپنی کچھ مصروفیات کی وجہ سے اس نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی اپنی واپسی سیٹ اسی فلائٹ میں رکھی تھی۔

اس نے ایک ذیلی دورہ کینیڈا کا بھی کیا تھا۔ سدھارتھ نادتھ امریکن معاملات کے ڈیسک کا دہلی میں انچارج تھا اور سرنیدر ملک کے ساتھ اس کی گہری چھنتی تھی۔ اس کے کینیڈا کے دورے کا مقصد ہی اڈٹاوہ میں مرکزی حکومت کے وزارت خارجہ کے افسروں سے ملاقات کرنا تھا۔

یہ دورہ حادثے والے دن سے ایک ہفتہ پہلے کیا گیا تھا۔ سدھارتھ اس درمیان سرنیدر ملک کا مہمان رہا پھر اس نے فلائٹ ۱۸۲ سے واپسی کا پروگرام بنایا لیکن عین آخری لمحات میں اس نے اپنی سیٹ کینسل کروادی اس کی وجہ بظاہر یہی بتائی گئی کہ اسے اچانک سرکاری کام سے برسلز جانا پڑا جس کے لیے دوسرا روٹ اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ فلائٹ ۱۸۲ سے ایک اور آخری لمحات پر منسوخ والی سیٹ ٹورنٹو کے ایک بھارتی نژاد کار ڈیلر کی تھی جو ملک کا خاص دوست تھا۔

آر سی ایم پی کی اطلاعات کے مطابق ایک اور منسوخ ہونے والی اہم سیٹ ونڈسر اونٹاریو میں دل خالصہ کے مقامی صدر کی سالی کی تھی۔ یاد رہے کہ دل خالصہ پنجاب میں اکالی دل کے مقابلے میں قائم ہونے والی سیاسی تنظیم ہے۔ جس کے متعلق یہ باور کیا جاتا تھا کہ اسے کانگریس نواز حلقوں کی آشیرباد حاصل ہے اور دل خالصہ کا قیام گیانی ذیل سنگھ صدر بھارت کی پشت پناہی سے عمل میں آیا۔ بظاہر تو یہ تنظیم پنجاب میں مسز اندرا گاندھی کی حمایت میں قائم کی گئی تھی۔ لیکن اس تنظیم کے انتہا پسند گروپ نے بعد میں شدت سے خالصتان کا نعرہ بلند کیا اور بھارتی ائرلائن کا طیارہ اغوا کر کے پاکستان کے شہر لاہور میں اُتار دیا۔

خالصتان یا بھارت سے وفاداری کے مسئلے پر دل خالصہ دو گروپوں میں بٹ گئی بھارت میں اس تنظیم کو غیر قانونی قرار دے دیا اور اس سے منسلک ارکان پر بغاوت کے مقدمات قائم ہو گئے۔ غیر ممالک میں تنظیم انتشار کا شکار ہو گئی اور اس کا کینیڈین ونگ الگ ہو گیا جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ونڈسر میں قائم کر لیا۔

ببر خالصہ کے مقامی سربراہ تویندر سنگھ پرمار نے حادثے کے کچھ عرصہ بعد ونڈسر کا دورہ کیا اور یہاں کے مقامی گوردوارے میں سکھوں سے خطاب کیا ۳ اگست کو ہونے والی میٹنگ دل خالصہ کے صدر نے منعقد کی تھی۔

اس میٹنگ کے خاتمے کے فوراً ہی بعد سرنیدر ملک کی طرف سے گلوب اینڈ میل میں ایک اور کہانی اس حوالے سے شائع ہو گئی۔ جس میں اس نے کینیڈین انٹیلی جنس کی بے خبری کا مذاق اُڑایا اور ایک اور واقعہ اپنی طرف سے گھڑ کر اخبارات میں شائع کروا دیا۔ اس خبر کی اشاعت کے بعد سی ایس آئی ایس کے لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ انھیں اپنے بھارتی حلیفوں کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ اس کے سوا اب اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا۔

ملک نے اپنے "ڈس انفارمیشن" سیل کے ذریعے اس میٹنگ کے حوالے سے ایسی خبر اخبارات تک پہنچائی جس سے کینیڈین انٹیلی جنس کے لوگ تلملا کر رہ گئے۔ اس نے "ونڈسر" میں ہونے والے اس اجتماع کے ساتھ ساتھ "مسس ایوگا" میں ایک اور گٹھ جوڑ بھی تلاش کر لیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ٹورنٹو کے دو خالصتان نواز اور خطرناک سکھوں میں سے ایک نے تویندر سنگھ پرمار کی معیت میں "مسس ایوگا" میں ایک مسلم انتہا پسند گروپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔

سرنیدر ملک نے دعویٰ کیا کہ اس انتہا پسند مسلم گروپ سے ان کی ملاقات کا مقصد پاکستان اور افغانستان میں موجود مسلم انتہا پسند گروپوں کی خالصتان کے لیے حمایت کا حصول تھا کیونکہ بھارتی حکومت اس بات پر مصر ہے کہ مشرقی پنجاب میں سرگرم عمل سکھ گوریلوں کو اسلحہ افغان مجاہدین سے خرید کر فراہم کیا جاتا ہے اور سکھوں اور افغان مجاہدین کے درمیان واسطہ پاکستان کے انتہا پسند مسلم گروپوں کے ذریعے برقرار ہے۔

یہ ایک بے بنیاد اور بیہودہ کہانی تھی جس کے "ذرائع" بیان کرنے سے سرنیدر ملک

نے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس نے یہ ساری کہانی لارڈشن کے ایگزیکیٹو انٹیلی جنس ریویو میں چھپے ایک مضمون سے بنائی تھی۔

را نے بڑی بھیانک سازش تیار کی تھی اور بھارتی حکومت اس گندے کھیل میں مسلمانوں کو ملوث کر کے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔

ونڈسر کی اس نام نہاد میٹنگ کے متعلق سریندر ملک اور دُور کی کوڑی لایا اور اس نے اخبارات کو بتایا کہ اس میٹنگ میں تلوندر سنگھ پرمار نے بتایا ہے کہ اس نے پانچ رضاکار خودکشی مشن پر بھارت روانہ کر دیئے ہیں۔ یہ لوگ جوار داس کرنے کے بعد مرنے کا مشن لے کر بھارت جا چکے ہیں ۱۵ اگست کو بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کو مار ڈالیں گے۔

۱۵ اگست بھارت میں یوم آزادی منایا جاتا ہے۔ اس روز روایتی طور پر بھارت کا وزیراعظم دہلی کے تاریخی لال قلعہ سے ایک بڑے جلسے کو جس میں عمائدین سلطنت اور معززین شہر موجود ہوتے ہیں خطاب کرتا ہے۔ اس مرتبہ وزیراعظم راجیو گاندھی نے بھی ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا اور سریندر ملک کے مطابق تلوندر سنگھ پرمار کے گوریلوں نے راجیو گاندھی کو اس موقعے پر قتل کرنا تھا۔

سریندر ملک نے "گلوب اینڈ میل" میں اپنے رپورٹر دوست کو اس کہانی کی اشاعت پر مجبور کرتے ہوئے کہا کہ اس خبر کی اشاعت سے ببر خالصہ کے لیڈر پر کینیڈین سیکورٹی کی گرفت اور مضبوط ہو جائے گی اور اسے تباہی کے دونوں واقعات میں تلوندر سنگھ پرمار پر مقدمہ چلانے میں آسانی رہے گی۔ اخبار میں اپنے اس بیان میں سریندر ملک نے کینیڈا کے عدالتی نظام کو بھی زبردست تنقید کا نشانہ بنایا جو تلوندر سنگھ کو مجرم ثابت نہیں کر سکا تھا اس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔

"بھارت میں ہمارے لیے مجرم کا صرف اقرار کر لینا ہی کافی ہے لیکن تم لوگ ہیومن رائٹس اور عدالتی چکروں میں پڑے رہتے ہو۔"

گلوب کے رپورٹر نے پٹ ادسن سے ونڈسر والی میٹنگ کی کہانی بیان کر دی۔ اسے حالات کی زیادہ بہتر خبر تھی کیونکہ جہاز کی تباہی کے بعد سے سی ایس آئی ایس نے پرمار پر زبردست نگرانی رکھی ہوتی تھی۔ اس کے گھر، بزنس اور آفس کے تمام ٹیلیفون بگ تھے اور ہر وقت سیکورٹی کے متعدد ایجنٹ سائے کی طرح اس سے چمٹے رہتے تھے۔ سی ایس آئی ایس والوں نے ونڈسر کے اس گوردوارے میں جہاں پرمار نے اجلاس سے خطاب کرنا تھا پہلے ہی سے حساس آلات نصب کر دیتے تھے اور وہاں پر ہونے والی تمام گفتگو کی ریکارڈنگ کر رہے تھے۔ اس بات کا علم تو انہیں بھی تھا کہ پرمار نے یہاں کسی قتل کے منصوبے کا ذکر کیا ہے لیکن جس طرح اس بات کو مرچ مصالحہ لگا کر سریندر ملک نے اخبارات تک پہنچایا تھا اس کا علم تو ان لوگوں کو بھی نہیں تھا نہ ہی صورت حال اتنی زیادہ سنگین تھی۔

بھارتی قونصل جنرل حالات کی غلط اور خطرناک تصویر کشی کر کے ایک ہی وقت میں سکھوں اور کینیڈا کی حکومت کے خلاف عالمی سطح پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔ سیکورٹی والے جانتے تھے کہ یہ سارا کھڑاگ پرمار نے ببر خالصہ کے لیے فنڈز حاصل کرنے کو پھیلایا ہے وہ اس طرح سکھوں سے فنڈز بٹورنا چاہتا تھا۔ ورنہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں تھی۔

گلوب اینڈ میل نے سی ایس آئی ایس سے حقائق معلوم کر کے ملک کو کورا جواب دے دیا کہ وہ اس خبر کی اشاعت سے قاصر ہیں۔ سی ایس آئی ایس کو ونڈسر گوردوارے میں پرمار کی تمام کارروائیوں کی مکمل اطلاع تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہاں سے پرمار نے راجیو گاندھی کے قتل کا افسانہ بنا کر ڈالروں سے جھولیاں بھری ہیں وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سارے کینیڈا میں ابھی بھی ایسا سکھ نہیں جو ایسی خودکشی مشن پر بھارت گیا ہو نہ ہی آئندہ جائے گا۔

سی ایس آئی ایس کو بڑی شدت سے "گلوب اینڈ میل" کے اس "ذریعے" کی تلاش تھی جس نے انھیں ونڈسر گوردوارے کی میٹنگ کی اطلاع دی تھی ابھی تک اخبار والوں نے ایجنسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ خبر انھیں سر بیند ر ملک کے ذریعے ملی ہے انھوں نے اپنا "سورس" خفیہ رکھا تھا صرف یہ بتا دیا تھا کہ انھیں یہ خبر بھارتی قونصلیٹ سے ملی ہے۔ ابھی تک انھوں نے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔ سی ایس آئی ایس کے افسران کو پریشانی لاحق ہونے لگی تھی کہ آخر بھارتی قونصلیٹ نے ونڈسر والے اجلاس کی خبریں باہر کیوں پہنچائی ہیں جبکہ بھارتی حکومت کی طرف سے کینیڈین حکومت کو جو بھی اطلاع پہنچائی جاتی تھی اسی کے ساتھ یہ درخواست بھی شامل ہوتی کہ اس خبر کو خفیہ رکھا جائے یہ تو سراسر ان کا اعتماد مجروح کرنے والی بات تھی۔

اِس مرحلے پر سی ایس آئی ایس نے ایک اہم اور دلیرانہ فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ تھا بھارتیوں سے تعاون نہ کرنے کا۔

ایجنسی کو اِس بات کا تلخ تجربہ ہوا تھا کہ وہ تعاون کے جذبے سے دونوں ممالک کے درمیان موجود معاہدے کے تحت بھارتی وزارت خارجہ کو جو اطلاعات فراہم کرتے تھے۔ انھیں پھر بھارتی انٹلی جنس "ڈِس انفارمیشن" کے لیے استعمال کرنے لگی تھی اور آج تک ایجنسی نے اس معاہدے کا یک طرفہ احترام ہی کیا تھا۔

اب اپنے تلخ تجربات اور پے در پے بھارتی انٹلی جنس کی شرارتوں کے بعد ایجنسی نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ آئندہ بھارتیوں کے ساتھ نہ تو کسی میٹنگ میں شرکت کریں گے اور نہ ہی مل کر چلیں گے۔ اِس سمت میں پہلا اہم قدم یہ اُٹھایا گیا کہ سی ایس آئی ایس نے اپنی وزارت خارجہ کو اطلاعات دینا بند کر دیں تاکہ یہ اطلاعات پھر بھارتی وزارت خارجہ کو منتقل ہی نہ ہو سکیں۔ اس سے پہلے وزارت خارجہ کو جو "ٹاپ سیکرٹ" فائلیں جایا کرتی تھیں ان کا سلسلہ بند ہو کر رہ گیا۔

ایجنسی نے طے کیا کہ وہ بھارت کو صرف وہی اطلاعات دے گی جس کا تعلق بھارت میں موجود شہریوں کی جان کو خطرے سے ہو۔ جہاں تک ائر انڈیا کی تفتیش کا معاملہ ہے یا کینیڈین سکھوں کی نگرانی کا مسئلہ ہے اسی سلسلے میں بھارتی وزارت خارجہ کو سُرخ جھنڈی دکھا دی گئی۔

آر سی ایم پی نے یہاں بھی مخالفانہ طرزِ عمل اختیار کیا۔ انھوں نے سی ایس آئی ایس کے برعکس براہِ راست بھارتی انٹلی جنس بیورو اور "را" کو اطلاعات فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ بسا اوقات تو وہ سی ایس آئی ایس کی طرف سے ملنے والی اطلاعات بھی من وعن بھارتی انٹلی جنس تک پہنچا دیتے۔

اِس کشیدہ صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہی نکلا کہ اب سی ایس آئی ایس والوں کو بادلِ نخواستہ ایک اہم فیصلہ اپنے ہی ملک کی دوسری انٹلی جنس ایجنسی کے متعلق کرنا پڑا کہ انھوں نے ائر انڈیا کی تباہی کے سلسلے میں اپنی تفتیش کو ایجنسی تک ہی محدود کر لیا اور ائر انڈیا اور ناریٹا ائر پورٹ کے دھماکے کی تحقیقات سے آر سی ایم پی کو بھی بے خبر رکھنا شروع کر دیا۔

۱۹۸۸ء اور ۱۹۸۶ء میں سی ایس آئی ایس کے ٹورنٹو اور وینکوور کے ریجنل دفاتر نے کینیڈین حکومت کی طرف سے اس معاہدے کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا کہ کینیڈا اور بھارت مل کر کام کریں گے اور بھارتی انٹلی جنس ائر انڈیا والے معاملے میں باقاعدہ تفتیش میں حصّہ لے گی۔ ایجنسی نے "را" کے ایجنٹوں کی کینیڈین انٹلی جنس کے دفاتر میں تعیناتی کی زبردست مخالفت کی۔

ایجنسی کی طرف سے حکومت کینیڈا سے کہا گیا کہ "را" کے کسی بھی ایجنٹ کی ان کے آفس میں موجودگی ان کے لیے "مدد" سے زیادہ "خطرے کی گھنٹی" ہے اور وہ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے" گیبن نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اگر میں کمرے میں بیٹھا پانی پی رہا ہوں اور "را" کا ایجنٹ وہاں چہل قدمی کرتا آگیا تو میں فوراً کمرے سے باہر نکل جاؤں گا۔"

آر سی ایم پی والے اِن ریمارکس سے گھبرا گئے۔

بھارتی انٹیلی جنس کے "ڈِس انفارمیشن" سیل کی طرف سے میڈیا کو پہنچائی جانے والی خبروں اور افواہوں نے سی ایس آئی ایس کو گڑبڑا کر رکھ دیا اور اب وہ لوگ سنجیدگی سے اس مسئلے پر سوچ بچار کرنے لگے کہ اس مصیبت پر کیسے قابو پایا جائے اور اب تک جو نقصان پہنچ چکا ہے اس کا ازالہ کیسے ممکن ہو گا؛ سی ایس آئی ایس کے افسران کی ایک خصوصی ٹیم بنائی گئی جس کے ذمّے یہ کام سونپا گیا کہ وہ ۱۹۷۰ء سے ایجنسی اور پولیس میں تیار ہونے والی سکھوں کی تمام فائلوں کا دوبارہ جائزہ لے کر ایک رپورٹ مرتب کرے کہ حقائق کتنے ہیں اور بھارتی ڈس انفارمیشن کا کمال کتنا ہے؟

نظرِ ثانی کرنے والوں نے جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ ان فائلوں میں زیادہ اطلاعات بھارتی انٹیلی جنس کی فراہم کردہ درج کی گئی ہیں اور انہی اطلاعات کی بنیاد پر کینیڈین انٹیلی جنس نے نتائج اخذ کر کے اپنی پالیسی بنائی ہے۔ اس انکشاف نے تو ان لوگوں کو ہلا کر ہی رکھ دیا کہ شروع سے اب تک بھارتی انٹیلی جنس کی کوشش یہی دکھائی دیتی تھی کہ کینیڈین حکومت کو سکھوں کے مقابلے میں گمراہ کرے اور ایسی جھوٹی اور بے بنیاد اطلاعات فراہم کرے کہ یہ لوگ سکھوں کو جرائم پیشہ قوم ہی سمجھنے لگیں۔

۱۹۸۲ء میں میٹرو ٹورنٹو پولیس کانسٹیبل فرنانڈس پر فائر نگ والے کیس کا جب دوبارہ جائزہ لیا گیا تو ان لوگوں کو علم ہوا کہ بھارتیوں نے ان کے ساتھ بڑا خوبصورت دھوکہ کیا تھا اور انھیں خوب بے وقوف بنایا گیا تھا۔

کینیڈین پولیس اور انٹیلی جنس میں بھارتی اثر و نفوذ کینیڈا کی سیکورٹی کی سلامتی اور اپنی ناک کا مسئلہ بن گیا۔ انھوں نے اب ہر سطح پر بھارتی حکومت کے تعاون سے توبہ کرنے کی ٹھان لی۔ ایسے تمام کیس جو سی ایس آئی ایس والوں نے سکھوں کے سینے پر رکھے تھے خواہ ان کا تعلق دھماکے والے واقعات سے تھا یا پھر کسی دوسرے معاملے سے

انھوں نے بھارتی تعاون کو ایک طرف رکھ کر صرف اپنی تفتیش پر انحصار کا فیصلہ کیا۔

کینیڈین پولیس اس نتیجے پر بھی پہنچی کہ کوئی بھی تخریب کاری کا واقعہ ایسا نہیں ہوا جس میں بھارتی انٹیلی جنس کا ہاتھ نہ رہا ہو۔ جو حادثہ فلائٹ نمبر ۱۸۲ میں پیش آیا تھا بالکل اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ بھارت میں بھی ہو چکا تھا۔

۲ اگست ۸۴ کو ۹ بجکر ۵۰ منٹ پر مدراس (بھارت) کے ائرپورٹ مینیجر لا تلا سنگھ کو گمنام فون پر اطلاع ملی کہ کسٹم کے انسپکشن ایریا میں دو سوٹ کیس ایسے موجود ہیں جن میں تباہ کن مواد نصب کیا گیا ہے اور ایک گھنٹہ بعد ان سوٹ کیسوں میں نصب بم دھماکے سے پھٹ جائیں گے۔

سنگھ نے فوری طور پر مقامی پولیس، ائرپورٹ سیکورٹی، فائر بریگیڈ اور دوسرے ذمہ دار اداروں کو یہ اطلاع پہنچائی لیکن وہ لوگ اسے ایک گھنٹہ تک بہلاتے رہے حالانکہ اس دوران اگر وہ چاہتے تو دونوں سوٹ کیس تلاش کر سکتے تھے۔

۱۰ بجکر ۲۵ منٹ پر بم پھٹ گئے۔

اس دھماکے نے ۲۹ بے گناہوں کی جان لے لی ۳۸ بُری طرح مجروح ہوئے اور مقامی پولیس نے اس بم دھماکے کا سلسلہ سری لنکا سے ملا دیا۔ الزام عائد کیا گیا یہ دھماکہ سری لنکا کے دہشت گردوں نے کیا ہے اور اس کے ڈانڈے سنہالی اور تامل گوریلوں کی آپس کی لڑائی سے ملا دیئے۔

پولیس نے ایک ایسے منصوبے کا انکشاف کر دیا جس کے مطابق تامل علیحدگی پسندوں نے دو سوٹ کیسوں میں بم نصب کر کے مدراس سے سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو جانے والے ایک جہاز میں پہنچا دیئے تھے۔ مدراس میں سامان لوڈ کرتے وقت اس پر ائر لنکا کے سٹکر لگا دیئے گئے تھے اور ان دونوں سوٹ کیسوں کو کولمبو ائرپورٹ سے پھر ائر لنکا کے دو جہازوں میں منتقل کرنا تھا جو لندن اور پیرس جانے تھے منصوبہ یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا کہ دونوں ڈائنا سیٹ ان پروازوں میں پھٹیں گے ۔

یہ دونوں ٹائم بم تھے اور تباہی کے لیے ان پر مقررہ وقت بھی فکس کیا گیا تھا ۔

بھارتی انٹیلی جنس کا یہ پلاٹ تو بڑا شاندار تھا لیکن ان کی بدقسمتی کہ انہوں نے ہی ان کا ساتھ نہ دیا ۔ ایسے خفیہ آپریشنز میں عملے کے تمام اراکین کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا ۔ دونوں بکس مسافروں کے بغیر ہی بُک ہو گئے ۔

کسی اعتراض کے بغیر ہی امیگریشن کے مراحل بھی طے پا گئے ۔ لیکن کسٹم والوں کو اعتماد میں نہیں لیا گیا ۔ اتفاق سے " را " کا خاص آدمی جس کو کسٹم میں تعینات کیا گیا تھا کہ وہ ان بکسوں کو وہاں سے بخیر و عافیت گزار دے وہ ٹائمنگ کی غلطی کا شکار ہو گیا ۔ دونوں سوٹ کیس جس کسٹم کاؤنٹر پر پہنچے اس جگہ ڈیوٹی پر موجود کسٹم آفیسر کو کچھ شک گزرا جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مالکان سامان کے ہمراہ نہیں تھے اور سوٹ کیس خاصے بوجھل دکھائی دے رہے تھے ۔ متعلقہ کسٹم آفیسر نے دونوں سوٹ کیس ایک طرف رکھ دیئے تاکہ بعد میں اطمینان سے انھیں چیک کر سکے اور فی الوقت جہاز کے مسافروں سے نمٹ لے ۔

اس دوران ہی دیر ہو جانے کے سبب دونوں سوٹ کیس متعلقہ فلائٹس میں نہ جا سکے اور اگلے جہاز میں لوڈ ہونے سے پہلے وہیں پھٹ گئے ۔

اس طرح سری لنکا کے دہشت گردوں نے " را " کی ملی بھگت سے جو ڈرامہ تیار کیا تھا وہ ناکام ہو گیا ۔

سی ایس آئی ایس کے افسران گیبن اور ادسن کی پختہ رائے تھی کہ جاپان کے ناریٹا ائرپورٹ اور ائر انڈیا کی ۱۸۲ فلائٹ کا دھماکہ ہو بہو مدراس والے واقعات سے ملتا جلتا ہے اور دونوں واقعات میں بھارتی انٹیلی جنس نے ایک ہی طریقہ اپنایا ۔ جس طرح مدراس میں ایک گھنٹہ کے وقفے کی وجہ سے بم وقت سے پہلے پھٹ گیا اسی صورت حال کا سامنا فلائٹ ۱۸۲ کو کرنا پڑا ۔

بھارتی انٹیلی جنس کا پلان جہاز کو فضا میں تباہ کرنے کا نہیں تھا ۔ منصوبہ یہ بنایا گیا تھا کہ جہاز لندن سے ہیتھرو ائرپورٹ پر تباہ ہو گا اور اسے اس وقت تباہ ہونا تھا جب لندن میں جہاز ری فیولنگ کے لیے اُترتا ہے ۔ حادثہ یہ گزرا کہ جہاز جاپان سے ایک گھنٹہ دیر سے اُڑا ۔ اس کی وجہ اس خراب انجن کا مسئلہ تھا جسے جہاز کے ساتھ ہی بھیجے جانا تھا ۔ اس انجن کی لوڈنگ اور ائرپورٹ پر عملے کی کمیابی کے سبب جہاز کو ایک گھنٹہ لیٹ اُڑنا پڑا ۔ جب جہاز تباہ ہوا تو وہ ہیتھرو سے ایک گھنٹہ کی دوری پر پرواز کر رہا تھا ۔

سی ایس آئی ایس کی لگی بندھی رائے تھی کہ اس سے ملتا جلتا ایک کارنامہ دُنیا کے دوسرے حصے میں بھارتی انٹیلی جنس کے ہاتھوں انجام پا چکا ہے جس میں یہی طریق کار اختیار کیا گیا اور اس طرح بم وقت سے پہلے پھٹ گیا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حادثات میں بھی " را " ملوث ہے ۔

بھارت میں ہونے والی تباہی میں دو تامل گروپ تامل ایلم اور تامل ٹائیگرز ملوث تھے جن کا تعلق تو سری لنکا سے تھا لیکن ان کے بیس کیمپ بھارتی صوبہ تامل ناڈو میں مدراس کے نزدیک موجود تھے اور انھیں " را " تربیت دے رہی تھی ۔

دونوں گروپوں کو جو سری لنکا حکومت کے باغی تھے بھارتی تامل آبادی کی مکمل حمایت حاصل تھی اور مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں تھی کہ ان کے کیمپ کون چلا رہا ہے اور ان کیمپوں سے ہونے والی کوئی بھی حرکت بھارتی انٹیلی جنس کی اجازت کے بغیر ناممکن تھی ۔

تامل گوریلوں اور بھارتی انٹیلی جنس کے درمیان تعلقات کی رپورٹیں سی ایس آئی ایس کو سی آئی اے اور ایم آئی فائیو کے ذریعے ان کے درمیان موجود آپسی تعاون کے معاہدے کے تحت ملتی رہتی تھیں ۔ برطانوی انٹیلی جنس کو تاملوں اور انڈین انٹیلی جنس کے درمیان موجودہ تعلقات سے مکمل آگاہی حاصل تھی ۔

برطانیہ کی انٹیلی جنس ایس اے ایس سری لنکا کی انٹیلی جنس کو ایک معاہدے کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تحت ٹریننگ دے رہی تھی۔

اس تربیت میں سری لنکا کی سیکورٹی فورسز کو تامل باغیوں سے نمٹنے کے خصوصی طریقوں سے آگاہ کیا جاتا تھا۔

سی ایس آئی ایس کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ مدراس ائرپورٹ پر تباہی کا کارنامہ بھارتی "تھرڈ ایجنسی" نے انجام دیا تھا۔ یہ ایک خصوصی انٹیلی جنس یونٹ تھا جو بھارتی وزیراعظم کی براہِ راست نگرانی میں کام کرتا تھا اور جسے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایت پر اندرون بھارت دہشت گردی کے لیے وجود میں لایا گیا تھا۔ اس طرح بھارتی وزیراعظم بھارت کے علیحدگی پسند گروپوں کو بدنام کر کے بین الاقوامی اور مقامی ہندو آبادی کی ہمدردیاں حاصل کرتی تھی۔

تھرڈ ایجنسی کا قیام ۸۰ء میں عمل میں آیا تھا اور اس کو پہلے پہل پنجاب میں انتہا پسند سکھوں کو اسلحہ فراہم کر کے ان سے دہشت گردی کی وارداتیں کروانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس طرح ایسا جواز پیدا کیا جا رہا تھا جس کا لازمی نتیجہ بھارتی فوج کی مداخلت ہوتا جو مسز اندرا گاندھی کا منشا تھا کیونکہ اس آپریشن کی آڑ میں وہ اپنے بہت سے مخالفین سے بآسانی چھٹکارہ حاصل کر سکتی تھیں۔

"تھرڈ ایجنسی" کے متعلق مکمل معلومات فراہم ہونے کے بعد سی ایس آئی ایس نے یہی نتائج اخذ کیے کہ بھارتی انٹیلی جنس کی یہ بدنام زمانہ ایجنسی کینیڈا میں بھی ردِ عمل ہے یا پھر انہی بنیادوں پر "را" نے کسی گروپ کو تربیت دے کر یہاں داخل کر دیا جو ان دونوں وارداتوں کا ذمہ دار ہے۔

سی ایس آئی ایس کے پاس ایسی بہت سی واقعاتی شہادتیں موجود تھیں جن کی بنا پر انہوں نے یہ نتائج اخذ کیے کہ ائر انڈیا اور ناریٹا ائرپورٹ پر تباہی انڈین ایجنٹوں کے ذریعے کی گئی۔

اس سوال پر کہ ان حادثات میں کتنی گہرائی تک "را" کا ہاتھ ہے۔ دو طرح کے نکات زیرِ بحث آتے۔

گیسن والے گروپ کا خیال تھا کہ ائرپورٹ پر کھڑے ہوتے جہاز کی تباہی کا منصوبہ براہِ راست دہلی میں تھرڈ ایجنسی نے بنایا تھا۔ اس میں یہ احتیاط ملحوظ خاطر تھی کہ کھڑے ہوتے جہاز کی تباہی سے جانی اور مالی نقصان کم ہوتا لیکن پروپیگنڈہ زیادہ ہوتا کیونکہ ہیتھرو ائرپورٹ پر ہونے والے دھماکے کی گونج ساری دُنیا کے پریس میڈیا میں سُنی جا سکتی تھی۔

ادسن اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ یہ آپریشن انڈین انٹیلی جنس نے کینیڈا ہی میں تیار کیا ہے اور دہلی کو اس سے الگ رکھا گیا ہے۔ یہ سارا آپریشن مقامی سکھ ایجنٹوں کی مدد سے تیار کیا گیا اور اس کا سب سے بڑا مقصد کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کو بدنام کرنا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ یہ بھیانک کارروائی بھی مقامی سکھوں کے ذریعے ہی انجام پاتے۔

دونوں گروپوں کی متفقہ رائے تھی کہ جیسے ہی جہاز تباہ ہوا بھارتی قونصل جنرل کے "ڈِس انفارمیشن سیل" نے اپنا نیا آپریشن لانچ کر دیا جس کا مقصد کینیڈین انٹیلی جنس کی تفتیش کو گمراہ کرنا اور غلط راستے پر لگانا تھا۔ مثلاً سریندر ملک کی طرف سے اخبارات کو امندسنگھ اور لال سنگھ کی کہانی پہنچانا جو ایف بی آئی کو راجیو گاندھی کے قتل پلان کے سلسلے میں مطلوب تھے کا مقصد کینیڈین سیکورٹی کی تفتیش کو غلط رُخ پر موڑنا تھا اور یہی ہوا ایک عرصے تک یہ لوگ ان دو نامعلوم سکھوں کو تلاش کرتے رہے اور اس دوران بہت سے شواہد ضائع ہو گئے۔

سی ایس آئی ایس کے اخذ کردہ نتائج کو ایک طرف رکھ کر اگر دیکھا جائے تو بھارتی حکومت کی یہ طے شدہ پالیسی ہے کہ جھوٹ سچ دھونس دھاندلی ہیرا پھیری غرض کسی بھی غلط صحیح طریقے سے وہ سکھوں کی اکثریت کو جس کا تعلق غیر ممالک میں کینیڈا سے ہے بدنام کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مشن یہی تھا کہ مغربی دُنیا جو سکھوں کو ایک محنت پیشہ اور اپنے

کام سے کام رکھنے والی قوم کی حیثیت سے جانتی ہے ان کی سوچ اور خیالات بدل جائیں۔

یہ ہے دُنیا کی سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت کی دو دے دار حکومت کا اصلی روپ اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ بھارت نے "ڈس انفارمیشن" کا جو آپریشن مغربی دُنیا میں شروع کیا اس میں اسے بہت کامیابی ملی۔ یہ تو بعد کی بات ہے کہ سچائی کب سامنے آئے گی لیکن سچی بات یہ ہے کہ دُنیا نے سکھوں کو دہشت گرد سمجھنا شروع کر دیا تھا اور کینیڈین اور امریکن خاص طور سے یہ سمجھنے لگے تھے کہ جہاز کی تباہی میں سکھوں کا ہاتھ ہے۔

زندہ شہید یا....

کینیڈا میں شاید تو ندر سنگھ پرمار وہ واحد سکھ تھا جسے اس واقع کے بعد سب سے زیادہ شہرت ملی۔ ببر خالصہ کا یہ مذہبی لیڈر راتوں رات شیطان کی طرح مشہور ہو گیا۔ ایک تند خو اور سخت مزاج سکھ دیکھتے ہی دیکھتے اخبارات کی خبروں کا موضوع بننے لگا اور غیر سکھ اقوام میں اس کی شناخت ایک دہشت گرد کی حیثیت سے اُبھرنے لگی۔

وینکوور کے اخبارات اس کو امریکہ کے سائیڈ ونڈر میزائل کی مشابہت سے "سائیڈ ونڈر سنگھ پرمار" کا نام دیتے تھے۔ بھارتی جہاز کی تباہی کے بعد آر سی ایم پی کی فائلوں میں اسے "بگ۔ ڈی" کا نام دے دیا گیا۔ اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ جب لوگ اسے نیلے رنگ کے بڑے چوسے اور کیسری رنگ کی تہہ دار اور درجنوں گز لمبی پگڑی میں دیکھتے تو اس کی شخصیت کا عجیب سا تاثر ان کے ذہنوں پر قائم ہو جاتا۔ وہ خود کو "زندہ شہید" کہا کرتا تھا۔ یہ خطاب اس کے ایک پیروکار سرجن سنگھ گل نے اسے دیا تھا۔ اس کے مخالف دھڑے کے سکھوں نے بعد میں بگاڑ کر اسے "مردہ شہید" بنا دیا۔

پرمار ۲۰ فروری ۴۴ء کو پنجاب کے ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے دو شادیاں کی تھیں اور پرمار اپنے باپ کی دوسری بیوی میں سے چار بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا کرتا تھا۔

"میری دو مائیں ہیں۔ میرے باپ کی عمر اس وقت ۷۰ سال ہے۔ پہلی شادی سے اس کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی، مجبوراً اسے دوسری شادی کرنی پڑی۔ ہمارے مذہب میں طلاق نہیں ہوتی لیکن اگر آپ کی بیوی اجازت دے تو دوسری بیوی بھی رکھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے دونوں کے مساوی حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ پہلی بیوی سے ۲ بیٹیاں پیدا ہوئیں لیکن دوسری شادی سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

پرمار کا تعلق سخت کوش اور محنت کش جاٹ گھرانے سے تھا۔ میٹرک تک اس نے مقامی سکولوں سے تعلیم حاصل کی اس دوران وہ کبڈی کا بہترین کھلاڑی بن چکا تھا۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد وہ کاشت کاری میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹانے لگا۔ بچپن ہی سے محنت کی عادت نے اس کا بدن کسرتی بنا دیا تھا۔ اپنے مضبوط بدن کو اس نے آج تک سنبھال کر رکھا ہے۔ ۱۲ سال کی عمر میں اس کی شادی ایک دیہاتی عورت سے کر دی گئی۔ اس کے باپ نے پرمار کو تنبیہ کر دی تھی کہ خبردار کہیں اپنے سے زیادہ پڑھی لکھی عورت سے شادی کی حماقت نہ کرنا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۰ء کو پرمار کینیڈا میں اپنی بیوی سریندر کور اور تین سالہ بچی کے ساتھ داخل ہوا۔ وہ کہتا ہے

"میں بھی یہاں وہی مقاصد لے کر آیا تھا جو زیادہ تر ایشیائی لوگ لے کر آتے ہیں۔ پیسے کمانا۔ میرا بھائی یہاں تھا۔ میری بہن یہاں تھی۔ انھوں نے مجھے بھی یہاں بُلا لیا۔"

کینیڈا میں آنے والے دیگر سکھوں کی طرح وہ بھی پہلے پہل ویسٹ کوسٹ پر ایک مقامی مِل میں ملازم ہو گیا جبکہ اس کی بیوی ایک مچھلی فارم پر کام کرنے لگی۔ ان دنوں وہ عام سکھوں جیسا ایک سکھ تھا۔ ان دنوں وہ نہ تو سر پر بہت بڑی پگڑی باندھتا تھا نہ ہی اس نے نیلے رنگ کا لمبا سا چوغہ زیب تن کیا تھا۔ نہ ہی اپنی ڈاڑھی کو بے تحاشا بڑھایا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ وینکور کے ایک زمین دوز فلیٹ میں رہائش پذیر تھا اور تب اس کی زندگی کا مقصد بھی صرف ڈالر کمانا تھا۔

پرمار نے جب پراپرٹی ڈیلر کا کام شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی امارت

میں اضافہ ہونے لگا۔ ۱۹۷۹ء تک وہ سکھوں میں ایک متمول شخصیت شمار ہونے لگا تھا ۱۹۷۱ء میں اس نے ایک مکان ۲ لاکھ ۶۰ ہزار ڈالر میں فروخت کیا جس میں اسے بے تحاشا منافع ملا۔ اگلے سال اس نے ساڑھے تین لاکھ ڈالر کے مکانات بنا کر فروخت کیے۔ اِس دوران اس کا معیارِ زندگی اتنا بلند ہو گیا کہ اس کے ذرائع آمدن کے متعلق سکھوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ وہ کہتا ہے۔

"میں نے کئی مکانات خریدے اور فروخت کیے۔ خدا کسی کے ہاتھ میں پیسے نہیں تھماتا۔ وہ انسان کو عقل دیتا ہے اگر آپ ڈھنگ سے عقل کا استعمال کریں تو آپ کو بھی چھپر پھاڑ کر دولت مل جائے گی۔"

جیسے جیسے بزنس میں وہ دن رات ترقی کر رہا تھا توں توں مذہب میں اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ ۱۹۸۰ء میں اس نے "امرت سنچار" کیا اور مکمل سکھ بن گیا۔ سکھ دھرم میں مذہب اور سیاست ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ مذہب میں پختہ ہو رہا تھا ویسے ویسے اس کی مقامی سکھ سیاست میں بھی شمولیت بڑھ رہی تھی۔ اب وہ پانچ سو سال پہلے والا روایتی سکھ بن چکا تھا۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں پر ہندوؤں کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم پر اس کا احتجاج اور غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور برٹش کولمبیا میں وہ سکھوں کی گوردوارہ سیاست میں اہم کردار ادا کرنے لگا۔

کاشت کاری کرنے والا پرمار اب جتھیدار تلوندر سنگھ پرمار بن چکا تھا اس نے اب مستقلاً سکھوں کا روایتی لباس پہننا شروع کر دیا تھا۔ اس کی پگڑی سکھوں کی روایتی پگڑی سے ایک فٹ زیادہ بڑی اور بلند ہوتی تھی۔ سکھ سامعین میں اپنے "سکھی بانے" اور مخصوص پنجابی لہجے کے ساتھ جب وہ خطاب کرتا تو لوگ اس سے خاصے مرعوب ہونے لگے۔ پرمار کا رہن سہن یکایک بدل گیا۔ اس نے اب نئے ڈھنگ سے زندگی کی شروعات کر دی تھیں۔ اب اس نے خود کو جتھیدار تلوندر سنگھ ببر کہلانا شروع کر دیا تھا۔ وہ سکھوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو شراب، سگریٹ اور گوشت سے پرہیز کا سبق دینے لگا۔ سکھوں کو ڈاڑھی نہ کٹوانے اور سر پر پگڑی باندھے رکھنے کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے "سکھی لباس" کے ساتھ اپنی تصویروں کے پوسٹ کارڈ ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیے۔ ہر کارڈ پر سکھوں کے گوروں کی تعلیمات درج ہوتیں۔ اس نے خود کو مذہبی رہنما کے روپ میں پیش کیا اور اپنی ذات پات کو قربان کر کے پرمار کے بجائے اپنے نام کے ساتھ ببر لکھنے لگا۔

اپنی تصاویر کے کارڈ پرمار نے ہزاروں کی تعداد میں بھارت میں بھی تقسیم کروائے کینیڈا قریباً ہر گوردوارے میں اس کی تصاویر دکھائی دینے لگیں۔ صرف کینیڈا ہی نہیں امریکہ برطانیہ اور دُنیا کے دوسرے حصوں تک اس نے اپنی تصاویر اور تعلیمات والے کارڈ تقسیم کیے۔ اب اس نے اپنی پہچان سکھوں کے راہنما کی حیثیت سے کروائی تھی۔ پیروکاروں کا ایک ٹولہ اسے میسّر آ گیا تھا۔

اس دوران پنجاب میں نرنکاریوں اور سکھوں کے درمیان فسادات کا آغاز ہو گیا تھا۔ نرنکاری خود کو سکھ کہتے ہیں جبکہ سکھوں کے نزدیک ان کی حیثیت مرتد لوگوں کی ہے۔ پرمار نے اعلان کیا کہ نرنکاریوں کے قتل کے لیے "دُر سکھی مریادہ" کو بچانے کے لیے پنجاب میں سرگرم عمل سکھوں کی ہر ممکن مدد اور معاونت کرے گا۔ اس سلسلے میں اس نے فنڈز جمع کرنے شروع کر دیتے اور ۱۹۷۸ء میں جب امرتسر میں نرنکاریوں کے ساتھ سکھوں کا تصادم ہوا تو اس میں ۱۲ سکھ پولیس کی گولیوں سے مارے گئے۔

اس واقعے کی شہرت تلوندر سنگھ پرمار کے حوالے سے ہونے لگی اور اب وہ سکھوں میں ایک حریت پسند اور مذہبی محافظ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہ خطاب پرمار کو اس کے ایک پیروکار عجائب سنگھ باگڑی کی طرف سے دیا گیا تھا۔

۱۹۸۰ء میں وہ اپنے خفیہ اور مقدس مشن پر پنجاب گیا اور نومبر ۸۱ء میں واپس کینیڈا

آ گیا۔ جب وہ کینیڈا واپس پہنچا تو بھارتی حکومت کی طرف سے اس پر قتل کے کیس درج کیے جا چکے تھے اور وہ پولیس افسران کے قتل میں مطلوب تھا۔ یہ خبریں کینیڈا پہنچیں تو پرمار یہاں ایک "ہیرو" کی حیثیت اختیار کر گیا۔

پرمار کے پیروکاروں کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مجاہدِ آزادی جیسی تھی اور وہ خود کو "زندہ شہید" کہلانے لگا تھا لیکن جب کبھی اس سے یہ سوال کیا جاتا کہ اتنا عرصہ وہ پنجاب میں کیا کرتا رہا ہے؟ تو وہ سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لیتا اور کہتا کہ اس نے اپنا سارا وقت تبلیغ میں گزارا۔ وہ گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کو سکھ مذہب کی تبلیغ کرتا رہا۔

اب لوگوں کو اس کے متعلق اُلجھن سی رہنے لگی۔ مقامی سکھ آبادی محسوس کر رہی تھی کہ پرمار باتیں زیادہ کرتا ہے اور کام کم۔ اس نے اپنا سارا زور پراپیگنڈے پہ ہی رکھا ہوا ہے۔

پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانی حُریت پسندوں کے نزدیک اس کی حیثیت پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے والے سے زیادہ اور کچھ نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے ایک سابقہ پیروکار سرجن گل نے کہا کہ پرمار کہانیوں کا ہیرو بن کر سکھوں پر رُعب جھاڑنا چاہتا ہے اور وہ ہر آتے دن پنجاب سے متعلق ایک جھوٹی کہانی سُنا کر سکھوں پر رُعب گانٹھتا رہتا ہے۔

اس کے خلاف ایک اور الزام بی بی امرجیت کور کی طرف سے لگایا گیا جس کا خاوند امرتسر میں نرنکاریوں والی فائرنگ میں مارا جا چکا تھا۔ اس نے پرمار پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ پرمار نے اس کے خاوند کی تحریک جو اس نے نرنکاریوں کے خلاف چلا رکھی تھی تباہ کر کے رکھ دی ہے۔

سرجن سنگھ گل جس نے اب خود کو پرمار کی کمانڈ سے آزاد کر لیا تھا یہ محسوس کرنے لگا کہ بی بی امرجیت کور کے بیان میں کوئی سچائی ضرور ہے۔ اس نے اس الزام کی وضاحت جب پرمار سے مانگی تو اس نے گل کو بتایا کہ کس طرح اس نے اپنی جان جوکھوں میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈال کر اور اپنے ساتھیوں کی پنجاب میں جان بچانے کے لیے" اکھنڈ کیرتنی جتھے" "متحدہ مذہبی فائٹنگ فورس" کو ببر خالصہ کا نام دیا ورنہ وہ سب لوگ مارے جاتے جو کیرتنی جتھے" کے ممبر تھے جن میں بی بی کا خاوند اور خود پرمار بھی شامل تھا۔

ببر خالصہ تحریک کے متعلق پرمار کا دعویٰ ہے کہ اس نام کی جماعت اس نے مغربی دُنیا میں قائم کی۔ ببر خالصہ کا مطلب " سچ کے لیے مر جانے والے شیر" ہے۔ ببر خالصہ تنظیم پنجاب میں بھی موجود تھی لیکن پنجاب سے زیادہ زور شور کے ساتھ اس کا نام کینیڈا میں گونجنے لگا۔

بھارتی حکومت نے پرمار پر الزام لگایا کہ اس نے ۱۹ نومبر ۸۱ء کو دو بھارتی پولیس آفیسروں کو قتل کیا ہے۔ واقعات کے مطابق پرمار اور اس کے ساتھی پنجاب میں کسی جگہ چھپے ہوئے تھے جب رات کو پولیس نے وہاں چھاپہ مارا۔ یہ چھاپہ "جھیڑ" نامی گاؤں میں نرنجن سنگھ کے مکان پر مارا گیا تھا جہاں اندر موجود لوگوں نے پولیس سے مقابلہ شروع کر دیا اور فائرنگ کے دوران پرتیم سنگھ انسپکٹر اور سورت سنگھ کانسٹیبل مارے گئے۔ پولیس کا کہنا تھا کہ فائرنگ کرنے والے دہشت گردوں کی کمان تلوندر سنگھ پرمار کر رہا تھا۔

جوگندر سنگھ کھیرا جو پنجاب میں سی آئی ڈی کا چیف تھا اس نے پرمار کی شناخت کا دعویٰ کیا۔ بھارتی پولیس جس وقت کا وقوعہ بیان کرتی ہے اس وقت پرمار وہاں موجود ہی نہیں تھا وہ اپنی موجودگی ان اوقات میں کسی اور جگہ ثابت کرتا ہے۔ اس نے کینیڈین حکام کو بتایا کہ جب بھارتی پولیس والے قتل ہوئے وہ اس وقت نیپال میں موجود تھا۔ دوسری شہادتوں سے بعد میں اس کی یہ بات سچ بھی ثابت ہوئی۔

لیکن ....

اس کی خود کو خوا مخواہ نمایاں کرنے کی عادت نے اس کو پھنسا دیا اور پولیس کے

سامنے یہ بیان دینے کے باوجود وہ یہی مشہور کرتا رہا کہ جیسے واقعی یہ" کارنامہ" اس نے انجام دیا ہے۔ بھارت سے اس کے دلیرانہ فرار کی کہانیاں کینیڈا کے گوردواروں میں گونجتی رہیں اور بھارتی حکومت دُہائی دینے لگی کہ کینیڈین حکومت نے بھارت دشمن سکھوں کی پشت پناہی شروع کر دی ہے اس کی مثال میں وہ پرمار کا نام لینے لگے۔

نومبر ۸۱ء میں پرمار ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کی کینیڈا آمد سے کچھ عرصہ پہلے ہی کینیڈا پہنچ گیا۔ اس کی حیثیت ایک جنگجو اور کمانڈر سکھ حُریت پسند کی حیثیت سے کینیڈا میں پھیل چکی تھی اور سکھوں کو اب جگجیت سنگھ چوہان کی فلسفیانہ گفتگو میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے جنگجو ہیرو کو زیادہ پسند کرنے لگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں نے جو فنڈز خالصتان کے قیام کے لیے ڈاکٹر چوہان کو دیتے تھے وہ بھی اب ببر خالصہ کی "گولک" دغلے میں جمع ہونے لگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک معمّہ ہے !

۱۹۸۵ء میں ببر خالصہ کے پاس ۴۰ ہزار ڈالرز کے فنڈز پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانیوں کے لیے جمع ہو چکے تھے جنھیں پنجاب پہنچانا بہت ضروری تھا۔ تجندر سنگھ نے اس ضمن میں جب پرمار سے بات کی تو اس نے کہا تھوڑا صبر کرو اور شیرا سنگھ کو آنے دو۔ شیرا سنگھ کینیڈا آیا تو رقم اس کے حوالے کر دی گئی۔ جو پھر کبھی بھارت نہ پہنچ سکی۔ ببر خالصہ کے بہت سے دوسرے ممبران کی طرح تجندر سنگھ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ رقم شیرا سنگھ نے خود ہی ہضم کر لی تھی۔

ائر انڈیا کے جہاز والے حادثے کی تفتیش کے دوران آر سی ایم پی نے ببر خالصہ کے تقریباً ہر قابل ذکر ممبر کی نگرانی شروع کی ہوئی تھی۔ ان کے ٹیلی فون ٹیپ کیے جا رہے تھے اور ان کی سوشل سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جا رہی تھی۔

اس دوران آر سی ایم پی نے شیرا سنگھ اور اس کے بہنوئی رامپال سنگھ کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو بھی ریکارڈ کی تھی۔ اس کے بعد شیرا کے قتل ہونے پر بھی انھوں نے ببروں کے درمیان آپس میں ہونے والی گفتگو ریکارڈ کی جس میں انھوں نے شیرا سنگھ کو گالیاں دیتے ہوئے اس کے قتل کو جائز قرار دیا تھا۔

ببر خالصہ مادھوپوری کو اس حوالے سے جانتے تھے کہ اس کے تعلقات بھارتی قونصلیٹ کے ساتھ ہیں اور اس کے ذریعے اکثر لوگ اپنے کام کروایا کرتے تھے۔ اور خود مادھوپوری ایک امیر آدمی تھا۔

مادھوپوری نے اپنی یادداشتیں دہراتے ہوئے کہا کہ پرمار نے اس سے درخواست

کی کہ اس کی ملاقات بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلووالیہ سے کروائی جائے اس ملاقات کے لیے وہ بضد تھا، مادھوپوری نے بالآخر ۸۵ء کے آغاز میں ہی اس ملاقات کا اہتمام کروا دیا۔ میٹنگ اس کے اپنے مکان میں ہونا طے پائی تھی۔ پرمار اپنے ساتھی تجندر سنگھ اور دوسرے ببر خالصہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ مقررہ وقت پر مادھوپوری کے گھر جا پہنچا۔ اس کا تعارف بھارتی ملٹری انٹیلی جنس کے سابقہ آفیسر اور سی ایس آئی ایس کی اطلاعات کے مطابق کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنس کے سب سے زیادہ خطرناک ایجنٹ بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلووالیہ سے کروایا گیا۔

تجندر سنگھ کا کہنا ہے کہ اس ملاقات پر پرمار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آہلووالیہ سکھ ہے اور کچھ بھی ہو وہ سکھوں کی حمایت ہی کرے گا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کی سرکاری حیثیت کیا ہے۔ ببر خالصہ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ پرمار انھیں ایک کمرے میں بٹھا کر دوسرے کمرے آہلووالیہ کے ساتھ مذاکرات کرنے لگا۔

ایک گھنٹہ تک دونوں نے تخلیہ میں باتیں کیں اور جب پرمار باہر آیا اور اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا بات چیت ہوئی تو اس کا جواب تھا۔

”بے فکر رہو۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔“

اس کے بعد کبھی پرمار یا آہلووالیہ نے اس ملاقات کا ذکر تک نہیں کیا اور یہ گفتگو جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی اس پر آج تک اسرار کا پردہ ہی پڑا ہوا ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا جب آہلووالیہ نے پرمار میں دلچسپی لی تھی۔

جون میں جب تلوندر جرمنی میں گرفتار تھا تو آہلووالیہ نے اپنے ایک ساتھی سودھی نامی فوٹوگرافر کے ذریعے جس نے ۸۲ء کے مظاہرے کی تصاویر بنائی تھیں۔ پرمار سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ سوڈھی نے اپنی یادداشتوں کو دہراتے ہوئے کہا۔

”آہلووالیہ نے مجھ سے جون میں رابطہ کیا اور کہا کہ میں مغربی جرمنی جا کر تلوندر سنگھ پرمار سے ملاقات کی کوشش کروں۔ میں نے اسے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے مجھے ہوٹل کا خرچ ٹکٹ کے علاوہ پندرہ سو ڈالر بھی دینے کی پیشکش کی کہ میں کسی بھی طرح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاکر پرمار سے ملاقات کروں۔ لیکن مجھے ۸۲ء کا تلخ تجربہ حاصل کیا تھا۔ اِس لیے مَیں نے انکار کر دیا۔"

لندن سے تلوندر سنگھ پرمار کے وکیل ہرجیت سنگھ نے بھی پھر اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ اس سے بھارتی حکومت کے کسی "رابطے" نے پرمار سے ملاقات کی فرمائش کی تھی لیکن ہم نہیں چاہتے تھے کہ بھارتی حکومت کا کوئی نمائندہ اس پر اثرانداز ہونے کی کوشش کرے اِس لیے مَیں نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

آہلووالیہ نے ۸۵ء میں بھارتی سفارت خانے کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور کینیڈا کو بھی چھوڑ کر امریکہ میں آباد ہوگیا۔ پرمار اس سے کسی بھی ملاقات کی تصدیق نہیں کرتا اور اس کا کہنا ہے کہ مَیں نے کبھی آہلووالیہ سے ملاقات نہیں کی۔

اس وقت تک سی آئی ایس آئی نے جو تحقیقات کی تھیں ان کے مطابق کسی ایک شخص کو دونوں دھماکوں کی تباہی کے لیے نامزد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ بڑا اُلجھا ہوا اور ٹیڑھا معاملہ تھا جس میں کسی ایک کے متعلق حتمی رائے قائم ہونے میں مشکل پیش آتی تھی۔ پرمار کے متعلق ان کی سوچی سمجھی رائے تھی کہ وہ ایک گپ باز اور خود کو نمایاں رکھنے کے لیے اُلٹی سیدھی حرکتیں کرنے والا آدمی ہے۔ ایک طرف تو وہ پنجاب میں ہندوؤں کے قتل عام کی دھمکیاں دے رہا تھا دوسری طرف وہ جوتے چھوڑ کر گوردوارے سے بھاگ گیا۔

عوام الناس میں وہ پولیس آفیسرز کے قتل سے انکار کرتا تھا اور نجی محفلوں میں اس کی ذمہ داری قبول کرکے ہیرو بن جاتا تھا۔ بھارتی حکومت کے خلاف وہ سرعام گالیاں دیتا تھا لیکن خفیہ طور پر اس کے اہل کاروں سے ملاقاتیں بھی کرتا تھا۔ اس کے نزدیکی ساتھی اندرجیت سنگھ نے سیٹر یوٹیڈیز فراہم کیا جس کے ذریعے بعد میں ٹوکیو ایئرپورٹ پر دھماکہ کیا گیا لیکن پولیس نے لاکھ سر کھپانے پر بھی کوئی ایسا ثبوت حاصل نہیں کیا تھا جس کی بنیاد پر یہ ثابت کیا جاسکتا کہ اس نے کوئی بم تیار کیا ہے۔

تیسرا پُراسرار آدمی جس کے متعلق شک تھا کہ وہ شیرا سنگھ ہے۔ سٹریوٹیڈرز والے معاملے میں جس کا نام لیا جارہا تھا۔ وہ شیرا سنگھ بھارتی حکومت کا نزدیکی دوست تھا اور اب مر بھی چکا تھا۔ مُردہ آدمی سے وہ کسی سوال کا جواب طلب نہیں کرسکتے تھے۔ سی ایس آئی ایس کے پاس دھماکے کا بہت بڑا گچھا تو موجود تھا لیکن وہ اسے کسی بھی طرح رسی کی شکل نہیں دے سکتے تھے۔ یہ ڈور تھی کہ اُلجھتی ہی چلی جارہی تھی۔

سی ایس آئی ایس نے اب ایک ہی نقطے پر حالات کو منطبق کرکے دیکھنا شروع کردیا تھا کہ کینیڈا میں ہونے والے سکھوں کے واقعات کو کبھی پنجاب میں ہونے والے واقعات سے الگ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا۔ جہاں تک آر سی ایم پی کا تعلق ہے وہ تلوندر سنگھ پرمار کی تفتیشی دلدل میں دھنستے چلے جارہے تھے۔

مئی ۸۶ء میں ببر خالصہ کے مانٹریال کے رہائشی پانچ ممبران پر مقدمہ قائم ہوا کہ وہ انڈین ایئرلائن کے جہاز کو جس نے نیویارک سے پرواز کرنی تھی تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ جب ان الزامات کا علم ہوا تو پرمار نے فون پر ہی کہا۔

"مَیں نے ان گدھوں کو منع کیا تھا کہ ایسی حرکت نہ کرنا" یہ گفتگو ٹیپ کی جارہی تھی۔

اِس کا مطلب یہ تھا کہ اس کو اس منصوبے کا علم تھا اور اس نے کوشش کی تھی کہ ببر خالصہ کے لوگ اس منصوبے پر عمل نہ کرسکیں۔

مانٹریال والا کیس بھی ایک عجیب معمہ تھا۔ اس کا آغاز مانٹریال کے ایک انتہائی مکار بدمعاش (کوڈ نام) بلی جوائے سے ہوتا ہے۔ بلی جوائے منشیات کا سمگلر ناجائز اسلحے کا مالک اور اغوا اور قتل کی وارداتوں میں شامل رہا تھا۔ بلی جوائے عموماً علاقے کے رئیس ترین لوگوں کے گرد منڈلاتا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس کی درشن آنند سے مستقل دوستی رہی تھی جو مانٹریال کے ڈاؤن ٹاؤن پر سینٹ لارنس میں ایک الیکٹرونک سٹور کا مالک تھا۔

آنند کی مانٹریال کے ببروں سے خاصی گاڑھی چھنتی تھی لیکن وہ نہ تو کبھی امرت دھاری سکھ رہا اور نہ ہی اس نے کبھی ببر خالصہ کی ممبرشپ قبول کی تھی۔ جب بھی پرمار مانٹریال آتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو درشن کی کیڈلاک گاڑی اس کے زیر استعمال رہتی۔ درشن پرمار کو ایک گورمکھ سکھ تسلیم کرتا تھا اور یہی دونوں کی دوستی کی بنیاد تھی۔

بلی جولتے نے درشن آنند کے بیٹے مندر سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں اور اسے ایک چوری کی سپورٹس کار جس کی مارکیٹ میں قیمت ۵۰ ہزار ڈالر تھی صرف ۸ ہزار ڈالر میں فروخت کرنے کی پیش کش کی۔ ۱۲ سالہ مندر کے ذریعے بلی جولتے نے پرمار کے ساتھیوں کو جو اکثر سٹور پر آتے جاتے رہتے تھے۔ ناجائز اسلحہ فروخت کرنے کی پیش کش کی اور ایک رائفل ان کے ہاتھ فروخت بھی کر دی۔

اس نے ببر خالصہ کے لوگوں کا ان کے ہمدرد بن کر اعتماد حاصل کیا اور ان سے پنجاب کے حالات پر باتیں بھی کرنے لگا خود کو سکھوں کا ہمدرد ثابت کرنے کے لیے اس نے ہندوؤں کو گالیاں دینا بھی شروع کر دیں۔

بلی جولتے کے مطابق اسے ببر خالصہ کے سکھوں نے کہا تھا کہ وہ ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ بلی جولتے نے فوراً ہی کیوبک پراونشل پولیس (کیو پی ایف) سے رابطہ قائم کیا۔ وہ گزشتہ ۱۲ سال سے کیو پی ایف کا ٹاؤٹ تھا۔ اس نے کیو پی ایف سے کہا اگر وہ اس کے ایک ساتھی کی قید میں کمی کا وعدہ کریں تو وہ انہیں ببر خالصہ سے متعلق ایک نہایت قیمتی اطلاع دے سکتا ہے۔ کیو پی ایف اور آر سی ایم پی نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔

بلی جولتے نے ۴۲ سالہ ببر سنتوکھ سنگھ کیلا اور ۴۲ سالہ کشمیرا سنگھ ڈھلوں کو ایسا چکر دیا کہ دونوں نے اس بات کی حامی بھری کہ اگر وہ نیویارک سے ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے میں ان کی مدد کرے تو وہ بلی جولتے کو بھارت سے ہیروئن سمگل کر کے امریکہ میں دے سکتے ہیں۔ جب دونوں بے وقوف سکھ اس کے چکر میں پھنس گئے تو بلی جولتے نے ان کی ملاقات فرینک مائی نام کے ایک شخص سے کروائی اور کہا کہ یہ بین الاقوامی مافیا کا ممبر ہے اور یہی نیویارک سے ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔ اس کے عوض وہ فرینک مائی کو ہیروئن دیں گے۔

فرینک مائی جو ڈرگ مافیا کے ایجنٹ کے بھیس میں سکھوں سے ملا۔ ایف بی آئی کا ایجنٹ تھا اور ایک معاہدے کے تحت وہ آر سی ایم پی کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے دونوں سکھوں سے ملاقات کے دوران ہونے والی ساری گفتگو ریکارڈ کر لی۔ کیونکہ فلائٹ ۱۸۲ کے معاملے میں کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی بنا پر کینیڈین سیکورٹی کو پہلے ہی سبکی اُٹھانا پڑی تھی اس مرتبہ وہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھے اور کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر عدالت میں نہیں جانا چاہتے تھے۔

دونوں بے وقوف سکھوں کو عدالت نے عمر قید کی سزا دی اور سات سال قید کاٹنے کے بعد وہ پیرول پر رہا ہو سکیں گے۔ آج کل ان کی اپیلیں زیر سماعت ہیں۔

کینیڈین پولیس نے بلی جولتے کو کبھی عدالت میں پیش نہیں کیا۔ عدالت ان کو بلی جولتے کی پیشی کا پابند نہیں کر سکتی تھی۔ پولیس کی طرف سے اپنے "سورس" کو "راز" رکھنے کی معمولی سی درخواست پر ہی معاملہ ختم ہو گیا۔

جب ملزمان کے وکیل کا اصرار بڑھا تو آر سی ایم پی کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا گیا کہ بلی جولتے فرار ہو چکا ہے۔ حالانکہ آر سی ایم پی نے اس کے ساتھ ہونے والے دو طرفہ معاہدے کے تحت اس کے دوست کی ۱۰ سال قید کو دس ماہ میں تبدیل کروا دیا۔

مندر سنگھ اور مقامی ببر خالصہ کے لیڈر رچاتر سنگھ سینی اور گورچرن سنگھ پر بھی انہی الزامات کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ ایک ماہ تک تینوں کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ بعد میں آر سی ایم پی کو معلوم ہوا کہ ان کے درمیان ٹیلی فون پر ہونے والی جو گفتگو ریکارڈ کی گئی تھی اس کا انگریزی میں غلط ترجمہ ہو گیا۔ اور اس غلطی کا احساس ہونے پر تینوں بے گناہوں کو نجات مل گئی۔

دو ہفتوں میں آر سی ایم پی نے دوسرا حملہ ببر خالصہ پر کیا اور اس مرتبہ ہملٹن سے پرمار، تیجندر سنگھ، راسپال سنگھ، عجائب سنگھ باگڑی اور تین دوسرے سکھوں پر مشتمل گروپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر الزام لگایا گیا کہ یہ لوگ بھارت میں تباہ کاری کا ایک منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس کارروائی نے ایک مرتبہ پھر تلوندر سنگھ پرمار کو پریس میں زندہ کر دیا۔ آر سی ایم پی نے ان لوگوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ بھارت میں ریلوے لائن، پُل، آئل ڈپو، ائرپورٹ، سرکاری عمارات اور بھارتی لوک سبھا کے اندر تباہ کاری کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس منصوبے میں ہندو سیاست دانوں کے بچوں کو اغوا کرنا بھی شامل تھا۔

یہ الزامات آر سی ایم پی نے اپنی سینکڑوں گھنٹوں کی ببر خالصہ کے ممبران کی آپس میں گفتگو کی ٹیلی فون سے ریکارڈنگ اور ان کی نجی محفلوں سے برقی آلات کے ذریعے ریکارڈنگ کے ذریعے اخذ کردہ معلومات کی بنیاد پر عائد کیے تھے اور انھیں تقویت تیجندر سنگھ، سرمکھ سنگھ اور دلجیت سنگھ نامی ببر خالصہ کے تین ممبران کے دورہ لندن سے ملی تھی۔

آر سی ایم پی کا موقف تھا کہ ان لوگوں کا دورہ لندن تخریب کاری کے اسی سلسلے کی کڑی تھی لیکن برٹش اتھارٹیز نے بروقت آگاہی پر انھیں لندن میں داخلہ دینے سے انکار کر دیا اور انھیں بادلِ نخواستہ کینیڈا واپس آنا پڑا۔ بصورت دیگر لندن سے کچھ اور لوگوں نے ان کے ساتھ شامل ہو کر بھارت پہنچنا اور تباہ کاری کے منصوبوں پر عمل پیرا ہونا تھا۔

ٹورنٹو سے پرواز کے ساتھ ہی آر سی ایم پی کے دو ایجنٹ ان سے چپک گئے تھے جو ان کے ساتھ ہی لندن تک گئے اور وہاں سے ٹورنٹو واپس آئے۔

عدالت میں کیس پیش ہوا تو ببر خالصہ کی طرف سے کینیڈا کا صفِ اول کا وکیل ڈیوڈ گبن جو اس سے پہلے بھی ببر خالصہ کی طرف سے مقدمات کی پیروی کر رہا تھا اور دوسرا وکیل ماہر ٹیپ ریکارڈنگ ٹورنٹو کا مائیکل کوڈ پیش ہوتے۔ عدالت میں آر سی ایم پی کی طرف سے ٹیپ ریکارڈنگ کی جو ۵۰۰ کیسٹ پر مبنی گفتگو جو ۴ سو لکھے ہوئے کاغذات پر پھیلی تھی جج کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جُرم سے متعلقہ حصے ہی عدالت میں پیش کیے جائیں۔ آر سی ایم پی نے جو ثبوت ریکارڈنگ

کی صورت عدالت میں پیش کیے وہ ببر خالصہ کے ممبران کی آپس میں گفتگو پر مبنی تھے جن میں گفتگو کم اور گالیاں زیادہ تھیں۔

اس ریکارڈنگ میں ان کی طرف سے بھارت کی مختلف تنصیبات کو تباہ کرنے اور ہندوؤں کو تہس نہس کرنے کی خواہشات موجود تھیں۔

ببر خالصہ کے ماہر وکیلوں نے استغاثہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اور ایک ایک کر کے تمام ملزمان کو بے گناہ ثابت کرتے گئے سب سے آخر میں ۱۹؍ اپریل، ۸۷ء کو پرمار اور تیجندر سنگھ بھی ۱۰ ماہ جیل میں رہنے کے بعد رہا ہو گئے۔

ہملٹن کورٹ ہاؤس کے باہر جب ڈیوڈ گبن سے اخبار نویسوں نے دریافت کیا کہ کیا ابھی مزید عدالتی کارروائی ہو گی؟ فاتحانہ مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے گبن نے کہا "نہیں بدقسمتی سے سرکار نے یہ کیس واپس لے لیا ہے ورنہ ہم تو بہت کچھ کرنے کے لیے تیار تھے۔"

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی پرمار کی آہنی گرفت ببر خالصہ پر کمزور پڑنے لگی۔ تیجندر سنگھ اور سرجن سنگھ گل (وینکوور) نے مل کر ببر خالصہ کا ایک الگ گروپ ببر خالصہ پنتھک کے نام سے کھڑا کر لیا۔

آر سی ایم پی کے لیے تو بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ انھیں اور تو کچھ نہ سوجھی۔ انھوں نے ببر خالصہ کی اس توڑ پھوڑ کو خاصی تقویت پہنچائی۔ ان کی ہر ممکن کوشش یہی تھی کہ تلوندر سنگھ پرمار کے ساتھی اس کو چھوڑ دیں۔ یہ شخص آر سی ایم پی کے لیے ایک مستقل دردِ سر بن چکا تھا۔

آر سی ایم پی نے پرمار کے خصوصی پیروکاروں سے الگ الگ ملاقاتیں کیں اور انھیں باور کروانے لگے کہ پرمار ایک جعلی دہشت گرد ہے جو ان کے لیے اور کینیڈا حکومت کے لیے سوائے مسائل پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں کر رہا۔ آر سی ایم پی والے پرمار کو خطرہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جان کر اس کی طاقت توڑنے میں مصروف تھے انھوں نے سی ایس آئی ایس کی اس رائے کو کوئی اہمیت نہ دی کہ پرمار کی حیثیت بھارتی حکومت کے ایجنٹ سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

دوسری طرف پرمار نے اپنے پیروکاروں سے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور انھیں بتایا کہ بھارتی حکومت نے آر سی ایم پی کے ذریعے اسے تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس نے کہا سکھوں کو مجھ سے برگشتہ کرنے کے لیے بھارتی حکومت کی ہدایت پر آر سی ایم پی نے مجھے یہاں بھارتی ایجنٹ مشہور کرنا شروع کر دیا ہے۔

اسی دوران ببر خالصہ کی پانچ رُکنی گورننگ کمیٹی بنا دی گئی جس نے پرمار سے کہا کہ وہ ان کے سامنے تمام فنڈز کا حساب پیش کرے۔ اس طرح ہم آر سی ایم پی کو بھی مطمئن کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کمیٹی کی طرف سے پرمار کی "ذاتی آمدن" کے ذرائع کی تحقیق کا مطالبہ بھی زور پکڑنے لگا۔

ایک ایسی گواہی سامنے آ گئی جس کی بنیاد پر ببر خالصہ کے لیڈر کے خلاف شکوک لوگوں کے اذہان میں زیادہ جڑ پکڑنے لگے پرمار کے ایک ارب پتی ہمدرد جس کا نام رپندھ من سنگھ ملک تھا کی اصلیت اب سامنے آنے لگی تھی۔

ملک ۷۲ء میں کینیڈا آیا۔ اس کا باپ ایک پٹرول پمپ اور سپیئر پارٹس کی دکان چلا رہا تھا۔ ملک نے وینکوور میں عورتوں کے ملبوسات کا ایک سٹور کھول لیا اور پاپلین ایسٹرن امپورٹرز کے نام سے گارمنٹس کی درآمد شروع کر دی۔

ملک نے پرمار کی ہمیشہ مالی اور اخلاقی مدد کی۔ جب ۸۵ء میں پرمار ڈنکن والے معاملے میں گرفتار ہوا تو ملک نے ہزاروں ڈالر اس کے کیس کے سلسلے میں خرچ کر ڈالے۔ اس طرح ہملٹن والے واقعے کے بعد بھی اس نے ہزاروں ڈالر سے پرمار کی مدد کی۔

"جب بھی پرمار گرفتار ہوا اخبارات نے اسے ایک سکھ ہونے کی بنا پر شہرت دی۔ پھر ایک سکھ ہونے کے ناطے میں اس کی مدد کیوں نہ کروں۔ میڈیا نے ہمیں ایک دوسرے سے منسلک کر کے بہت اچھا کیا۔ میں ایسی باتوں سے گھبرانے والا نہیں اور کچھ بھی ہو

جائے اس کی دل و جان سے مدد کرتا رہوں گا۔"

ملک نے کہا۔

○

جب سی ایس آئی ایس نے ملک کی پُراسرار دولت کا کھوج لگانا شروع کیا تو بعض جھٹکا دینے والے حقائق ان کے سامنے آئے۔ ۲۱ مارچ ۸۴ء کو دربار صاحب پر حملے سے تین ماہ پہلے ملک نے سٹیٹ بنک آف انڈیا کی کینیڈا برانچ سے ۲ ملین ڈالر کا قرض حاصل کیا۔ یہ قرضہ ملک کو صرف دستخط کر کے ہی حاصل ہو گیا۔ کوئی ضمانت اس کو نہیں دینی پڑی۔ ان دنوں ملک کا شمار ان سرکردہ لوگوں میں ہوتا تھا جو پرمار کے خاندان کی انڈیا اور کینیڈا میں کفالت کر رہے تھے کیونکہ وہ خود ان دنوں جرمنی کی جیل میں نظر بند تھا۔

یہ بات سمجھ سے بالاتر تھی کہ بھارتی حکومت نے ایک ایسے شخص کو ۲ ملین ڈالر کیلئے قرض دے دیا جو تلوندر سنگھ پرمار کا سب سے بڑا ہمدرد اور مددگار سمجھا جاتا تھا۔ اس پرمار کا جس کو بھارتی حکومت ایک خطرناک خالصتانی دہشت گرد سمجھتی تھی۔

جنوری ۸۸ء میں ایک انٹرویو کے دوران ملک نے کہا "ہاں میں نے سٹیٹ بنک آف انڈیا سے ۲ ملین قرض لیا ہے لیکن اپنی کمپنی کو بنک کے پاس گروی رکھ کر اگر میں بھارتی بنک سے قرض نہ لیتا تو کسی کینیڈین بنک سے لیتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ نہ کینیڈین بنک کسی سکھ کی مدد کرتا ہے نہ ہی بھارتی بنک۔ اس سے فرق کیا پڑتا؟ ملک نے کہا جب میں نے سٹیٹ بنک سے کاروبار شروع کیا تو بھارتی حکومت اور سکھوں کے درمیان دشمنی نہیں ہوتی تھی۔

اس کا یہ بیان سراسر غلط تھا۔ ۸۴ء کے آغاز میں جب اس نے سٹیٹ بنک سے لین دین شروع کیا تو پنجاب میں سکھوں کی وارداتوں میں انتہائی شدت آ گئی تھی۔ روزانہ دھماکے اور مقابلے ہو رہے تھے اور بھارتی فوج دربار صاحب پر حملے کے لیے پر تول رہی تھی۔ ملک نے یہ بھی کہا کہ اگر اس وقت اس نے اپنا بنک تبدیل کیا تو اس کا بزنس تباہ ہو

جائے گا۔ حالانکہ اسی دوران وہ یہ بھی کہتا رہا کہ اسے بھارتی قونصلیٹ کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ اسے بھارت کے لیے ویزہ نہیں دیا جائے گا اور اسی روز ہیلپن کمپنی نے نئی دہلی میں اپنا آفس بھی قائم کیا۔

بھارت نے اسے ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف بھارتی بنک نے دھمکی دے دی کہ وہ بھارت سے حاصل کردہ قرض کے ذریعے ببر خالصہ کی مدد کر رہا ہے۔ جبکہ ملک نے بھارتی حکومت کو تسلی کروائی کہ سکھ ایئر انڈیا اور سٹیٹ بنک آف انڈیا کا بائیکاٹ نہیں کریں گے۔

ملک کے انڈین قونصل جنرل جگدیش شرما کے ساتھ وینکوور میں بڑے دوستانہ تعلقات تھے اس نے کہا۔ میں بھارتی حکومت کا دشمن نہیں ہوں۔ لیکن دربار صاحب پر حملے نے مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایک ہفتے تک تو میں صدمے اور دکھ کی کیفیت سے نجات ہی حاصل نہیں کر سکا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ بھارتی حکومت کی وکالت کی بجائے مجھے سکھ پنتھ کی شان اونچی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پرمار اور ببر خالصہ کی مالی معاونت کے علاوہ اس نے ان کی اخلاقی اور نظریاتی مدد میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ وہ کہا کرتا۔

"میں سکھوں کی "چڑھدی کلا" پر یقین رکھتا ہوں۔ میری کوشش ہے کہ امریکی صدر اور کینیڈین وزیراعظم بھی سکھ بن جائیں۔ میں اکیلے خالصتان کو نہیں مانتا۔"

ملک نے بلاشبہ سکھ دھرم کی بہت خدمت کی۔ وہ گوردوارے باقاعدگی سے جاتا۔ مذہبی کتب خود شائع کر کے مفت تقسیم کرتا اور سکھ دھرم کی تبلیغ بھی کرتا اس نے سکھوں کے لیے خالصہ پرائیویٹ سکول جاری کیا۔

نومبر ۸۵ء میں اس نے پرمار کی مدد سے ۵۰ ممبران اکٹھے کیے اور خالصہ کریڈٹ یونین کی بنیاد رکھی۔ ملک کے مطابق جنوری ۸۸ء میں اس کریڈٹ یونین کی سرمایہ کاری ۳ ملین ڈالر تک پہنچ چکی تھی۔ ملک کا کہنا ہے کہ جب اس نے برٹش کولمبیا گورنمنٹ سے کریڈٹ یونین کی منظوری کی درخواست کی تو سیکورٹی کے دو افسران نے اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ کیا وہ اس کریڈٹ یونین میں جمع ہونے والی رقوم سے خالصتان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

اس نے جواب میں کہا۔ "یہ کینیڈین حکومت کا ایک مالیاتی ادارہ ہو گا اور تم لوگ بھارتی حکومت والی زبان بول رہے ہو۔"

ملک کے ساتھ دوستی کی وجہ سے پرمار کا اپنا "رئیل سٹیٹ" کاروبار بھی مستحکم ہو گیا۔ ۸۳ء میں پرمار نے ایک ملین ڈالر سے اپنا الگ کاروبار شروع کر دیا۔ اسی دوران اس نے دیگر مکانات تیار کروائے جو ۲ لاکھ ۵۹ ہزار تا ۳ لاکھ ۲۹ ہزار ڈالر کے درمیان فروخت ہوتے خود وہ اپنا برنبی والا مکان چھوڑ کر وینکوور میں وارتھنگٹن نامی مقام پر ایک بڑے اور شاندار گھر میں منتقل ہو گیا۔ پرمار کا بھائی اس کے کاروبار کا دفاع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پیسہ کما کر ہی وہ سکھ پنتھ کی زیادہ بہتر خدمت کر سکتا تھا۔

اپنے مکان کی تبدیلی پر ملک نے پرمار کو ۱ لاکھ ۹۰ ہزار ڈالر کی رقم خالصہ کریڈٹ یونین کی طرف سے دسمبر ۸۷ء میں فراہم کی۔ یہ قرض ۶ ماہ میں واجب الادا تھا۔ ڈیلٹا کریڈٹ یونین نے پرمار کو ۵ لاکھ ۳۰ ہزار ڈالر قرض فراہم کیا جس کی ضمانت ملک نے دی۔ جنوری ۸۸ء میں اس نے ایک انٹرویو کے دوران کہا۔

"پرمار ایک ہوشیار اور سمجھدار آدمی ہے اور وہ جس بزنس میں بھی قدم رکھے گا۔ کامیابی اس کے قدم چومے گی۔"

○

ملک کے انٹرویو سے کچھ دیر پہلے اپنے گھر کے شاندار ڈرائنگ روم میں بیٹھے پرمار نے مسکراتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا جس نے اسے ایسا دماغ دیا ہے جو مٹی کو سونا بنا سکتا ہے۔ اس نے کہا میں نے مکان خریدے، فروخت کیے، زمین خرید کر خود مکان بنا کر فروخت کیے۔ اس دوران پولیس سائے کی طرح میرے پیچھے لگی رہی کہ میرے ذرائع آمدن کیا ہیں۔ اس نے کہا میں نے ۷۲-۷۳ء میں ۹ کمروں کا ایک بڑا مکان خریدا اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فروخت کیا اور یہ اس کے کینیڈا آنے کے صرف دو سال بعد کی بات تھی۔

سی ایس آئی ایس کے پاس ملک کو ائر انڈیا اور ناریٹا ائیر پورٹ والے دھماکے میں ملوث کرنے کے لیے کوئی ثبوت، تو نہیں تھا لیکن ملک کی نگرانی سے انھوں نے یہ سُراغ ضرور پا لیا کہ دونوں دھماکوں میں بھارتی حکومت کا ہاتھ ضرور ہے۔

۸۵ء کے حادثے کے بعد سی ایس آئی ایس نے یہ رائے قائم کی کہ کینیڈا کے سکھوں کے لیے ببر خالصہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اب وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ببر خالصہ میں بھارتی ایجنٹ بھی گھُسے ہوتے ہیں۔ پیٹ ادسن کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ببر خالصہ کے لوگ اپنے انتہا پسندانہ نظریات کے باوجود بھارت کا دورہ بھی کر سکتے ہیں جبکہ دوسری تنظیموں کا کوئی بھی سکھ جس پر معمولی سا شک ہو بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔

سی ایس آئی ایس کو مکمل یقین ہے کہ پرمار ایک ڈبل ایجنٹ تھا۔ کینیڈین سکورٹی نے اس بات کی انتہائی کوشش کر ڈالی کہ کسی نہ کسی طرح وہ پرمار کو اپنے لیے کام کرنے پر رضامند کر لیں لیکن وہ بڑا چالاک آدمی تھا کیا مجال جو کبھی اس نے ان لوگوں کی معمولی سی حوصلہ افزائی کی ہو۔

"مَیں ایک بے ضرر آدمی ہوں۔ کوئی غلط کام نہیں کر رہا۔ کسی غلط کام میں ملوث نہیں ہونا چاہتا۔ مجھے آپ سے کیا لینا دینا"

سی ایس آئی ایس نے آخر پرمار کے متعلق یہ رائے کیسے قائم کر لی ہے کہ وہ جو خود کو ظاہر کرتا ہے ایسا نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب میں ادسن کہتا ہے۔

" انیٹلی جنس کے کھیل میں آپ سو فیصد حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ یہاں ممکنات کا توازن کیا جاتا ہے۔ یہ اندھے شیشوں کا کھیل ہے۔ جس میں ہر منظر نئے منظر کو جنم دیتا ہے اس طرح ہر روز آپ کے خیالات بدلتے ہیں۔"

سی ایس آئی ایس نے جو بھی رائے قائم کی اپنے ایجنٹوں اور تجزیہ سازوں کی رپورٹ پر قائم کی۔

۸۹ء کے آغاز میں پرمار غائب ہو گیا۔ اس کے متعلق بھارت اور پاکستان میں بہت سی افواہیں گردش کر رہی ہیں، کبھی سُنا جاتا ہے کہ وہ بھارت میں سرگرم ہے اور کبھی کچھ اور۔ بہت سے سکھوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ کینیڈا ہی میں کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ زندہ شہید تلوندر سنگھ پرمار آج بھی سکھوں کی یادداشت میں زندہ ہے۔

سی ایس آئی ایس کا یہ بھی کہنا تھا کہ آر سی ایم پی نے اندرجیت کی تفتیش کے بعد جس تیسرے آدمی کی شناخت شیرا سنگھ کے نام سے کی تھی وہ بھی غلط ہے شیرا سنگھ سرالہ پنجاب انڈیا کا رہنے والا ایک ٹرانسپورٹر اور شراب کے کارخانے کا مالک کروڑ پتی سکھ تھا۔ جو انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کونسل کا سرگرم رُکن اور کانگریس کا حامی تھا۔ بعد میں شیرا اپنے کسی مخالف کی گولی سے مارا گیا اور اس کا قاتل فرار ہو گیا۔ شیرا کے بھائی گردیپ مادھو پوری نے جو کینیڈا میں ایک شراب کی فیکٹری کا مالک ہے کہا کہ اس کے بھائی کو مروانے میں حکومت کا ہاتھ ہے کیونکہ قاتل کو جان بوجھ کر فرار ہونے کا موقع دیا گیا۔ پولیس اب بھی صرف پرچہ درج کر کے بیٹھ گئی ہے اور قاتل کے خلاف صرف کاغذی کارروائی ہی کر رہی ہے۔ مادھو پوری کے بھی بھارتی حکومت سے بڑے مضبوط تعلقات تھے۔

مادھو پوری اوورسیز کانگریس کا صدر تھا اور اس نے کینیڈا میں باقاعدہ کانگریس پارٹی کا دفتر قائم کیا تھا۔ مادھو پوری کو سکھ دھرم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی نہ ہی وہ سکھ روایات کا زیادہ پابند تھا۔ اس کے حلقے میں ۳۵۰ ممبران شامل تھے جن میں زیادہ تر وہ سکھ تھے جو نقل وطن کر کے کینیڈا میں آباد ہوئے۔

۸۴ء میں آپریشن بلیو سٹار کے بعد اس کی پارٹی کے سکھ ممبران اس سے باغی ہونے لگے تھے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا یہ صرف اخبارات

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا واویلا ہے ایسی کوئی قیامت نہیں ٹوٹی۔"

۸۴ء آپریشن بلیو سٹار سے پہلے مادھو پوری اور اس کے آدمیوں کے ٹورانٹو کے بھارتی قونصلیٹ سے خصوصی تعلقات تھے اور یہاں پاسپورٹ، ویزہ اور دیگر کاغذات کے حصول کے لیے مادھو پوری کے گروپ سے ہی رجوع کیا کرتے تھے کیونکہ اپنے خصوصی تعلقات کی بناء پر وہ لوگوں کے کام کروا دیا کرتا تھا۔

مادھو پوری تسلیم کرتا ہے کہ آر سی ایم پی والوں نے اس کے بھائی کے دورہ کینیڈا سے متعلق اس سے سوالات کیے تھے لیکن ان سوالات کا پس منظر کیا تھا؟ اس کا علم اسے نہیں ہو سکا۔ وہ کہتا ہے کہ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے بھائی نے ۵ جولائی ۸۵ء سے پہلے کبھی کینیڈا کا دورہ کیا ہو۔

وہ اس الزام کو ماننے کے لیے قطعاً تیار نہیں کہ اس کے بھائی نے کینیڈا کا خفیہ دورہ کیا اور پرمار سے مل کر ڈنکن گیا جہاں وہ اندرجیت سنگھ کے ہاں ایک ہفتے تک مقیم رہا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے بھائی کو ایسی فضولیات سے کچھ مطلب نہیں وہ ۵ جولائی ۸۵ء کو نیویارک کے راستے کینیڈا آیا تھا اور میں اسے خود ائیرپورٹ سے گھر لے کر آیا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی چھ ہفتے تک کینیڈا میں مقیم رہا پھر واپس چلا گیا اس دوران اس نے ایک مرتبہ وینکوور کا دورہ بھی کیا تھا۔

مادھو پوری سے پولیس نے ۶ جولائی ۸۵ء کے واقعہ سے متعلق تفتیش کی تھی۔ یہ وہ دن تھا جب مادھو پوری کے مطابق اس کے بھائی کو کینیڈا آتے ایک دن گزر گیا تھا پولیس کو وینکوور سے ایک ٹیلیکس موصول ہوا تھا جس کے مطابق شیرا سنگھ نے وینکوور میں مادھو پوری کے سسرالی رشتہ داروں کو کسی بات پر ڈرایا دھمکایا اور گالی گلوچ کی تھی۔

جب مادھو پوری کو پولیس نے ۶ جون کا ذکر کیا تو اس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس کا بھائی ۶ جون کو وینکوور گیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ کل رات ساڑھے گیارہ بجے نیویارک سے یہاں آیا اور ۶ جون کو وینکوور کیسے پہنچ گیا۔ جب پولیس نے کہا کہ ممکن ہے اسے اپنے بھائی کے اس دوسرے کردار کا علم نہ ہو تو مادھو پوری کا

جواب تھا۔

"ممکن ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن یہ اس کا اپنا مسئلہ ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

مادھو پوری اپنے بھائی اور پرمار کے درمیان خصوصی تعلقات سے منکر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میرے بھائی کا پرمار سے اتنا تعلق تھا کہ جب پرمار پر بھارتی حکومت نے ۸۱ء میں دو پولیس افسران کے قتل کا مقدمہ درج کیا تو اس کے بوڑھے والدین کو پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا۔ اس گرفتاری کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں تھا کہ پرمار کو بھارت واپس آنے پر مجبور کیا جائے اس طرح پولیس اس کو پکڑ لیتی۔ کیونکہ بھارت میں ملزمان کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس عموماً اس کے لواحقین کو یرغمال بنا لیتی ہے۔

مادھو پوری کا کہنا ہے کہ اپنے خاندان کے لوگوں کے کہنے پر اس نے پرمار کے والدین کی مدد کی تھی۔ ان لوگوں کے پرمار کے خاندان سے کچھ تعلقات تھے اور وہ جانتے تھے کہ شیرا اُن کا مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ جہاں پرمار کے والدین رہتے تھے اس کورٹ کا ایک جج شیرا کا دوست تھا جس کے ذریعے اس نے بے گناہ بوڑھوں کو پولیس کے تشدد اور ناجائز حراست سے نجات دلائی تھی۔ شیرا کی اس مدد پر تلوندر سنگھ پرمار اس کا بے حد شکر گزار تھا۔ ببر خالصہ کے ممبران شیرا سنگھ کو ہنڈی کا کاروبار کرنے والے کے حیثیت سے جانتے تھے۔ وہ پنجاب میں شہیدوں کے متاثرہ گھرانوں کے لیے جو فنڈز کینیڈا سے بھیجتے تھے وہ روپیہ شیرا سنگھ کے ذریعے جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ رقم دراصل خالصتان کے لیے سرگرم عمل تحریت پسندوں کو ملتی تھی۔

۱۹۸۷ء میں جب سکھوں نے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کو خالصتان کے صدارتی منصب سے الگ کیا تو ببر خالصہ کی جلا وطن سرکار نے معاملات سنبھال لیے۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کی طرف سے واویلا ہونے لگا کہ ببر خالصہ کی طرف سے پنجاب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں سرگرم عمل سکھوں کو مالی امداد پہنچائی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ اسلحہ خرید کر بھارتی حکومت سے جنگ کر رہے ہیں۔ اس الزام میں تکرار کی گئی کہ ببر خالصہ نے بھارت کی تباہی کا ایک بڑا منصوبہ غیر ممالک میں تیار کیا ہے کینیڈا کی دونوں انٹیلی جنس ایجنسیوں کے پاس بھی پہلے ہی سے ایسی اطلاعات موجود تھیں۔

بھارت سے واپسی کے ایک سال بعد ہی تلوندر سنگھ پرمار کینیڈا میں ببر خالصہ کا جتھیدار بن کر خاصی شہرت اور اہمیت اختیار کر چکا تھا اس نے دنیکور میں ۷۰ ہزار ڈالر کی جائیداد خریدی جہاں اس نے ۸ بیڈ روم اور تین عام استعمال کے کمروں کا گھر تعمیر کیا جس میں ۴ کار گیراج بھی بنائے گئے تھے بعد میں یہاں اس نے ایک شاندار تالاب بھی تعمیر کیا۔ اس نے بتایا اس کی کامیابی تو نقد نہ تیرہ اُدھار کے سنہری اصول پر عمل پیرا رہنے کی وجہ سے ہے۔

پرمار نے اس دوران غیر ممالک میں ببر خالصہ کی برانچیں قائم کرنے کے لیے سفر شروع کر دیئے تھے اِس حقیقت کے باوجود کہ بھارتی حکومت نے اس کے خلاف دو پولیس والوں کے قتل کا مقدمہ درج کر رکھا ہے اور انٹرپول پولیس کے ذریعے اس کی گرفتاری کے لیے کوشاں ہے۔ اس نے کبھی پرواہ نہ کی وہ جگہ جگہ گھوم پھر کر ببر خالصہ کیلئے فنڈز اکٹھے کرتا رہا۔

جون ۸۳ء میں جب وہ دوسری مرتبہ انگلینڈ گیا تو ہالینڈ سے واپسی پہ مغربی جرمنی میں اسے گرفتار کر لیا گیا ۳۵ ہفتے تک وہ جرمنی کی ڈسلڈرورف جیل میں نظر بند رہا بالآخر مقامی جج نے اس کے خلاف نامکمل ثبوت ہونے کی بنا پر اسے بری کر دیا۔

برطانوی وکیل جرجیت سنگھ بیرسٹر نے اس کا کیس لڑا اور عدالت کے سامنے ایک دستاویزی ثبوت نیپال حکومت کی طرف سے حاصل کردہ فراہم کیا جس کے مطابق تلوندر سنگھ ببر ۱۵ نومبر ۸۱ء کو نیپال میں داخل ہوا اور ۲۲ نومبر ۸۱ کو یہاں سے کینیڈا روانہ ہو گیا یاد رہے کہ بھارتی پولیس نے اس کے خلاف جو کیس رجسٹر کیا وقوعہ ۱۹ نومبر ۸۱ء کو بتایا گیا تھا۔

بھارتی پولیس نے جرمنی کی عدالت میں کسی سرجیت سنگھ کا بیان پیش کر دیا جس میں اس کی طرف سے اقرار کیا گیا تھا کہ وقوعہ کے روز وہ تلوندر سنگھ پرمار کے ساتھ اپنے گھر میں موجود تھا اس کے جواب میں پرمار کے کونسل نے بھارتی پولیس کی اس دستاویز کو جعلی قرار دیتے ہوئے عدالت کے سامنے سرجیت سنگھ کا حلف نامہ پیش کیا جس میں اس نے کہا تھا کہ وقوعہ کے روز وہ جیل میں قید کاٹ رہا تھا جب بھارتی پولیس اسے جیل سے وقوعہ والی جگہ لے گئی اور اسے مجبور کیا گیا کہ وہ پولیس کی مرضی کا بیان دے۔

سرجیت سنگھ نے کہا کہ اس سے زبردستی اس بیان پر دستخط کرائے گئے ہیں جرمن عدالت نے پرمار کو جولائی ۸۴ء میں رہا کیا اور اسی روز وہ کینیڈا پہنچ گیا۔ اس کی کینیڈا سے غیر موجودگی میں گل اور باگڑی نے اس کی جگہ باندھے رکھی اور اسے ہیرو بنا کر سکھوں کے سامنے پیش کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ جب پرمار ٹورانٹو ایئرپورٹ پر اترا تو ۷ ادین صدی کا روایتی لباس پہنے بے شمار سکھ تلواریں لہراتے اس کا استقبال کر رہے تھے۔

پرمار کو جلد ہی ایک بڑے صدمے کا سامنا ہوا جب اس کی رہائی کے کچھ عرصہ بعد ہی آپریشن بلیو سٹار ہوا اور امریکہ میں سکھوں نے ورلڈ سکھ آرگنائزیشن قائم کر دی پرمار کو اندازہ تھا کہ نیویارک کے میڈیسن سکوائر میں ہونے والے اس بڑے اجتماع میں عوام الناس کی توجہ کا مرکز اس کی ذات ہو گی اور وہ اس تنظیم کو بھی ابتدا ہی میں قابو کر لے گا۔

لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ آر سی ایم پی نے امریکن ایف بی آئی کے کان اس کے متعلق اتنے زیادہ بھرے ہوتے تھے کہ اسے کینیڈا کی سرحد عبور کرنے کی اجازت ہی نہ مل سکی اس کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ پرمار نے ٹورانٹو کے اولڈ ویسٹن روڈ گوردوارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کیا تو اپنے اور ببر خالصہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"سکھوں کو ایک لیڈر سامنے نظر آ رہا ہے اور وہ اندھوں کی طرح لیڈر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تلاش کرتے پھرتے ہیں کیا ان کی عقل گھاس چرنے گئی ہے ۔"

یہ فقرہ اس کے منہ سے نکلنے کی دیر تھی کہ مجمع میں سینکڑوں کرپانیں لہرانے لگیں۔ سکھوں کو اس بات پر سخت غصّہ آیا تھا اور وہ مرنے مارنے پر اُتر آئے جس پر پرمار نے انھیں چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ جوان میں سے خود کو اس جتنا بہادر سمجھتا ہے وہ اس سے مقابلہ کرکے دیکھ لے اس کے بعد وہ چُپ چاپ گردوارے کے پچھلے دروازے سے فرار ہوگیا۔ جاتے ہوئے وہ اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گیا تھا خیال رہے کہ گوردوارے میں داخل ہونے سے پہلے جوتیاں اُتار کر باہر رکھنی ہوتی ہیں۔ پرمار دوبارہ جوتیاں واپس نہیں لے سکا۔

انٹرپال پرمار کا اگلا اہم سٹاپ تھا جرمنی سے رہائی کے بعد اس نے یہاں اپنے اعزاز میں ایک دعائیہ تقریب میں شرکت کی۔ سی ایس آئی ایس کے لوگ اس کے استقبال کو موجود تھے ان کے علاوہ تین سو سکھ بھی اپنے ہیرو کا دلی احترام سے خیر مقدم کر رہے تھے یہاں پرمار نے کچھ زیادہ ہی جوش کا مظاہرہ کیا اور شیخی بھگارتے ہوتے دونوں پولیس افسران کے قتل کا اعتراف بھی کرلیا اس نے یہاں موجود اپنے پیروکاروں کو اپنے فرار سے متعلق ایک زبردست کہانی سُنا کر انھیں چونکا دیا اور وہ اس سے کچھ اور مرعوب ہوگئے۔ یہ کہانی پرمار کے ہندوستان سے فرار کی دلیرانہ واردات تھی۔

اس نے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح وہ پولیس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوتے بھاگ رہا تھا اور پولیس جیپوں اور جیپوں کا بیڑہ اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ رات کا وقت تھا گولیاں اس کے اردگرد سنسنا رہی تھیں۔ جب اچانک ایک ٹرین نے اس کا راستہ روک لیا اس نے لوگوں کو بتایا کہ اس گاؤں کے چھوٹے سے سٹیشن پر ٹرین نہیں رُکتی۔ لیکن اس روز اللہ تعالیٰ نے اس کی خاص مدد کی اور ٹرین اچانک چند لمحوں کے لیے وہاں کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے رُک گئی۔ پرمار چھلانگ لگا کر اس پر سوار ہوا اور اس طرح پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ صرف ایک کہانی نہیں تھی جو اس نے اپنے دلیرانہ فرار کی لوگوں کو سنائی اس سے الگ دو اور کہانیاں اس نے اپنے دو پیروکاروں کو بھی سُنائی تھیں یہ تھے سرجن سنگھ گل دینکورسے اور تیجندر سنگھ اونٹاریو سے ان کو جو کہانیاں اپنے فرار کی پرمار نے سنائیں ان میں بتایا کہ اس کی مدد گیانی ذیل سنگھ نے کی جو تب بھارت کا وزیر داخلہ اور بعد میں صدر بنا تھا اور اس کی مدد سے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ گیانی ذیل سنگھ نے سنت بھنڈرانوالہ کی بھی مدد کی تھی اور دو مرتبہ اسے جیل سے رہائی دلائی تھی سچائی کیا تھی ؟

کیا اس نے واقعی ان دونوں پولیس والوں کو قتل کیا تھا جس کا اقرار وہ گوردواروں میں اپنی میٹنگز کے دوران بڑے فخر سے کرتا اور اپنی دلیری کے قصّے بھی سناتا رہا جبکہ عوام الناس میں وہ اس الزام سے انکار کرتا یہی کہتا رہا کہ وہ وقوعہ کے روز نیپال میں تھا اور اس کا ان قتلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کہانیوں کی حقیقت کا علم بھی اس "زندہ شہید" ہی کو ہوگا۔

ان کہانیوں کے سچ جھوٹ کو ایک طرف رکھیے لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پرمار نے کینیڈا میں اپنی مذہبی مصروفیات میں بے حد اضافہ کرلیا وہ سکھوں کو" امرت سنچار" کر کے لوگوں کو اپنے جتھے میں شامل کرنے لگا جو لوگ اس کے جتھے میں شامل ہوتے وہ پھر پرمار کے پکے مرید بن جاتے۔ ایسے لوگوں سے ۵ سو ڈالر ماہانہ چندہ وصول کیا جاتا اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کی فرمائشیں ہوتی رہتیں اور ان احکامات کی بجاآوری ان کے لیے لازمی ہوتی۔ جیسے صبح ۵ بجے کسی کو فون آجاتا کہ اس وقت گوردوارے میں آجاؤ "سمرن" کرنا ہے (سمرن علی الصبح کی عبادت کو کہتے ہیں) یا اچانک کسی کو حکم پہنچ جاتا کہ آج ہی پانچ ہزار ڈالر کا بندوبست کرو۔ اب بے چارے پیروکار کو مجبور ہوکر ایسا کرنا پڑتا خواہ اسے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔

دوسری طرف جب کبھی ببر خالصہ کے لوگ پرمار سے فنڈز کا حساب پوچھتے تو وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انھیں ڈانٹ پلا دیتا کہ اس سے حساب نہ پوچھا جائے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ اس صورتِ حال نے اس کے پیروکاروں کو اس سے بددل کرنا شروع کر دیا وہ سمجھ گئے کہ ایسے ڈکٹیٹر مزاج زندہ شہید کے ساتھ ان کا گزارہ ممکن نہیں۔ درشن سنگھ اور اس کی بیوی نے تلوندر سنگھ پرمار کے ہاتھوں اپریل ۸۶ء میں امرت سنچار کیا تھا لیکن جلد ہی رات دیر گئے کی عبادت سے انھوں نے انکار کر دیا۔ اس نے رات ۲ بجے آنے والے فون پر ببر خالصہ کی ایک میٹنگ میں زبردست احتجاج کیا اور کہا کہ جب وہ رات کو ۲ بجے اُٹھ کر گوردوارے جانے کے لیے تیار ہوتا ہے تو اس کے بچے سوال بن کر اس کا راستہ روک لیتے ہیں۔

تلوندر سنگھ پرمار نے اس پر پابندی عائد کر دی تھی کہ وہ پتلون اور قمیص نہیں پہن سکتا اور اسے سکھ نہنگوں والا روایتی لباس پہننا ہوگا۔

تمھارا دماغ کیا خراب ہو گیا ہے جو مجھے ۱۷ ویں صدی کا جنگی لباس پہننے پر مجبور کر رہے ہو میری تو ٹانگیں ہی اس غضب کی سردی میں اکڑ جائیں گی اور میں محتاج ہو کر گھر بیٹھ جاؤں گا۔ اس نے پرمار سے کہا درشن سنگھ نے پرمار کے اُلٹے سیدھے احکامات کی تعمیل سے انکار کرتے ہوئے ببر خالصہ سے علیحدگی اختیار کر لی بعد میں وہ انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا لیڈر بن گیا۔

پرمار کی نگرانی پر مامور سی ایس آئی ایس کو سکھوں کے لیے علیحدہ مملکت کے خواہاں پرمار کے متعلق کچھ اور معلومات بھی حاصل ہوئیں لیکن ان میں سے بیشتر معلومات وہی تھیں جو وہ خود اپنے متعلق مشہور کر دیا کرتا تھا ابھی تک سی ایس آئی ایس اس تیسرے پُراسرار آدمی کا معمہ حل نہیں کر سکی تھی جس کو اندرجیت سنگھ نے بم نصب کرنے کے بعد سٹریو ٹیونر دیا تھا جو بعد میں نارٹیا ائیرپورٹ جاپان پر دھماکہ کے ساتھ پھٹا۔

ٹارگیٹ پاکستان

مسٹر سنگھ ایک فرضی نام ہے۔ یہ شخص ہفتے میں دو تین روز باقاعدگی سے بھارتی وائس قونصل برج موہن لال سے ٹورانٹو کے بھارتی قونصلیٹ میں ملنے آتا ان کی ملاقات جب بھی خواہ یہ لال کے گھر پر اس کے شراب سے سجے دھجے ڈرائنگ روم میں ہوتی یا ریسٹورنٹ میں ہوتی۔ ملاقات کے خاتمے پر موہن لال اس کو سو ڈالر ضرور پیش کرتا۔ جب کبھی لال کو ضرورت ہوتی مسٹر سنگھ اس کے ایک اشارے پر دوڑتا چلا آتا۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا کہ مسٹر سنگھ جو ٹورانٹو کا ایک عام سا بزنس مین ہے خود بھی برج موہن لال کو فون کر کے ملاقات کا وقت طے کر لیتا۔ اِس ملاقات میں وہ اپنی تازہ ترین حاصل کردہ رپورٹ موہن لال کو پہنچاتا اور اس سے سو ڈالر وصول کر کے اپنی راہ لیتا۔

ان سو ڈالروں کے عوض مسٹر سنگھ کینیڈا کے سکھوں کی جاسوسی کر رہا تھا۔ وہ کسی بھی سکھ کے متعلق اگر یہ سُنتا کہ وہ خالصتان نواز ہے تو اس کی رپورٹ فوری طور پر اپنے "باس" کو پہنچا دیتا۔ اِس کام میں وہ ہمہ تن مصروف تھا اور اس نے کسی بھی ایسے سکھ کو نہیں بخشا جو زبانی کلامی ہی خالصتان کا حامی رہا ہو۔

مسٹر سنگھ کے معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ ۸۴ء میں بھارتی فوج کا دربار صاحب پر حملہ ہو یا پھر یکم نومبر کو بھارت میں ہندوؤں کے ہاتھوں مرنے والے ہزاروں سکھوں کا معاملہ رہا ہو۔ اس وقت بھی جب کینیڈا میں کوئی بھارت نواز سکھ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تھا مسٹر سنگھ ہی ایک ایسی مثال تھا جو اب بھی بھارت کی اکھنڈتا پر قائم تھا۔

یہ کام اس کے لیے کبھی مشکل نہیں رہا۔ اس کا اس نے ایک آسان سا طریقہ اپنایا تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فون ڈائریکٹری پکڑی اس میں سے نزدیک دور کے سکھوں کے نام تلاش کیے اور کیس بنا کر برج لال کے سامنے رکھ دیا۔

اس کی اہمیت خواہ مخواہ اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ جب وہ ضرورت محسوس کرتا، وائس قونصل کو کسی ہنگامی میٹنگ کے لیے طلب کر لیتا اور ہر نیا کیس پیش کرنے پر سو ڈالر کا نوٹ وصول کر کے چلتا بنتا۔

اس طرح مسٹر سنگھ کا بزنس تو چمک گیا تھا لیکن اسے یہ علم نہ ہو سکا کہ جن لوگوں کی وہ جاسوسی کر رہا ہے ان کے ساتھ کیا قیامت بیت جاتی ہے، برج موہن لال ہر نیا کیس ملنے پر اس کی الگ فائل کھول دیتا۔ اس شخص کو فوراً بلیک لسٹ کر دیا جاتا۔ بھارت کے لیے ویزا دینے سے انکار کر دیا جاتا۔ اس کے متعلق کینیڈین پولیس کو گمراہ کرنے والی رپورٹیں دی جاتیں۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی تھی۔ متعلقہ شخص کا نام بھارت میں "را" کے کمپیوٹر پر چڑھ جاتا۔ جس کے بعد اس کے رشتہ داروں کی جان عذاب میں آ جاتی۔ اس خاندان کے ہر قابل ذکر فرد کو باری باری انٹیلی جنس کے تفتیشی مرکز میں لے جایا جاتا۔

رات کے پچھلے پہر پولیس اچانک ان کے گھر پر حملہ آور ہوتی اور گھر والوں کو تھانے لے جا کر بند کر دیا جاتا۔ چھاپہ مارنے پر اگر کوئی نوجوان گھر سے برآمد نہ ہوتا تو انٹیلی جنس اس کی جان کو آ جاتی۔ اسے تفتیش کے بہانے لے جا کر جیل میں بند کر دیا جاتا۔ جہاں پھر ڈیفنس آف انڈیا رولز، ایمرجنسی اور آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت وہ ہمیشہ کے لیے پس دیوار زنداں ہو جاتا۔ جہاں سے پھر اس کی رہائی تب ہی ہوتی جب اس کے لواحقین کا معاملہ پولیس سے طے پا جاتا۔

مسٹر سنگھ کی طرف سے سب کچھ جاتا جہنم میں۔ اسے تو اپنے سو ڈالر کی فکر تھی۔ اس کا بزنس نہ ہونے کے برابر تھا اور اپنا سوشل سٹیٹس قائم رکھنے کے لیے اس ملک میں اسے پیسوں کی ضرورت تھی اور پیسوں کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

ایک دن وہ بھی آیا جب پیسوں ہی کے لیے اسے کینیڈین انٹیلی جنس نے خرید لیا

اور اس روز جب وہ برج موہن لال سے ملاقات کرنے اس کے گھر گیا تو ایک خفیہ ٹیپ ریکارڈر اس کے جسم سے پیوست تھا۔

۱۹۸۶ء کا موسم بہار تھا جب مسٹر سنگھ بھارتی ڈپلومیٹ کے اپارٹمنٹ پر ایک "خصوصی ملاقات" کے لیے جا پہنچا۔ اس ملاقات کا اہتمام برج موہن لال نے خود ہی کیا تھا۔ اس مرتبہ وہ مسٹر سنگھ کو کسی خصوصی مشن پر بھیجنا چاہتا تھا۔ فنچ ایونیو پر بنی عمارت کی دسویں منزل پر اس نے اپارٹمنٹ نمبر ۴۰۰۱ کے باہر لگی بیل کا پش بٹن دبایا اور دوسرے ہی لمحے اس کے استقبال کے لیے برج موہن لال موجود تھا۔ جیسے ہی دونوں نے آپس میں مصافحہ کیا۔ ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن ہو گیا۔ مسٹر سنگھ کو ایک لمحے کے لیے بھی احساس نہ ہوا کہ اس کے سینے پر بندھے ٹیپ ریکارڈر نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اسے صرف اس بات کی فکر تھی کہ اگلے سو ڈالر کے حصول کے لیے اسے کتنی دیر تک انتظار کرنا پڑے گا۔

اس ریکارڈنگ سے یہ بات سامنے آئی کہ برج موہن لال مسٹر سنگھ کی خدمات سے خوش ہو کر اسے کوئی بڑا انعام دینا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ مسٹر سنگھ کو ایک اہم جاسوسی مشن پر پاکستان جانے کی ترغیب دے رہا تھا۔ جہاں اس کے کہنے کے مطابق سکھوں کی ایک اہم میٹنگ ہونے والی تھی جس میں شرکت کر کے اس نے اس میٹنگ کی رپورٹ حاصل کرنی تھی۔ برج موہن نے اسے یقین دہانی کروائی تھی کہ اس نے بھارتی سفارتخانے میں بھی اس کا اصلی نام نہیں بتایا تاکہ وہ کسی بھی ریکارڈ پر نہ آ جائے اور اس کی شخصیت خفیہ ہی رہے۔

"تم وہاں اطمینان سے جاؤ کسی کو تمہارے متعلق شک نہیں گزرے گا اگر ان لوگوں نے تمہارا ریکارڈ بھی رکھا ہوا تو تمہارے اصلی نام سے وہ آگاہ نہیں ہوں گے۔"

سنگھ کو یہ مشن قبول کر لینے کی صورت میں علاوہ دیگر اخراجات کے، اسو امریکن ڈالرز کی پیش کش بھی کی گئی۔

"ہوٹل کی رہائش اور کھانے پینے پر جتنا بھی خرچ ہو اس کی پرواہ نہ کرنا۔ ہم وہ سارا خرچ ادا کریں گے۔ صرف یہ خیال رہے کہ یہ بہت اہم میٹنگ ہے اس میں بھارت،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پاکستان اور دُنیا کے دیگر ممالک کے خالصتان نواز سکھ اکٹھے ہو رہے ہیں۔"

لال نے اسے اور بھی بہت سے سنہرے باغ دکھائے۔ وہ چاہتا تھا کہ سنگھ اس میٹنگ کی وڈیو فلم بنا لائے۔ وہ اس میٹنگ کے ہر شریک کی تصویر اور مکمل ریکارڈ چاہتا تھا۔ اسے ان بھارتی سکھوں کی تفصیلات بھی مطلوب تھیں جن کے غیر ممالک میں موجود خالصتان نواز سکھ لیڈروں سے خصوصی روابط ہیں۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ جب بھی پاکستان میں کسی سکھ سے ملے اس کے سامنے بھارتی حکومت کو جی بھر کے گالیاں دے خصوصاً مسٹر سنگھ کو انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے لوگوں پر کڑی نظر رکھنے کی تلقین کی گئی۔

دونوں کے درمیان اگلے روز پھر ملاقات طے پا گئی۔ اس ملاقات میں برج موہن لال نے مسٹر سنگھ کو ابتدائی اخراجات کے لیے پیسے فراہم کرنے تھے۔

اِس ملاقات پر سنگھ اس کو اپارٹمنٹ سے اپنی گاڑی میں بٹھا کر کہیں اور لے جا رہا تھا اور برج موہن لال کی کار میں سیٹ کے اوپری حصے میں موجود حساس ٹیپ ریکارڈر ان کی گفتگو ریکارڈ کر رہا تھا۔

ابھی تک لال نے مسٹر سنگھ کو اُدا کرنے کے لیے رقم حاصل نہیں کی تھی۔ وہ بھارتی حکومت کی کنجوسی کا شاکی تھا اور مسٹر سنگھ کو کہہ رہا تھا کہ اس کا موجودہ اپارٹمنٹ ایک ڈپلومیٹ کی ضروریات کے لیے انتہائی ناکافی ہے اور اس کے شایانِ شان ہرگز نہیں۔ اس نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ جس اپارٹمنٹ میں اس کا گزارہ ممکن ہے اس کا ماہوار کرایہ ۸۰۰ ڈالر بنتا ہے اگر اس نے کبھی بھارتی حکومت کو اپنی اس جائز ضرورت سے آگاہ کر دیا تو وہ لوگ ۸۰۰ ڈالر کا خرچ سُنتے ہی صدمے سے مر جائیں گے۔

پیسوں کا ذکر شروع ہوا تو سنگھ نے اس سے کہا کہ اس کی خدمات کا معاوضہ بہت کم ہے اور وہ سو ڈالر پر زیادہ دیر تک کام نہیں کرے گا۔ اس کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ اس پر برج موہن لال نے بھارت کے اکاؤنٹس آفس کو گالیاں دینی

شروع کر دیں اور بیوروکریسی کی جان کو رونے لگا اس نے مسٹر سنگھ کو بتایا کہ جب بھی اس کو ڈالروں میں رقم اُدا کی جاتی ہے تو بھارت کا اکاؤنٹس آفس اس کو دس سے ضرب دے کر گنتی کرتا ہے۔

"وہ لوگ مقامی ادائیگی کو بھی بھارتی کرنسی میں شمار کرنے لگتے ہیں شاید ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے"۔۔۔۔ اس نے بھارتی بیوروکریسی پر لعن طعن کرتے ہوئے کہا۔

اپنے معاشی مسائل کے حل کے لیے اس نے مسٹر سنگھ کو ایک کمیونٹی ٹی وی پروگرام چلانے کی پیشکش کی۔ اس نے بتایا کہ ایسا پروگرام وہ کینیڈا کے "سی ایچ سی ایچ" ٹی وی سے "آن ائر" کر سکتے ہیں اور اس ضمن میں جتنے اشتہارات مسٹر سنگھ حاصل کرے گا اس کا کمیشن اسے الگ سے ادا کیا جائے گا۔

خیال رہے کہ ٹورانٹو میں ٹی وی سے پہلے ہی بہت سے اس نوعیت کے مختلف ثقافتی کمرشل پروگرام چل رہے تھے اور بہت سے ٹی وی سٹیشنوں نے اپنے چینل ایسے پروگراموں کے لیے مخصوص کر رکھے تھے۔ اسے وہ لوگ (ایم ٹی وی) ملٹی کلچرل ٹیلی ویژن کا نام دیتے تھے۔ موہن نے مسٹر سنگھ کو ایسا پروگرام ہملٹن سے شروع کرنے کی پیشکش کی تھی۔

اس پیشکش نے ایک مرتبہ تو مسٹر سنگھ کو حیران ہی کر کے رکھ دیا۔ اسے اس بات کا علم تھا کہ قونصلیٹ کا ایک نزدیکی دوست پہلے ہی سے ٹورانٹو میں ایک ایسا کمرشل پروگرام چلا رہا ہے۔ پارٹ ٹائم ٹی وی پروڈیوسر ہندو سکھ فرینڈشپ سوسائٹی سے قریبی تعلقات رکھتا تھا۔ یہ سوسائٹی قونصلیٹ اور انڈین گورنمنٹ سے قریبی روابط کے لیے خصوصی شہرت کی حامل تھی۔

جب مسٹر سنگھ نے اس شخص کے متعلق بتایا تو برج موہن لال نے کہا۔ اس کی حیثیت ایک کاغذی جھنڈے سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم جب چاہیں اسے اوپر اُٹھا دیں اور جب چاہیں اسے نیچے گرا دیں۔ اس شخص کی اگر کوئی اہمیت تھی تو وہ ختم ہو چکی ہے۔ اب تو وہ صرف ڈیڑھ سو ڈالر ہفتہ پر کام کر رہا ہے۔

مسٹر سنگھ کو احساس ہوا کہ وہ اکیلا ہی ایسا سکھ نہیں جو کینیڈین قونصلیٹ کا تنخواہ دار

جاسوس تھا۔ اس کے اور بھائی بند بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

اِس دوران مختلف ملاقاتوں میں برج موہن لال مسٹر سنگھ کو تازہ ہدایات اور اطلاعات منتقل کرتا رہا۔ وہ ہر ملاقات پر اگلی ملاقات میں ادائیگی کا وعدہ کر لیتا۔ اب مسٹر سنگھ کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہونے لگا تھا۔ بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب اس نے مسٹر سنگھ کو کیش کی صورت میں پیسے منتقل کر دیئے۔ اس نے کہا۔

"دراصل مجھے کیش کے حصول میں دشواری پیش آ رہی تھی کیونکہ "پولیس فنڈ" سے ہمارے لوگ بذریعہ چیک ادائیگی کرنے پر مُصر تھے لیکن مَیں نہیں چاہتا کہ تمھاری شناخت کسی بھی طرح ظاہر ہو" برج موہن لال نے مسٹر سنگھ کو یقین دہانی کروائی کہ اس کی پاکستان سے واپسی پر بھارتی انٹیلی جنس کے نزدیک اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ اس نے مسٹر سنگھ سے کہا اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتے برج موہن نے مسٹر سنگھ کے لیے شراب کا جام تیار کرتے ہُوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر آخری اور اہم بات بھی کہہ دی۔

"یاد رکھنا "پاکستان" تمھاری اہم ترین جواب ہے۔ مشن تمھیں سونپ دیا گیا ہے
اب اسے پورا کر کے دکھاؤ۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیئے گا۔ مَیں اپنے فرض سے ذرا سی بھی کوتاہی نہیں کروں گا۔"

دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ مسٹر سنگھ کے لیے ٹکٹ بھی ایک عام سے ٹریول ایجنٹ کے ذریعے تیار کروائے گئے اور وہ پاکستان روانہ ہو گیا۔ پاکستان سے جب وہ واپس لوٹا تو برج موہن لال اپنے پُرانے اپارٹمنٹ ہی میں اس کا منتظر تھا۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے مسٹر سنگھ کا استقبال کیا اور اس سے پوچھا کہ اس کا دورہ کیسا رہا؟

"بہت شاندار۔ بہت کامیاب۔ مسٹر سنگھ نے کہا۔

سنگھ نے اسے پاکستان میں معاملات کی تفصیل بتائی اور فوٹوگرافس کا ایک پیکٹ

بھی اس کو سونپ دیا۔ اس نے برج موہن لال سے کہا کہ کینیڈا کا کوئی سکھ اس میٹنگ میں شریک نہیں تھا۔ اس نے پاکستان میں موجود "اہم سکھ شخصیتوں" کی پہچان بھی پوشیدہ رکھی تھی۔

"مَیں نے اسے صرف مطمئن ہونے کی حد تک ہی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں۔ اور بہت سی کام کی باتیں چھُپا لیں۔ مَیں نے اسے اس بات کا قائل کر لیا کہ مَیں نے پاکستان میں بہت محنت سے کام کیا ہے لیکن پاکستان میں موجود کسی بھی سکھ لیڈر کی اسے ہَوا نہیں لگنے دی۔"

مسٹر سنگھ نے بعد میں ایک ملاقات میں بتایا۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جس پاسپورٹ پر ویزا لگوا کر مسٹر سنگھ پاکستان گیا تھا۔ اس کی تاریخ تجدید بھی ختم ہو چکی تھی اور روانگی اور واپسی دونوں پر کسی کا ادھر دھیان بھی نہیں گیا تھا۔

جب مسٹر سنگھ نے پاکستان کا دورہ کیا تو یہاں کینیڈین نیشنل پانچ سکھ ایک مقدمے کے سلسلے میں موجود تھے۔

ان لوگوں پر پاکستان میں موجود ایک بھارتی ڈپلومیٹ کو مارنے پیٹنے کا الزام تھا اور اپنے مقدمے کے سلسلے میں وہ یہاں ایک گوردوارے میں قیام پذیر تھے پاکستانی قوانین کے مطابق مقدمے کے خاتمے تک وہ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے۔ مسٹر سنگھ نے بتایا۔

"مَیں نے برج موہن لال کو ان لوگوں سے متعلق ایسی کہانیاں بنا کر سنائیں کہ وہ حیران ہی رہ گیا۔ مَیں نے اسے من گھڑت کہانی سُناتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ پاکستان سے پنجاب کی سرحد عبور کر کے اکثر بھارتی پنجاب میں جاتے ہیں۔"

اس نے اپنی یادداشت دھراتے ہوتے کہا:

"مَیں نے برج موہن لال کو پاکستان میں سکھوں کے ایک "ٹریننگ کیمپ" کی کہانی بھی سُنا دی اور بتایا کہ مَیں نے خود اس کیمپ کا دورہ کیا ہے۔"

اگلے ماہ مسٹر سنگھ کو یکے بعد دیگرے بہت سے اہم کام سونپے گئے۔ جن میں سنجیدہ کم اور غیر سنجیدہ زیادہ تھے۔ ایک مرتبہ اسے کینیڈین حکومت کی ایک فارن ایڈ ایجنسی کی جاسوسی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا فریضہ سونپا گیا۔ جس کا دفتر یونگی سٹریٹ پر سب وے سٹیشن کے نزدیک واقع تھا۔ لال کا خیال تھا کہ اس ایجنسی کی آڑ میں کینیڈین حکومت خالصتان نواز سکھوں کی مدد کرتی ہے۔ اس نے سنگھ سے کہا :

" جب کینیڈین حکومت نے ہمارے لیے کوئی مسئلہ کھڑا کرنا ہو وہ اس ایجنسی کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں "

سنگھ نے اپنی جاسوسی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اسے جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ برج لال موہن کا اندازہ غلط تھا۔ ایجنسی کا کسی جاسوسی یا سیاسی معاملے سے دور پار کا تعلق بھی نہیں تھا۔

ایک اور مشن مسٹر سنگھ کو دیا گیا کہ وہ دو سکھوں کے متعلق تحقیق کرے ان میں سے ایک نووا سکوٹیا اور دوسرا ڈیٹرائیٹ مشی گن امریکہ میں رہتا تھا۔ لال کا خیال تھا کہ ان دونوں سکھوں کا تعلق ایک ایسے گروپ سے ہے جو اسلحہ خرید کر پنجاب میں سمگل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ لال کے کہنے کے مطابق آر سی ایم پی نے انھیں مطلع کیا تھا کہ ان دونوں سکھوں نے پرمار اور اونٹاریو کے دو سکھ بھائیوں سے ۲ ملین ڈالر کا اسلحہ خرید کر بھارت میں خالصتانی حریت پسندوں تک پہنچانے کی بات کی تھی۔ لال کا خیال تھا کہ دونوں سکھ بھائی زیر زمین دنیا کے باسیوں سے آشنائی رکھتے ہیں اور اسلحہ کے سمگلر بھی ان کے حلقہ احباب میں شامل ہیں۔

انھوں نے اسلحہ کے ایک بین الاقوامی سمگلر سے اس ضمن میں رابطہ بھی قائم کیا ہے لال نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ گو کہ ابھی تک یہ لوگ صرف زبانی جمع خرچ ہی کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ بعید نہیں کہ وہ کیا کر گزریں اس لیے ان پر کڑی نظر رکھنا ضروری ہے۔ لال کا کہنا تھا کہ آر سی ایم پی والے بھی ان کے کہنے پر اسی معاملے کی تحقیق کر رہے ہیں لیکن ہمیشہ کی طرح وہ پرمار کے معاملے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ اور انھوں نے اس بات کی تصدیق بھی نہیں کی کہ دونوں سکھوں نے پرمار سے کوئی خاص ملاقات بھی اس ضمن میں کی ہے۔ بعد میں مسٹر سنگھ کو اس کے آر سی ایم پی کے دوستوں نے مطلع کیا کہ برج موہن لال

کے اندازے ہمیشہ کی طرح غلط ہیں ؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسٹر سنگھ ڈبل ایجنٹ کا کردار کیوں ادا کر رہا تھا ؟ اس سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ ائر انڈیا کے حادثے کے بعد سے میرا کاروبار تباہ ہو چکا تھا۔ لوگ میری دکان کا رُخ نہیں کرتے تھے۔ سکھوں کے خلاف جو فضا بن رہی تھی اس میں یورپین سوسائٹی نے ایک طرح سے ان کا سماجی بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس دوران اس کو بھی ائر انڈیا کی تباہی کا ذمہ دار سمجھا جانے لگا اور سیکورٹی ایجنسیوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا۔ اب اس کے بعد بچاؤ کی یہی ایک صورت تھی کہ وہ قونصلیٹ سے روابط استوار کرے ورنہ اس کا بزنس تو تباہ ہو ہی چکا تھا اب وہ ذہنی عذاب میں بھی مبتلا کر دیا جاتا۔

مسٹر سنگھ نے اپنا کام شروع کر دیا اور وہ جھوٹی سچی خبریں پہنچا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے لگا۔ اس کا کہنا ہے شاید آر سی ایم پی والوں کو اس کی نگرانی کے بعد یہ شک ہوا کہ وہ انڈین قونصلیٹ کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کے ذریعے انڈین نے اپنا جاسوسی جال کینیڈا میں پھیلا رکھا ہے۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ اکتوبر ۸۵ء میں اوٹاوہ میں اس سے ایک شخص نے ملاقات کی۔ اس نے اپنا تعلق کینیڈا کی وزارت خارجہ سے بتایا تھا۔

نووارد نے مسٹر سنگھ کو بتایا کہ ان کے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ بھارتی سفارت کار اپنی سفارتی سرگرمیوں کی آڑ میں کینیڈا میں اپنا جاسوسی اڈہ قائم کر چکے ہیں اور بھارتی سفارت کاروں نے کینیڈا میں بہت سے جاسوسی آپریشن شروع کر رکھے ہیں۔ اگر مسٹر سنگھ ان کی مدد کرے اور بھارتی سفارت کاروں کی جاسوسی سرگرمیوں سے متعلق اطلاعات فراہم کر دے تو اس کی اپنی برادری کا بھی فائدہ ہوگا اور بھارتی سفارت خانے کی " ڈس انفارمیشن مہم " کے نتیجے میں جن سکھوں کی جان عذاب میں

آ چکی ہے ان کی بھی اصلیت کا علم ہونے پر خلاصی ہو جائے گی۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ میں نے اپنے سکھ بھائیوں کی بہتری کے پیش نظر پیش کش قبول کر لی۔ محکمہ خارجہ کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ انہیں اپنے اور برج موہن لال کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ٹیپ فراہم کر دیا کرے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مسٹر سنگھ نے کینیڈین سیکورٹی کی بلامعاوضہ مدد کی تھی۔ اسے ایک ٹیپ ریکارڈر مہیا کر دیا گیا اور اس کے استعمال کا طریقہ بتا دیا گیا۔

مسٹر سنگھ نے اپنا کام شروع کیا۔ کینیڈین نے اس کی بلامعاوضہ خدمات پر اس کا شکریہ ادا کیا لیکن اسے بہرحال ایک خطیر رقم انھوں نے دے دی۔ یہ اتنی رقم تھی جو اگلے دو سال کے لیے بھی اس کے لیے کافی تھی۔

دسمبر ۸۵ء میں جب اس کے پاس ریکارڈنگ کے بہت سے کیسٹ جمع ہو گئے تو ایک اور ایجنٹ نے جس کا نام مسٹر سنگھ نے نہیں پوچھا اپنا تعلق ایکسٹرنل افیئرز منسٹر جوائنٹ کلارک سے بتایا اور کہا کہ وہ آر سی ایم پی کا آدمی ہے۔ اس نے مسٹر سنگھ سے وہی ریکارڈ شدہ ٹیپ موصول کر لیے۔ ان میں برج موہن لال اور مسٹر سنگھ کے درمیان وقتاً فوقتاً ہونے والی گفتگو ریکارڈ تھی۔ اس شخص نے اسے کچھ اور خالی ٹیپ دے دیئے اور اگلی ملاقات تک کے لیے خدا حافظ کرتے ہوئے کہا کہ دوبارہ وہ اس سے خود ہی رابطہ قائم کریں گے۔

اپنی اس ملاقات کے دوران کینیڈین انٹیلی جنس کے ایجنٹ نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ وہ اسے کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے اگر مستقبل میں کبھی اس بات کا انکشاف ہو گیا کہ سنگھ ان کے لیے کام کر رہا تھا یا وہ کسی اور چکر میں پھنس گیا تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ لوگ اسے پہچاننے سے بھی انکار کر دیں گے۔ اسے جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے رسک پر کرنا ہے۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ دو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا وہ اپنی اور بھارتی سفارت کاروں کے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ کرتا اور اپنے پاس کیسٹ جمع کرتا رہتا۔ کسی روز وہ لوگ آ کر اس سے ریکارڈڈ کیسٹ لے جاتے پھر ایک روز انھوں نے خود ہی یہ رابطہ ختم کر دیا۔

مسٹر سنگھ نے دو گھنٹے کی طویل ملاقات کے بعد اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ سی ایس آئی ایس کے لیے بھی کام کرتا رہا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایجنسی کے "فارن شعبے" نے اس کی خدمات حاصل کیں۔ ان لوگوں سے منسلک رہنے کا فائدہ یہ تھا کہ اس طرح بھارتیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کو "کور" میسر آ گیا تھا اور اس حوالے سے وہ دونوں طرف اپنی دکانداری کامیابی سے چلا رہا تھا۔

اس سوال پر کہ اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ سی ایس آئی ایس نے ہی اس سے رابطہ کیا تھا؟

مسٹر سنگھ نے خاموشی اختیار کی۔ واقعی اس نے کسی کی شناخت جاننے میں کبھی دلچسپی ظاہر نہیں کی اسے دلچسپی تھی تو صرف ڈالر زسے جن کے حصول کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

سی ایس آئی ایس کے ایجنٹ فریڈ گبسن کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے بھارتی قونصلیٹ کی جاسوسی سرگرمیوں کے راز حاصل کرنے کے لیے ضرور بھارتی انٹیلی جنس نیٹ میں اپنے آدمی داخل کیے تھے۔ اس نے بتایا کہ ۸۲ء میں میٹرو پولیٹن پولیس پر فائرنگ سے ائر انڈیا کے حادثہ ۸۵ء تک ہماری تحقیقات نے ہمیں قائل کر لیا کہ بھارتیوں کا ان واقعات میں بڑا اہم رول رہا ہے۔

اس کے بعد ایجنسی کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ بھارتی قونصلیٹ کے معاملات کا جائزہ لے اس سلسلے میں خصوصی اہتمام یہ کیا گیا کہ کسی بھی طرح دونوں ممالک کے تعلقات جاسوسی کے اس کھیل سے متاثر نہ ہوں اور خاصا بچ بچا کر کام کیا جائے۔ کیونکہ ان دنوں ہم بھارت سے "پائپ لائن ڈیل" کرنے جا رہے تھے۔

پائپ لائن والی کہانی ٹھیک تھی۔ کیلگری کینیڈا کی ایک کمپنی نووا کارپوریشن ۱۶ سو میل لمبی دُنیا کی سب سے بڑی پائپ لائن کی بھارت میں کھدائی کا ٹھیکہ لینے کے لیے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کینیڈین وزارت خارجہ کے توسط سے کوشاں تھی۔ ایک اعشاریہ نو بلین ڈالر کے اِس ٹھیکے کی نیلامی میں نووا کمپنی کو جن بڑے کاروباری اداروں کا سامنا تھا ان میں ایک اٹلی کی فرم، ایک فرینچ جاپانی کنسورشیم اور ایک میکسیکن فرم شامل تھی۔

نووا کمپنی ۴ لاکھ ۵۰ ہزار ٹن سٹیل پائپ کے ذریعے ۱۸ اعشاریہ ۵ ملین کیوبک میٹرک قدرتی گیس اور پٹرول کو مغربی بھارت سے شمالی بھارت کی کھاد ملوں میں پہنچانے کا ٹھیکہ لینے میں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہ دُنیا کی طویل ترین پائپ لائن ہوتی لیکن بالآخر کینیڈین وزارت خارجہ کی مدد کے باوجود نووا کمپنی کو یہ ٹھیکہ نہ مل سکا اور ۸۶ء میں ایک طویل جدّوجہد کے بعد اسے بھارتی حکومت کی طرف سے جواب مل گیا۔

کینیڈا کے نزدیک تجارتی میدان میں بھارت کو کیا اہمیت حاصل ہے؟ اور بھارتی منڈی پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے لیے مغربی دُنیا کہاں تک گر سکتی ہے۔ اس کا اندازہ مسس ایوگا کے کنزرویٹو ایم پی باب ہارنر کو لکھے کینیڈین وزیر خارجہ کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے۔ باب ہارنر جس علاقے کی پارلیمنٹ میں نمائندگی کر رہا تھا اس میں سکھوں کی غالب اکثریت آباد تھی اور یہ اس کے ووٹر تھے جن کی طرف سے اپنے ایم پی پر مسلسل دباؤ بڑھ رہا تھا، کہ وہ کینیڈین پارلیمنٹ میں ان کے جذبات کی ترجمانی کرے۔ جب باب ہارنر نے وزیر خارجہ جولائے کلارک کو خط لکھ کر بھارتی حکومت کے مظالم اور سکھوں کی بے چینی کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی تو اس نے جوابی خط میں سکھوں کے ساتھ بھارتی حکومت کی دہشت پسندانہ پالیسی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے لکھا:

"مَیں شدت سے اِس بات کا قائل ہوں کہ ہماری خارجہ پالیسی میں بھارت کی بے پناہ اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ہمیں بہر صورت بھارت کے ساتھ اپنے "خوشگوار تعلقات" کو قائم رکھنا ہے۔ یہ ہمارے لیے "انتہائی اہمیت کا حامل ملک" ہے جس کے ذریعے ہم کینیڈا کی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار رکھ سکتے ہیں۔ اور آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض

ہے کہ بھارت غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کا چیئرمین بھی ہے۔"

اِس جواب سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کینیڈین حکومت اپنے لاکھوں سکھ شہریوں کی ناراضگی پر بھی بھارت سے تعلقات نہیں بگاڑ سکتی ایسی تجارتی منڈی ہاتھ سے گنوانا ان کے لیے قطعی گھاٹے کا سودا ہے۔

ولسن جیسے سی ایس آئی ایس کے آپریشنل ہیڈ سے زیادہ اس تلخ حقیقت کا ادراک اور کسے رہا ہو گا! اس نے اپنی آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز میں نوکری کے آغاز پر ہی اس کا تجربہ حاصل کر لیا تھا جب اس نے اٹاوہ میں کے جی بی کے ایک نیٹ کا سراغ لگایا تو وزارت خارجہ کی طرف سے اس پر مسلسل دباؤ رہا کہ وہ اس معاملے کو گول ہی کر جاتے۔ اس نے جب بھی سفارتی لبادے میں چھپے کے جی بی کے کسی جاسوس کی نشاندہی کی جواب میں اس کی حوصلہ شکنی کی گئی۔

سیکورٹی سروسز پر لکھی گئی اپنی کتاب MAN IN THE SHADOW میں جون ساوتیسکی بتاتا ہے کہ کس طرح ایک سال تک اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کینیڈین سیکورٹی ایجنٹ نے اس بات کا سراغ لگایا کہ روسی سفارت خانے کا کلچرل سیکرٹری دراصل کے جی بی کا ایجنٹ ہے لیکن وزارت خارجہ نے اس کو ملک بدر کرنے سے انکار کر دیا۔

ساوتیسکی لکھتا ہے۔ وزارت خارجہ کا صورت حال کو دیکھنے اور محسوس کرنے کا اپنا انداز ہے وہاں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ عظیم تر تجارتی اور ملکی مفادات کے مقابلے میں کسی غیر ملکی جاسوس سفارت کار کا اخراج کیا معنی رکھتا ہے؟ اس سودے کے نفع اور نقصان کو بیلنس کرنے کے بعد اگر یہ سمجھا جائے کہ اس جاسوس کو ملک بدر کرنے سے ملک کے "مخصوص مفادات" پر زد پڑتی ہے تو اِس معاملے میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر سمجھا جاتا ہے۔ خواہ کوئی جاسوس گروہ رنگے ہاتھوں ہی کیوں نہ گرفتار ہو چکا ہو۔ اگر کینیڈا اور روس کے درمیان گندم کی فروخت کا کوئی معاہدہ چل رہا ہو اور کینیڈا حکومت یہ سمجھے کہ اس کے گندم کے زائد ذخائر اچھی قیمت پر ٹھکانے لگ سکتے ہیں اور ملکی خاطر خواہ [illegible]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو سکتا ہے تو وہ گندم کی فروخت کو قومی سلامتی سے زیادہ اہمیت دیں گے"۔

سادیتسکی لکھتا ہے کہ اگر ایسا ناگزیر ہی ہو جائے تو کسی بھی ڈپلومیٹ کو ایسے نامحسوس اور معصومانہ انداز سے ملک بدر کیا جائے گا کہ متعلقہ ملک کی طبع نازک پر یہ کارروائی ہرگز گراں نہ گزرے اور ان کے تعلقات پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ مثلاً بجائے اس کے کہ متعلقہ شخص کو PERSON NON GRATA قرار دیا جائے۔ اس بات کا انتظار کیا جائے گا کہ اس ملک میں اس کی مدت ملازمت ختم ہو اور وہ خود ہی رخصت ہو جائے۔

آرسی ایم پی کو کینیڈین وزارت خارجہ کے اس رویئے سے بہت تکلیف پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے تعلقات اکثر سرد مہری کا شکار رہتے ہیں۔ وزارت خارجہ کے لوگ اگر کسی غیر ملکی سفارت خانے کے کسی فرد کو ناپسندیدہ قرار دے کر ملک سے نکلنے کو بھی کہیں تو اسے بڑے عزت و احترام سے رخصت کیا جاتا ہے اور پریس کو اس معاملے کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی یہ خاموش اخراج آرسی ایم پی کو بڑا کھلتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کینیڈین عوام کو ان کی خدمات کا علم ہی نہیں ہو پاتا۔

اکثر ایسا ہوا کہ جب کبھی کسی روسی سفارت کار کو ملک چھوڑنے کا حکم ملا اور کسی نہ کسی طرح یہ خبر پریس تک پہنچی تو ان لوگوں نے آرسی ایم پی کو فون کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا جبکہ یہ بےچارے وزارت خارجہ کی ہدایت پر دم سادھے رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بھارت کے معاملے میں کینیڈین وزارت خارجہ کا معاملہ بالکل روسیوں جیسا نہیں ہوتا۔ جب ۸۶ء میں نووا اکیپنی کو پائپ لائن کی کھدائی کے ٹھیکے سے انکار کر دیا گیا تو ۸۶ء میں اپنے سیکورٹی اداروں کی سفارشات پر محکمہ خارجہ نے عمل بھی کر دکھایا۔ اس ضمن میں بھارت اور کینیڈین وزارت خارجہ کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کے ذریعے بھارتی وزارت خارجہ نے ٹورانٹو میں اپنے قونصل جنرل سریندر ملک کا تبادلہ بغیر تشہیر کے کسی اور ملک میں کر دیا۔

سریندر ملک نے بعد میں ایک "سوشل تقریب" میں جب وہ نشے کی حالت میں تھے دم

رہا تھا۔ احتجاجی لہجے میں کہا کہ اتنی اہم جاسوسی خدمات انجام دینے پر اسے امید تھی کہ اس کا عہدہ بڑھا کر اسے ترقی دے کر ٹرانسفر کیا جائے گا اور کسی بڑے ملک میں سفیر مقرر کر دیا جائے گا۔ سریندر ملک کو سفیر تو بنایا گیا لیکن کسی یورپی ملک میں نہیں بلکہ خلیج کی ایک چھوٹی سی ریاست قطر میں۔

سریندر ملک کا کہنا تھا کہ وہ یہاں آ کر خود کو کسی کنوئیں میں مقید خیال کرتا ہے۔

ایک اور معاہدے کے ذریعے قونصل جنرل جگدیش شرما کو بھی ٹورانٹو ٹرانسفر کرنا طے پایا لیکن وہ وینکوور سے باہر نہیں نکلا۔ شاید بعد میں کسی مصلحت کے تحت کینیڈین وزارت خارجہ نے اس معاملے میں پسپائی اختیار کر لی۔

بہرحال اب سکھوں نے کینیڈین حکومت کی طرف سے بھارتی سفارت کاروں کی جاسوسی اور تخریبی سرگرمیوں پر آنکھیں بند کیے رکھنے کی پالیسی کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں پریس بھی ان کا ہمنوا تھا۔ فروری ۸۷ء میں جب جوائے کلارک نے بھارت کا دورہ کیا تو سی ایس آئی ایس کی طرف سے بھارتی جاسوس سفارت کاروں کی ایک لسٹ بھی وہ اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ اگلے ایک مہینے میں تین بھارتی سفارت کاروں کو "ناپسندیدہ عناصر" قرار دے کر کینیڈا سے نکال دیا گیا۔ ان میں ٹورانٹو کا وائس قونصل اور مسٹر سنگھ کا "سیاسی ماسٹر" برج موہن بھی شامل تھا۔

گوریندر سنگھ جو بھارتی سی بی آئی کا سپرنٹنڈنٹ اور وینکوور میں قونصل تھا کو بھارت نے مارچ میں ٹرانسفر کر دیا۔ اوٹاوہ کے بھارتی ہائی کمیشن کے ایک قونصل ایم کے دھر کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔

یہ کارنامہ کسی باہمی معاہدے کے تحت چپ چاپ خاموشی سے انجام پا جاتا لیکن سی ایس آئی ایس سے حاصل کردہ اطلاعات کی بنا پر کینیڈا کے اخبار "گلوب اینڈ میل" نے اس راز کا بھانڈہ پھوڑ دیا اور اخبار نے اپنے فرنٹ صفحے پر نمایاں سرخیوں کے ساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھارتی سفارت کاروں کے دیس نکالے کی کہانیاں بیان کر دیں۔ بھارتی ہائی کمیشن کی طرف سے ان اخباری خبروں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا گیا لیکن کینیڈین وزارتِ خارجہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

اپنے پیشرو دیوندر سنگھ آہلووالیہ کی طرح برج موہن لال کا تعلق بھی بھارتی انٹیلی جنس سے تھا اور وہ بھی آہلووالیہ کی طرح ڈپلومیٹ کے بھیس میں جاسوسی سرگرمیوں میں ملوث تھا۔ ۱۹۸۵ء میں جب اس کی پوسٹنگ ٹورنٹو میں ہوئی اس کی عمر گو کہ ۵۵ سال تھی لیکن وہ اپنی عمر سے بہت چھوٹا دکھائی دیتا تھا۔ وہ چھوٹے قد اور پتلے جسم کا آدمی تھا۔ اور بھارت کے روایتی فوجی افسروں کی طرح مونچھوں کو اپنے کونوں سے اٹھا کر رکھتا تھا جیسے برٹش راج میں بھارتی فوجی افسر رکھا کرتے تھے۔ وہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر بات کرتا تھا اور اپنے مخاطب کو قائل کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا تھا۔

آہلووالیہ کی طرح لال بھی سستی شراب کے ذریعے اپنی سفارتی سرگرمیوں کی آڑ میں جاسوسی سرگرمیاں چلاتا رہا۔ اس نے گلوب اینڈ میل کے رپورٹر ذوہیر کاشمیری کو ایک مرتبہ آفر کی کہ اگر وہ چاہے تو کوڑیوں کے مول اسے حسب فرمائش شراب کے کریٹ مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے صحافتی رشوت تھی جس کے بدلے لال گلوب اینڈ میل کے اس ہونہار رپورٹر سے یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ ان کے کیمپ میں شامل ہو جائے یہ الگ بات کہ کاشمیری نے نہ صرف اس کی آفر کو ٹھکرا دیا بلکہ اسے "آن دی ریکارڈ" بھی لے آیا۔

اس نے کاشمیری کے سامنے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ وہ کینیڈا میں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کو بدنام کر کے سکھوں کو کینیڈین کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے بھتیجے لکھبیر سنگھ براڑ کو ذلیل کر کے کسی چکر میں پھنسا دے اور ایسے حالات پیدا کرے کہ انٹرنیشنل یوتھ فیڈریشن کے صدر کو دیس نکالا مل جائے۔ سی ایس آئی ایس نے بھی یہ بات خاص طور سے نوٹ کی کہ لال فیڈریشن کے معاملات میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔

۲۰ نومبر ۱۹۸۵ء کو "گلوب اینڈ میل" میں تین بھارتی جاسوسوں کے کارناموں کی تفصیلات کی سیریل کے آغاز سے دو روز قبل قونصل جنرل سریندر ملک نے کاشمیری کو فون کر کے شراب کی ایک پارٹی میں آنے کی دعوت دی۔ وہ اس سے کچھ "ضروری معاملات" طے کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے یونگ اور بلور کے درمیان سب وے کے نزدیک ایک پُرشور پب کا انتخاب کیا۔ جو ٹورنٹو کے بھارتی قونصلیٹ کے نزدیک ہی واقع تھا۔

اس ملاقات میں لال نے ذوہیر کاشمیری کے سامنے اس بات کو دُہرایا کہ وہ دراصل اپنے پیشرو قونصلیٹ کے جاری کردہ اینٹی جنس آپریشن کو سمیٹنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ اس بات کی تشہیر نہ کی جائے۔ اس نے بھارتی فوج میں اپنی سروسز کے متعلق باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ وہ فارن سروسز میں آنے سے پہلے فوج میں بریگیڈیئر کے عہدے تک ترقی پا چکا تھا شراب کے نشے میں دُھت اس نے جام پر جام لنڈھاتے ہوئے کاشمیری کے سامنے بھارتی پنجاب میں اینٹی جنس سروسز کے دوران اپنے ہاتھوں انجام پانے والے کارناموں کا بھی تفصیلاً ذکر کیا۔

اس نے کہا پنجاب میں فوج کو زبردست مزاحمت کا سامنا تھا اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور اس کے پیروکار آئے روز ہماری مشکلات میں اضافہ کر رہے تھے۔ ہمیں حکم ملا کہ سکھوں کے اس روحانی پیشوا کی طنابیں کھینچی جائیں۔ لال نے انکشاف کیا کہ ان لوگوں نے خفیہ خطرناک اور غیر قانونی سرگرمیوں کے لیے پنجاب میں "تھرڈ ایجنسی" قائم کی جس کے ذریعے وہ اپنا کھیل کھیلتے رہے لیکن لال نے دربار صاحب میں اسلحہ سمگل کرنے والی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اس نے بتایا کہ تھرڈ ایجنسی کو پنجاب میں یہ مشن سونپا گیا کہ وہ یہاں تحریک خالصتان کو ہر جائز و ناجائز ذریعہ اپنا کر تباہ کر کے رکھ دے اور سکھوں کو ایسا سبق سکھائے کہ پھر ان کی نسلیں اسے یاد رکھیں برج موہن لال نے کاشمیری کو بتایا کہ اس نے آرمی کے دیگر پانچ جوانوں کے گروپ کے ساتھ بھنڈرانوالہ کا تعاقب کیا۔ پنجاب سے ۶ سو کلومیٹر دُور بمبئے تک گئے اور واپس آ گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہم نے اس موقع پر بھنڈرانوالہ کو مار دینے کا فیصلہ کیا"۔ . . اس نے بتایا . . .

"لیکن پرائم منسٹر یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی اگر ہماری بات مان لی جاتی تو آپریشن بلیوسٹار سے بہت پہلے ہی بھنڈرانوالہ کا صفایا ہو چکا ہوتا۔

اس نے ذوہیر کاشمیری کے روبرو پانچ سکھ انتہا پسندوں کو اپنے "جاسوسی گینگ" کی مدد سے قتل کرنے کا دعویٰ بھی کیا۔ اس نے کہا کہ پنجاب میں مسلسل نوکری کرنے سے اب میں بوریت محسوس کرنے لگا اور کچھ عرصہ آرام کرنے کے لیے اس کا تبادلہ "ڈپلومیٹک" میں کر دیا گیا۔ اس ضمن میں اس کی پہلی تعیناتی "گی آنا" میں ہوئی جو جنوبی امریکہ کی شمال مشرقی کوسٹ پر واقع ہے اس نے کہا میں نے یہاں جی بھر کے عیاشی کی۔ تھرڈ ایجنسی کے لوگوں کے لیے یہ ایک اڈہ بن گیا تھا جہاں وہ چھٹیاں گزارنے آیا کرتے۔ لال نے اس ملاقات میں کاشمیری کے سامنے ایران میں ایک جاسوسی مہم سر کرنے کا اقرار کیا۔

لال کی خواہش تھی کہ "گلوب اینڈ میل" اخبار انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن اور اس کے صدر لکھبیر سنگھ کی سرگرمیوں کا نوٹس لے اور ایک طویل مضمون ان کے متشددانہ نظریات پر لکھ کر یہ بات بھی واضح کرے کہ انتہا پسند نظریات کے حامل سکھوں کی یہ جماعت کینیڈا کے گوردواروں پر آہستہ آہستہ قابض ہو رہی ہے۔ اور یہاں کی سکھ سوسائٹی پر اس کا کنٹرول مضبوط ہو رہا ہے جو مستقبل میں کینیڈین لاء اینڈ آرڈر کے لیے زبردست مسائل پیدا کر دے گا۔ وہ بغیر کسی ثبوت کے بضد تھا کہ آئی ایس وائی ایف ایک دہشت گرد تنظیم ہے، اور ائیر انڈیا کے جہاز کی تباہی میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔

لال بھی اپنے پیشرو سریندر ملک کی طرح لالچ اور تحریص کے ذریعے "ڈس انفارمیشن" پھیلا کر کینیڈا کے ایک بڑے اخبار کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنا چاہتا تھا اس کا طریق کار سریندر ملک سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔

وہ بظاہر تو سریندر ملک کو گالیاں دے رہا تھا لیکن اصل میں بڑی ہوشیاری سے اسی کے لیے وکالت بھی کر رہا تھا۔ "گلوب اینڈ میل" کو اس بات کا گلہ تھا کہ بھارت کے قونصل جنرل نے انھیں گمراہ کن اطلاعات کی اشاعت کا ذریعہ بنائے رکھا اور اپنے

منصب کا خیال رکھے بغیر جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لیتا رہا اس کے خلاف اخبار نے مضامین لکھنے شروع کیے تھے جن میں اس کی اصلیت بے نقاب ہونے لگی تھی۔

"سریندر ملک اب ایک مُردہ آدمی ہے . . . وہ تو کینیڈا سے دفع ہو رہا ہے لعنت بھیجیں اس پر اب اس کے متعلق کیا لکھنا؟" . . . اس نے کاشمیری سے کہا۔

اس نے کاشمیری سے کہا کہ یہ سکھ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے۔ سریندر ملک نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اس نے ان سے بالکل صحیح نمٹا ہے۔

سی ایس آئی ایس نے ۸۶ء کے آغاز میں اِس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ برج موہن لال "را" کا اعلیٰ افسر ہے اور یہاں سفارت کاری کی آڑ میں جاسوسی گورکھ دھندا چلا رہا ہے لیکن نوواکارپوریشن کے مذاکرات چونکہ بھارتی حکومت سے چل رہے تھے اِسی لیے کینیڈین وزارت خارجہ نے مارچ ۸۷ء تک نوواکارپوریشن کو بھارت سے کورا جواب نہیں مل گیا اس کا نوٹس نہ لیا۔ اس دوران لال کے پاس اپنی مذموم سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے بے پناہ وقت موجود تھا اور وہ ٹورنٹو کی ایسٹ انڈین سوسائٹی میں گمراہی پر مبنی نظریات پھیلاتا رہا۔

گوربچن مادھوپوری کا کہنا ہے کہ لال نے ہندو اور سکھوں کے درمیان منافرت کی فضا پیدا کیے رکھنے میں بڑا اہم رول اَدا کیا ہے۔ مادھوپوری نے بتایا کہ لال نے کینیڈا میں سوسے زائد منہ زور ہندو گروپ کھڑے کرنے میں دل وجان سے مدد کی۔ ان مذہبی اور لسانی اڈوں کے ذریعے بھارتی سفارت خانہ کینیڈین ممبران اسمبلی اور سیاست دانوں پر اثر انداز ہوتا رہا۔ ممکن ہے مادھوپوری اس لیے بھی لال کا مخالف رہا ہو کہ ۸۵ء میں آہلووالیہ کی بھارتی قونصلیٹ سے رخصتی کے بعد سے ٹورنٹو میں اس کے تعلقات کچھ زیادہ بہتر نہیں رہے تھے اور اب وہ پہلے کی طرح بھارتی قونصلیٹ میں بااثر آدمی شمار نہیں ہوتا تھا۔ ورنہ اس کے مُنہ سے بھارتیوں کے متعلق ایسا انکشاف بڑی عجیب بات لگتی ہے۔

انڈین ہائی کمیشن اس بات پر بضد رہا کہ لال کا تبادلہ کینیڈین وزارت خارجہ کی شکایت پر نہیں ہوا جبکہ وہ اپنی ریٹائرمنٹ سے پہلے نوکری کے آخری چھ ماہ بھارت میں گزارنا چاہتا تھا لیکن ان کا جھوٹ صرف اِس بات سے عیاں ہے کہ لال کو کینیڈا سے پھر واشنگٹن بھیجا گیا تھا نہ کہ واپس بھارت ۔

لال کی کینیڈا سے روانگی پر مسٹر سنگھ نے اس سے درخواست کی کہ اس کا قونصلیٹ میں کسی اور سے تعارف کروا دیا جائے تاکہ سوڈالر والا سلسلہ چلتا رہے ۔ لال نے مسٹر سنگھ سے کہا ؛ مطمئن رہو جیسے ہی کوئی مطلب کا آدمی قونصلیٹ میں آیا میں تمھیں اس سے ضرور ملوادوں گا ۔ وہ خود تمھیں میرے حوالے سے فون کر کے بات کرے گا ۔ تم کسی سے ملنے کی کوشش نہ کرنا ۔ دو سال تک مسٹر سنگھ اس فون کال کا انتظار کرتا رہا پھر مایوس ہو گیا ۔ اس نے کہا . . . .

" خدا جانے ان لوگوں کو مجھ پر شک تو نہیں ہو گیا ۔ اچھا اگر ہو گیا تو جائیں جہنم میں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ! "

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

" تجارتی دوست "

۲۶ اکتوبر کی سہ پہر ۲ بجے کے ایل ایم رائل ڈچ ایئر لائن کے جیٹ نے معمول کے مطابق ٹورنٹو کے پرسن ایئر پورٹ کی طرف اپنی پرواز شروع کی ۔ مسافروں میں بلکار سنگھ نامی ایک سکھ بھی موجود تھا ۔ جیسے ہی جہاز نے بادلوں کی گہری چادر کا پردہ چاک کیا اور اس کا رُخ ٹورنٹو کی طرف موڑا گیا بلکار سنگھ کا دل ایک انجانی مسرت کے احساس سے دھڑکنے لگا ۔ کینیڈا اس کا وطن تھا ۔

۴۰ سالہ سکھ نے حال ہی میں ایک لیموزین کار خریدی تھی جو آج وہ پہلی مرتبہ خود ایئر پورٹ سے چلا کر گھر لے جاتا ٹورنٹو ایئر پورٹ پر اس کا استقبال سب سے پہلے اس کی سات سالہ بیٹی نوجیت نے کیا ۔

" ڈیڈی تمھیں واپس اپنے درمیان موجود پا کر ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے ! "

یہ کہتے ہوئے وہ بھاگ کر اپنے باپ کے گلے لگ گئی ۔

اس کی بیوی اور دو لڑکے بھی سامنے موجود تھے اور ان کے پیچھے سکھوں کا ایک گروپ کھڑا تھا یہ لوگ اس کے استقبال کو آئے تھے ۔ ان کا تعلق انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے ہیومن رائٹس گروپ سے تھا ۔ اور ان کے ساتھ کیمرہ بھی موجود تھا جو بلکار سنگھ کے استقبال کی فلم بنا رہا تھا ۔ مقامی اخبارات کے رپورٹرز اور ٹی وی کیمرے اس کے علاوہ تھے ۔

" میرا جی چاہتا ہے کہ کینیڈا کی زمین کو جھک کر بوسہ دوں " بلکار سنگھ نے بھرائی ہوئی آواز میں رپورٹرز سے کہا ۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ۔

اس کی خوشی بجا تھی کیونکہ بلکار سنگھ نے ایک سال مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر کی منڈی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں بنے تفتیشی مرکز میں کاٹا تھا۔ جب وہ ایک سال پہلے بھارت اپنے عزیزوں سے ملاقات کرنے گیا تو اس کو "دہشت گردی" کے الزام میں جیل میں دھر لیا گیا۔
مال منڈی کے عقوبت خانے میں بلکار سنگھ پر ہر غیر انسانی، غیر اخلاقی جبر ڈھایا گیا۔
اس کا یہاں سے زندہ بچ کر نکل آنا بلاشبہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔

بلکار سنگھ ۵ راکتوبر ۸۷ء کو بھارت، ۱۳ سال کینیڈا میں قیام کے بعد اپنی کینسر کی مریض بہن سے ملنے گیا اس کی خواہش تھی کہ اپنے سکول کے زمانے کے دوستوں سے بھی مل لے عموماً غیر ممالک میں رہنے والے ایشیائی باشندے جب اپنے آبائی وطن کو جاتے ہیں تو نمود و نمائش پر بہت توجہ دیتے ہیں اور خود کو ہر جگہ نمایاں کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔
بلکار سنگھ بھی عام ایشیائی نوجوان تھا اور ایسی ہی عادتوں کا مالک بھی۔ بلکار سنگھ نے ایک ہوٹل میں اپنے لیے کمرہ بک کروا رکھا تھا۔ جہاں وہ اپنے دوستوں کو ملاقات کے لیے بُلایا کرتا تھا یہیں سے وہ ایک روز ۲ر نومبر کو قابو آ گیا۔
"میں نے اپنے آبائی شہر میں ایک ہوٹل میں کمرہ لے رکھا تھا کیونکہ یہاں میرے بچپن کے بے شمار دوست موجود ہیں اور فرداً فرداً اُن کے گھروں میں جا کر ملنا بہت مشکل تھا میں نے سوچا یہاں دوستوں کی مقامی روایات کے مطابق خاطر خواہ تواضع بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کے لیے بھی الگ سے بندوبست یہاں موجود تھا۔"
اس نے رپورٹرز کے سامنے بیان دیتے ہوئے بتایا۔
"رات نو بجے کسی نے ہوٹل کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے راہداری میں اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنے کمرے میں واپس لوٹ گیا۔ دروازہ ابھی کھلا ہی تھا کہ اچانک دو مسلح آدمی ہاتھوں میں ریوالور پکڑے کمرے میں گھس آئے اور پکڑ لو، پکڑ لو، چلاتے

ہوتے مجھے دبوچ لیا میں گھبرا گیا۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ یہ مجھے غیر ملکی مالدار آسامی جان کر لوٹنے آئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان لٹیروں کو کچھ دے دلا کر اپنی جان چھڑا لوں۔ میں نے کہا۔
"بیٹھو اور انسانوں کی طرح بات کرو تمھیں آخر کیا چاہیے۔ اس پر انھوں نے کہا ہم یہاں بیٹھنے نہیں بلکہ تمھیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"
اس نے اپنی داستانِ الم سُناتے ہوئے کہا۔ بلکار نے بتایا کہ امرتسر انٹرنیشنل ہوٹل سے ان لوگوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور مجھے مارتے پیٹتے جیپ تک لے آتے کوڑا کرکٹ کی طرح انھوں نے مجھے جیپ میں پھینکا اور مال منڈی کے عقوبت گھر میں لے گئے۔
اس نے بتایا کہ تب تک میں خوفزدہ نہیں تھا اور یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر کسی اور کی جگہ مجھے لے آئے ہیں اور اپنی غلطی کا احساس کرنے کے بعد مجھے باعزت میرے ہوٹل میں واپس چھوڑ جائیں گے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر ان لوگوں کو واقعی میرے متعلق کوئی غلط فہمی ہے تو کینیڈین پولیس سے انکوائری کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا تھا اور وہ مجھے بے تحاشہ مار پیٹ رہے تھے۔
اس نے اپنے اوپر توڑے گئے مظالم کی کہانی سُناتے ہوئے کہا۔
"وہ لوگ مجھے دن میں چودہ گھنٹے ننگا رکھ کر مجھ پر تشدد کرتے تھے۔ مجھے چمڑے کے ہنٹروں سے پیٹا جاتا تھا۔ میرے دونوں بازو اور پاؤں باندھ کر مجھے چھت سے اُلٹا لٹکایا جاتا۔ اس دوران وہ چمڑے اور لوہے کی تاروں سے بنے بید سے مجھے دیوانہ وار پیٹتے میرے جسم سے خون بہہ بہہ کر اب دوبارہ زخموں پر جمنے لگا تھا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا میرے کندھے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں وہاں بے ہوش ہونے پر جان نہیں چھٹتی۔ فوراً منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وہ دوبارہ ہوش میں لے آتے ہیں اور تشدد کا نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔"
ٹورنٹو میں اپنے گھر کے شاندار کمرے میں ایک آرام کرسی پر بیٹھے بلکار سنگھ نے خود

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑھائے گئے ظلم وستم کی کہانی سناتے ہوئے وہاں موجود اخبار نویسوں کو اشکبار کر دیا۔ اس نے کہا۔

"تشدد کا دوسرا مرحلہ اتنا اذیت ناک تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ انھوں نے مجھے ایک کرسی سے باندھ کر میرے جسم کے نازک اعضاء میں بجلی کے ننگے تاروں سے کرنٹ لگاتے تھے۔ انھوں نے میرے کان اور ناک میں بجلی کے تار لگا دیئے۔ ناک میں کرنٹ لگانے سے میرے دماغ کو اتنا زوردار جھٹکا لگتا کہ مجھے مرجانے کا احساس ہوتا۔ میں کئی مرتبہ یہی سمجھا کہ میں مرگیا ہوں"۔

بلکار نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اب وہ زندہ اپنے بچوں میں واپس آئے گا۔ اس کے لیے آج بھی یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس کے درندوں نے اس کے ساتھ ایسا بہیمانہ سلوک کیوں کیا۔ اس کے زخم ابھی تک نہیں بھر سکے اور ان کا علاج جاری ہے۔

اس نے کہا پہلی دفعہ ان لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں پنجاب میں سرگرم عمل سکھ حریت پسندوں کا مددگار ہوں اور ان کے لیے روپیہ لے کر آیا ہوں۔ میں نے سکھوں سے ملاقات بھی کی ہے تم کینیڈا سے اس خصوصی مشن پر پنجاب آتے ہو۔

جب مجھ سے کوئی بات نہ اگلوا سکے تو انھوں نے اپنا الزام بدل دیا اور مجھے کہا کہ میں سی ایس آئی ایس کی طرف سے جاسوسی مشن پر بھارت آیا ہوں مجھے تب تک علم نہیں تھا کہ سی ایس آئی ایس کرتی کیا ہے؟ میں نے اس ایجنسی کا نام ہی سنا تھا۔ کچھ دیکھا نہیں تھا انھیں کیا بتاتا۔

وہ مجھے وحشیوں کی طرح دیوانہ وار پیٹتے اور ایک ہی سوال کرتے کہ میں انھیں بتاؤں مجھے سی ایس آئی ایس نے یہاں کس مشن پر بھیجا ہے؟ اس کے بعد وہ اس سکھ دہشت گرد گروپ کے متعلق پوچھنے لگتے جس نے مجھے یہاں بھیجا تھا؟ میرے پاس ان سوالات کا جواب نہیں تھا۔

دوران تفتیش بھارتی انٹیلی جنس نے اس سے کئی کاغذات پر دستخط کروائے بلکار سنگھ نے کبھی کسی کاغذ کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے پاس چپ چاپ ان کی ہر بات ماننے

کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

ایک روز جب انھوں نے مجھے ادھ موا کر کے گوشت کے بے جان لوتھڑے کی طرح جو جانوروں کے سامنے پھینکا جاتا ہے۔ میرے سیل میں پھینک دیا اور اسے تالا لگا کر چلے گئے تو میں نے دروازے کے سامنے دو گارڈز کی گفتگو سنی ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

"تمام سامان تیار ہے؟"

دوسرے نے کہا ....

"ہاں میں نے پٹرول منگوا لیا ہے"

پہلے نے کہا ....

"ٹھیک ہے۔ اسے باہر نکالو اور اس پر پٹرول پھینک کر جلا دو"۔

میں نے خوفزدہ ہونے کے بجائے خدا کا شکر ادا کیا۔ جو میری جسمانی حالت تھی اس کے بعد سوائے مرجانے کے اور کوئی نجات کی راہ باقی نہیں رہتی تھی۔ میں خدا سے دعا مانگ رہا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو یہ لوگ مجھے مار ڈالیں۔ اگر وہ مجھے اس حالت میں مار دیتے تو مجھے اپنے خدا سے بھی گلہ نہ ہوتا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس بلکار سنگھ پر وحشیانہ تشدد کر کے اس سے کسی جنگجو گروپ سے تعلق ایئر انڈیا کی تباہی وغیرہ سے متعلق تفتیش کرتی رہی حالانکہ بلکار سنگھ کا سکھ سیاست سے دور پار کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ آر سی ایم پی یا سی ایس آئی ایس کے نزدیک کبھی مشتبہ نہیں رہا۔

ایک سال تک بلکار سنگھ کو جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ اس پر کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکا اور اسے بھارتی آئین کی ایک خاص دفعہ کے تحت جس میں پولیس کو کسی بھی ملزم کو بغیر کوئی وجہ بتائے ایک سال تک نظر بند رکھنے کے اختیارات حاصل ہیں نظر بند رکھا گیا جس کے بعد ڈرامائی طور پر اس کی رہائی عمل میں آئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک روز اسے جیل سے نکال کر امرتسر کے ہوائی اڈے پر پہنچایا گیا جہاں ایک چھوٹے جہاز کے ذریعے اسے دہلی لایا گیا اور یہاں سے بغیر کوئی وجہ بتائے بغیر کسی معافی یا معذرت کے بلکار سنگھ کو ایک بین الاقوامی فلائٹ پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے وکیل رو بندر سنگھ کا کہنا ہے کہ اس نے صرف عدالت میں بلکار سنگھ کا وکالت نامہ داخل کرانے کا ہی جُرم کیا ہے۔ اس کے لیے اپنے موکل سے ملاقات جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔

خود کینیڈین ہائی کمیشن نے جب اپنے شہری سے ملاقات کی کوشش کی تو انھیں تین ہفتے کے بعد ملاقات کی اجازت دی گئی لیکن یہ ملاقات بھی مشروط تھی۔ کینیڈین ہائی کمیشن سے کہا گیا وہ کسی ڈاکٹر کے ذریعے بلکار سنگھ کا طبی معائنہ نہیں کروا سکتے۔

باور کیا جاتا ہے کہ بلکار سنگھ کو بھارتی انٹلی جنس نے دراصل قربانی کا بکرا بنایا تھا۔ اب تک بھارتی انٹلی جنس غیر ملکی مداخلت کا کوئی ثبوت حاصل نہیں کر سکی تھی اس طرح وہ دراصل عالمی پریس کو بتانا چاہتے تھے کہ سکھوں کی تحریک کے پیچھے غیر ملکی پشت پناہی کارفرما ہے۔

دوسری طرف بھارتی حکام بلکار سنگھ سے تشدد کے ذریعے بیان حاصل کرنے کے بعد اپنے دوست کینیڈا کے وزیر خارجہ جوائے کلارک کو اس بات کا قائل کر سکتے تھے کہ کینیڈا کے سکھ انتہا پسند ہیں اور وہ خالصتانیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ اس طرح جوائے کلارک بھی اپنے بہترین "تجارتی دوست" کے حق میں زیادہ بہتر لابنگ کر سکتا تھا۔

بلکار سنگھ کی رہائی یوں ہی عمل میں نہیں آئی تھی۔ اس کے لیے ایمنسٹی ہیومن رائٹس کے بے شمار گروپس اور یو این او کے ہیومن رائٹس کمیشن نے بھارتی حکومت پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اسے مجبور ہو کر بلکار سنگھ کو رہا کرنا پڑا۔

اِس معاملے میں بھارتی اخبارات عجیب عجیب طرح کی کہانیاں سُنا رہے تھے۔ ایک اخبار نے کینیڈین سی ایس آئی ایس پر الزام لگا دیا کہ وہ سکھ دہشت گردوں کی مدد کر رہی ہے۔ دوسرے اخبارات نے اسے خالصتان لبریشن فورس کا سپہ ماسٹر قرار دیا۔ اس کی

گرفتاری کو مقامی اور غیر ملکی سکھ دہشت گردوں کے درمیان روابط کا ثبوت قرار دیا گیا۔ ہر کہانی کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا جاتا کہ یہ پولیس کے الزامات نہیں بلکہ ہونہار اخبار نویسوں کی تحقیقات کے نتیجے میں برآمد ہونے والی سچی کہانی ہے۔

بلکار سنگھ پر ایک وقت میں بھارتی انٹلی جنس نے یہ دباؤ بھی ڈالا کہ وہ خود کو ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کا ممبر تسلیم کر لے حالانکہ اس سے پہلے ڈبلیو ایس او پر ان لوگوں نے دہشت گردوں کی مدد کا الزام نہیں لگایا تھا۔ شاید بھارتی حکومت اب ڈبلیو ایس او پر اپنے دانت تیز کر رہی تھی۔ اس سے پہلے بھارتی حکومت نے ایک اور غیر ملکی سکھ کو اس الزام میں تشدد کا نشانہ بنایا تھا کہ اس کا تعلق انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن سے ہے۔

مسس ایوگا کے دلجیت سنگھ ڈہلوں کو بھارتی حکومت نے بلکار سنگھ سے دو ماہ پہلے ستمبر ۸۷ء میں گرفتار کیا تھا۔ اس پر پاکستان سے ہتھیار خرید کر بھارت سمگل کرنے اور دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث ہونے کا الزام تھا۔ تفتیش کے بعد اس پر باقی الزام تو غلط ثابت ہوئے صرف کاغذات کے بغیر بھارت میں داخلے کے الزام میں اسے ایک سال قید کی سزا ملی۔ سال قید کاٹنے کے بعد بھی وہ رہا نہ ہو سکا۔ اور تقریباً ۴ ماہ بعد اسے رہائی نصیب ہوئی۔

دونوں بے گناہ سکھوں کی گرفتاری سے بھارت دراصل یہ بات ثابت کرنا چاہتا تھا کہ کینیڈین سکھ پنجاب کی دہشت گردی میں ملوث ہیں اور خالصتان تحریک میں اہم ترین رول ادا کر رہے ہیں۔ گو کہ یہ الزامات غلط ثابت ہوئے لیکن کسی نے بھارتی حکومت پر انسانیت کی اِس قدر تذلیل کرنے کے جرم میں کوئی مقدمہ نہیں چلایا۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ کینیڈین شہریوں کے ساتھ ایسے بہیمانہ ظلم پر کینیڈا کی طرف سے زبردست احتجاج ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس کینیڈا کے وزیر خارجہ جوائے کلارک نے بھارت سے یوں احتجاج کیا کہ جیسے اسے مبارکباد دے رہا ہو۔ کینیڈین وزیر خارجہ نے "مانی ٹوبا" کے گورنر باورڈ پاؤڈے کو ایک خط لکھا جس میں خالصتان نواز تین سکھ تنظیموں پر خاص

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئی ایس وائی ایف اور ڈبلیو ایس او کے متعلق کہا کہ یہ تینوں تنظیمیں بھارت میں آزاد خالصتان کی حامی ہیں اور ان کے ممبران پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانیوں کی دامے درمے قدمے سخنے مدد کرتے رہتے ہیں۔ آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ان تنظیموں کی طرف سے منعقدہ کسی بھی تقریب میں شرکت نہ کریں اس طرح ہمارے بھارتی دوست ناراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسی کینیڈین آفیشل کا سکھوں کی تقریب میں شامل ہونا ہماری حیثیت کو ہمارے دوست بھارت کے نزدیک مشکوک ٹھہراتا ہے۔

اس تفصیلی خط میں جوائے کلارک نے باورڈ سے کہا کہ وہ ان سکھ تنظیموں سے متعلق کوئی بھی اطلاع چاہے تو وزارت خارجہ سے رجوع کر سکتا ہے۔

جوائے کلارک نے اس نوعیت کے خطوط چھ اور صوبائی حکومتوں کو بھی لکھے بلکہ جہاں سکھ اکثریت میں آباد ہیں اور جہاں کے مقامی رہنما ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرتے رہتے تھے ان میں اونٹاریو اور برٹش کولمبیا بھی شامل ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ کینیڈا گورنمنٹ کو بہرصورت بھارت کی خوشنودی مطلوب تھی اور اس کے لیے کینیڈا کا وزیر خارجہ کسی بھی اخلاقی اور انسانی اقدار کو خاطر میں لانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

اس نوعیت کے خطوط لکھنا جوائے کلارک کی عادت بن چکی تھی۔ اس نے کینیڈا میں بھارت کی لابنگ کا ذمہ اٹھا رکھا تھا۔ بھارتی حکومت کی ہر غلط صحیح خواہش کا احترام اس کا مشن بن چکا تھا۔ اس ضمن میں ۱۶ دسمبر ۸۵ء کو بھارتی حکومت کے ہمنوا اخبار ہندوستان ٹائمز میں ایک مضمون بھرت کرنادے نے لکھا جو کینیڈا میں سکھ سیاست اور وزارت خارجہ کے کردار سے بحث کرتا تھا۔ اس مضمون میں انکشاف کیا گیا کہ کینیڈین آر سی ایم پی نے اپنی تحقیقات سے بھارتی انٹیلی جنس کو آگاہ رکھنے پر معذوری ظاہر کی تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ائر انڈیا کی تباہی میں بھارتی حکومت ملوث ہے لیکن یہ جوائے کلارک تھا جس نے آر سی ایم پی کے کمشنر رابرٹ سائمانڈز کو اتنا مجبور کر دیا کہ ایک معاہدے کے تحت کینیڈین وزارت خارجہ یہ

اطلاعات انڈین فارن سیکرٹری رامیش بھنڈاری کو منتقل کرنے کا پابند ہو گیا۔

جب اندرا گاندھی کے قتل کے بعد دہلی میں سکھوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی تو جوائے کلارک ایک تجارتی مشن کے ساتھ بھارت میں موجود تھا۔ حالانکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کانگریس برسراقتدار پارٹی نے سکھوں کے اس قتل عام میں ہندو بلوائیوں کی ہر طرح مدد کی تھی لیکن اس وقت اور بعد میں بھی کبھی جوائے کلارک کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ ایک لفظ بھی سکھوں کی حمایت میں ادا کرتا۔

بھارت کی حمایت اور سکھوں کی مخالفت کرنے میں جوائے کلارک ہمیشہ پیش پیش رہا۔ سکھوں کے تئیں اس کے مخالفانہ رویّے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ دسمبر ۸۶ء میں "کمپلوپس نیوز" نے ایک خبر کی سُرخی اس طرح لگائی۔

"سکھوں کو ملنے سے انکار"

اس خبر کی تفصیلات کے مطابق جوائے کلارک کے پریس سیکرٹری نے ایک بیان جاری کیا تھا جس کے مطابق سکھوں نے کینیڈین وزیر خارجہ سے ایک ملاقات کی درخواست کی تھی ان کا کہنا تھا کہ بھارتی حکومت سکھوں کے امیج کو تباہ کرنے کے لیے ڈس انفارمیشن مہم چلا رہی ہے اور اس کی ہر بات کو کینیڈین وزارت خارجہ من وعن تسلیم کرتی ہے جس کی وجہ سے سکھوں کا نقطہ نظر بھی دب کر رہ گیا ہے۔

وہ لوگ اپنی پوزیشن کی وضاحت کے لیے ملاقات کے خواہش مند تھے لیکن جوائے کلارک نے انھیں ملنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے خیال میں اس کی ضرورت نہیں تھی اور وہ بھارتی حکومت کے سامنے کوئی ایسا تاثر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو اس کے بھارتی دوستوں کی ناراضگی کا باعث بنتا۔

اس نے کہا ہم نے اِس بات کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا کہ کینیڈا میں موجود سکھوں کی دوسری اور تیسری نسل بھی پنجاب کو اپنا مسئلہ بناتے رکھے۔

۸۶ء کے آغاز میں فیڈریشن آف سکھ سوسائٹیز کینیڈا نے حسب متعلقہ وزارت کو درخواست گزاری کہ یونیورسٹی میں سکھ سٹڈیز کے لیے "چیئر" تخلیق کی جائے تو جوائے کلارک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آڑے آیا اور اس نے اس معاملے میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ برٹش کولمبیا یونیورسٹی میں سکھ سٹڈیز چیئر کے قیام سے بھارتی حکومت ناراض ہو سکتی ہے اور دونوں ممالک کے آپس کے تعلقات متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ اس پر کینیڈین پریس نے وزارت خارجہ پر زبردست تنقید کی۔

فروری ۸۷ء میں اپنی مخالفت کے باوجود جوائے کلارک یونیورسٹی آف ٹورانٹو میں سکھ ازم پر کانفرنس کو روکنے میں ناکام رہا۔ ٹورانٹو کا مشہور سکھ وکیل شیر سنگھ کھل کر اس کے مقابل آ گیا۔ اس نے وزارت خارجہ کو عدالت میں گھسیٹنے کی دھمکی دے دی۔ جس روز شیر سنگھ کا بیان شائع ہوا اگلے ہی دن اسے وزارت خارجہ کی طرف سے خط موصول ہو گیا جس میں وزارت خارجہ نے اپنے نقطہ نظر سے پسپائی اختیار کر لی تھی۔

دسمبر ۸۷ء میں جب اس نے ریاستی حکام کو خطوط لکھ کر تین سکھ تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا اور پھر اس کے پریس سیکرٹری کا یہ بیان سکھ اپنے مسائل کے لیے جوائے کلارک کے بجائے "ملٹی کلچرل وزارت" سے رجوع کیا کریں چھپا تو "ملٹی کلچرل وزارت" نے اسے ہاؤس آف کامن میں آ کر اپنے اس الزام کی وضاحت کے لیے کہا کہ آخر سکھ اس کے نزدیک کس بنیاد پر دہشت گرد قرار پاتے ہیں۔ جوائے کلارک نے پارلیمنٹ کے سامنے اپنے الزام کی وضاحت سے انکار کر دیا۔

اس کے بجائے "انصاف کمیٹی" کے سامنے پیش ہو گیا اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ ڈبلیو ایس او اپنی پروپیگنڈہ مہم کو فوراً بند کر دے بصورت دیگر ایک دوست ملک بھارت کی ناراضگی کا خطرہ ہے۔

جوائے کلارک کے اس بیان پر دو ممبران پارلیمنٹ نیو ڈیموکریٹ کے رائمنس اور لبرل پارٹی کے جان سترھاٹا نے اس کے خوب خوب لتے لئے۔ انھوں نے جوائے کلارک سے پوچھا کہ آخر وہ کینیڈا کے کسی بھی شہری کو اپنے جمہوری نظریات تبدیل کرنے کا مشورہ دینے والا کون ہوتا ہے۔ انھوں نے کلارک پر منافقت کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ

روس بھی کینیڈا کا تجارتی دوست ہے لیکن جوائے کلارک نے یوکرائن۔ لٹویا۔ لتھونیا کے معاملات پر کبھی روس کی حمایت میں کوئی بیان نہیں دیا جو اس کے دوہرے کردار کی غمازی کرتا ہے۔

۸۸ء میں جب بھارتی فوج کے ایک مفرور میجر سنتوکھ سنگھ بگا کو کینیڈا کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ نے انسانی بنیادوں پر قیام کی اجازت دے دی تو جوائے کلارک نے اس معاملے میں اپنی ٹانگ اڑاتے ہوئے امیگریشن سے کہا کہ وہ میجر بگا کو قیام کی اجازت نہ دے کیونکہ میجر بھارت میں ایک جنرل کے قتل کے مقدمے میں ملوث ہے اور اس کو انسانی حقوق کی بنیاد پر قیام کی اجازت دینے سے بھارت ناراض ہو سکتا ہے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جوائے کلارک کی طرف سے بھارت کی اس خوشامد پرستی کی فرمائش بھارتی حکومت کی مرضی کے بغیر کی گئی تھی کیونکہ بھارت نے اس معاملے کو فی الوقت آر سی ایم پی پر چھوڑ دیا تھا اور ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ میجر بگا انھیں قتل کے مقدمے میں مطلوب ہے۔ اس کو ملک بدر کرنے کی باقاعدہ درخواست نہیں کی گئی تھی صرف الزام لگایا گیا تھا۔

۸۸ء میں "سن" کے ایڈیٹوریل سٹاف کے ساتھ اپنی میٹنگ کے دوران جوائے کلارک نے کہا کینیڈین حکومت کا فرض ہے کہ وہ کینیڈا میں بھارت نواز سکھوں کی مدد کرے اور سکھ سوسائٹی پر ان کا کنٹرول قائم کرنے میں ان کی معاونت کرے۔

اس نے صاف لفظوں میں کہا کہ کینیڈین گوردواروں پر انتہاپسند سکھ قابض ہو رہے ہیں اور سکھ سوسائٹی میں ان کا اثر و رسوخ آئے روز بڑھتا چلا جا رہا ہے یہ صورتحال بہت تشویشناک ہے اور گوردواروں پر سے انتہاپسند سکھوں کا قبضہ ختم کروانا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ ببر خالصہ کے متعلق کلارک کی تشویش بجا رہی ہو لیکن ببر خالصہ نے بھی کبھی آن دی ریکارڈ تشدد کی تلقین نہیں کی تھی۔ اس کے انتہاپسند ممبران کی تعداد کچھ چالیس پچاس سے زیادہ نہیں رہی یہ الگ بات ہے کہ اس کی طرف سے ہزاروں ڈالر پنجاب کے خالصتان نواز گروپوں کو بھیجے جا رہے تھے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کے تئیں کلارک کا نقطہ نظر غیر منطقی اور متعصبانہ تھا جہاں تک انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا تعلق ہے اس کے سی ایس آئی ایس سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ۸۷ء میں ایک مرتبہ سی ایس آئی ایس نے آئی ایس وائی ایف کے صدر لکھبیر کو مطلع کیا کہ دو سکھ نوجوان جن کا باپ بھارتی فوج کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر کینیڈا آتے ہیں۔

جب کامن ویلتھ کی میٹنگ میں راجیو گاندھی شرکت کرنے کینیڈا آتے تو آئی ایس وائی ایف نے سی ایس آئی ایس کو یقین دہانی کروائی کہ راجیو گاندھی کے قتل کا کوئی منصوبہ ان کی طرف سے نہیں بنایا جا رہا۔ انھوں نے راجیو گاندھی کے خلاف مظاہرے کا اہتمام کیا لیکن کبھی سیکورٹی حدود میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی اور پولیس کی متعین کردہ حدود کے اندر ہی مظاہرہ کیا۔

جواتے کلارک کے خطوط کی مہم کے بعد ڈبلیو ایس او کے صدر سندھو نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ اگر مسٹر کلارک اس کی تنظیم پر لگائے گئے الزامات کو کسی بھی دستاویزی ثبوت سے کینیڈین عدالت میں ثابت کر دے تو وہ نہ صرف تنظیم کی صدارت سے علیحدگی اختیار کرے گا بلکہ عدالت کی طرف سے مقرر سزا کو بھی قبول کرے گا اگر کلارک ایسا ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اسے سکھوں کو بدنام کرنے اور کینیڈا کے چھ ریاستی حکمرانوں کو غلط اطلاعات کی بنیاد پر گمراہ کرنے کے جرم میں اخلاقی طور پر اپنی وزارت سے استعفیٰ دینا چاہیے۔

کلارک نے اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی اور دوبارہ اپنے اس الزام کو نہیں دہرایا !!

مارٹن ڈولن ممبر نیو ڈیموکریٹ پارٹی جس کا تعلق مینی ٹوبا سے تھا وہ پہلا شخص ہے جس نے پریس کے سامنے جواتے کلارک کے خطوط کی نقول پیش کیں اور بتایا کہ وہ سکھوں کے خلاف کیسے متعصبانہ نظریات رکھتا ہے اس نے جواتے کلارک پر کینیڈین عوام کو گمراہ کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔ ڈولن اور گیری ڈوسر جو وینکوور میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن

کی طرف سے منعقدہ ایک ڈنر میں شرکت کرنے جا رہے تھے۔

دونوں کو شرکت سے ایک روز پہلے وزارت خارجہ میں طلب کیا گیا اور کاغذات کا ایک ایک بنڈل تھما دیا گیا جس میں تینوں سکھ تنظیموں کے خلاف الزامات کی تفصیل درج تھی۔

دونوں معزز ممبران پارلیمنٹ نے جواتے کلارک کو ٹیلکس دیئے کہ ان الزامات کے ثبوت بھی فراہم کر دیئے جاتے تو وہ صاف ذہن ہو جاتے لیکن ٹیلکس دینے پر بھی انھیں ثبوت فراہم نہیں کیے گئے۔ اس دوران وہ ڈنر میں شامل نہ ہو سکے۔

ڈولن کہتا ہے۔ ایک صوبائی سیاست دان ہونے کے ناطے میں وزارت خارجہ کی طرف سے ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا اخلاقی طور پر پابند ہوں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس ڈنر سے ایک روز پہلے وزارت خارجہ کی طرف سے ہمیں طلب کرنا اور پھر کوئی ثبوت فراہم نہ کرنا غیر اخلاقی حرکت ہے۔ میں نے اس سے پہلے ان لوگوں کی مختلف تقریبات میں شرکت کی جہاں مجھے کبھی تشدد۔ توڑ پھوڑ یا دنگا فساد کا شائبہ بھی نہیں گزرا نہ ہی بھارت کے خلاف کسی سازش کے آثار دکھائی دیئے۔

ڈولن کا غصہ یوں بھی بجا تھا کہ اس ڈنر میں شرکت نہ کرنے کی اسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی اور ۸۸ء کے الیکشن وہ ہار گیا کیونکہ اس کے حلقہ نیابت میں تمام سکھ ووٹرز نے اس کے مد مقابل لبرل اُمیدوار کو ووٹ دیئے جس نے جواتے کلارک کے خط کی پرواہ کیے بغیر اس ڈنر میں شرکت کی تھی۔

اس کہانی کا المیہ یہ ہے کہ ان سیاسی چکر بازیوں میں انسانیت اپنا منہ چھپا کر روتی رہی اور اگست ۸۸ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے جو رپورٹ بھارت میں سکھوں کے قتل عام پر شائع کی تھی اس پر مقامی پریس کی توجہ ہی نہ گئی۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ این ایس اے اور آئی اے ڈی اے دو قوانین کے تحت بھارتی پولیس کو کسی بھی مشتبہ شہری کو بغیر وجہ بتائے ۲ سال اور ایک سال تک نظر بند رکھنے کے اختیارات حاصل ہیں اور ان اختیارات کا بے رحمی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پنجاب پولیس جب چاہتی ہے کسی بھی بے گناہ شہری کو اس ایکٹ کی دھمکی دے کر اس سے پیسے بٹور لیتی ہیں۔ اس میں کہا گیا تھا کہ دُنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دعویدار حکومت نے اپنے شہریوں سے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کے اختیارات بھی چھین لیے ہیں۔

مارچ ۸۷ء میں پنجاب پولیس کے ڈی جی را بیرو نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ انھوں نے ۲۵ شہریوں کو ان قوانین کے تحت نظر بند کر رکھا ہے ان بدقسمت لوگوں پر بار بار ان قوانین کا اطلاق کر کے انھیں مسلسل قید رکھا گیا۔

مارچ ۸۸ء میں راجیو گاندھی سرکار نے بھارتی آئین میں ۵۹ ویں ترمیم کے ذریعے پنجاب میں ایمرجنسی لاگو کر دی۔ اس کا جواز پنجاب میں دہشت گردی کو بتایا گیا۔ ان کی وجہ سے بھارت ماتا کی سلامتی کو خطرات لاحق تھے۔ ایمرجنسی کے ذریعے پنجاب میں سیکورٹی فورسز کو ہنگامی اختیارات سونپ دیئے گئے جن کے مطابق وہ جس شخص کو چاہیں مشتبہ جان کر گولی مار سکتے تھے۔

سیکورٹی فورسز نے بھی یہ اختیار ملنے کے بعد خوب خوب حق نمک ادا کیا اور پنجاب میں بے گناہ سکھ گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس قانون پر بہت شور مچایا اس کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ سپیشل آرمڈ فورسز پاور ایکٹ ملنے کے بعد سنٹرل ریزرو پولیس اور دیگر سیکورٹی فورسز کو گھروں میں گھس کر تلاشی لینے اور کسی بھی شخص کو خطرناک قرار دے کر گولی مارنے کا اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ ایمنسٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس قانون کی رُو سے فوج اگر کسی شخص کو گولی مار دے تو اس کے اس اقدام کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ایمنسٹی کا کہنا تھا کہ ۱۰ اکتوبر ۸۷ء کو بھارتی پولیس نے ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حوالے سے یہ خبر شائع کی تھی کہ اگر کوئی ایسا خالصتانی سکھ پکڑا جائے جس پر یہ شک ہو کہ وہ جا بحا قتل ... ن وارداتوں میں ملوث ہے اسے گرفتار کرتے ہی گولی مار دی جاتی ہے۔ ایمنسٹی کا کہنا تھا کہ اس چکر میں ہزاروں سکھوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں اور اس قتل عام کی کوئی شنوائی نہیں ہو سکی۔